

• تین سو اڑتالیسویں رات

جب تین سو اڑتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- فقیر نے عورت سے کہا کہ مجھے بھیک دے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تجھے کس طرح بھیک دے سکتی ہوں۔ بادشاہ بھیک دینے والے کا ہاتھ کاٹ ڈالتا ہے۔ فقیر بولا خدا کے واسطے مجھے بھیک دے۔ جب اس نے خدا کا واسطہ دیا تو اس کا دل پسچ گیا۔ اس نے اسے دو روٹیاں دے دیں۔ یہ خبر بادشاہ کو ملی اور اس نے حکم دیا کہ وہ عورت اس کے سامنے پیش کی جائے۔ جب وہ آئی تو بادشاہ نے اس کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے اور وہ اپنے گھر لوٹ آئی۔

کچھ روز کے بعد بادشاہ نے اپنی ماں سے کہا، میں شادی کرنا چاہتا ہوں، میری شادی ایک حسین عورت سے کر دے۔ وہ بولی، ہمارے پڑوس میں ایک عورت ہے جس سے زیادہ حسین کوئی اور نہ ہو گی لیکن اس میں ایک سخت عیب ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا؟ ماں نے جواب دیا: اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ماں اسے لے آئی۔ بادشاہ نے اسے دیکھا تو گرویدہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ یہ وہی عورت تھی، جس نے فقیر کو بھیک کی دو روٹیاں دی تھیں اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تھے۔ جب بادشاہ نے اس عورت سے شادی کی تو اس کی سوکنیں اس پر حسد کرنے لگیں۔ انہوں نے بادشاہ کو خط لکھا کہ وہ بڑی بد چلن ہے۔ اس کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے اپنی ماں کو لکھ بھیجا کہ وہ اسے جنگل میں جا کر چھوڑ آئے۔ ماں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اسے لے جا کر جنگل میں چھوڑ آئی۔

یہ عورت اپنی قسمت کو روتی پیٹتی اور واویلا کرتی اور جنگل ڈونڈاتی پھرتی۔ وہ اپنے بیٹے کو کندھے پر بٹھائے چلی جا رہی تھی کہ اس کا گزر ایک ندی پر ہوا۔ پیاس لگ آئی

تھی تو پانی پینے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ جھکی ہی تھی کہ لڑکا پانی میں گر گیا اور وہ بیٹھ کر اپنے بیٹے پر زار زار رونے لگی۔ اتنے میں اس کے پاس سے دو شخص گزرے اور کہنے لگے کہ تو کیوں روتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے کندھے پر میرا بیٹا تھا، وہ پانی میں گر گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ ہم اسے نکال کر تیرے پاس لے آئیں؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے خدا سے دعا مانگی اور لڑکا صحیح و سالم نکل آیا۔ اس کا بال تک نہ بھیگا تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ خدا تیرے ہاتھوں کو پہلے کی طرح کر دے؟ اس نے جواب دیا، ہاں۔ انہوں نے خدا سے دعا کی اور اس کے ہاتھ پہلے سے بہتر ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ کیا تو جانتی ہے کہ ہم کون ہیں؟ وہ بولی جانے والا خدا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم وہی روٹیاں ہیں جو تو نے فقیر کو دی تھیں اور جن کی وجہ سے تیرے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تھے۔ شکر کر خدا کا کہ اس نے تیرے ہاتھ اور تیرا بیٹا تجھے دوبارہ عنایت کیا اور اس نے خدا کی حمد و ثنا کی۔

○ اسرائیلی عابد کی کہانی

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کے گھر والے سوت کاتا کرتے تھے اور وہ ہر روز بازار جا کر اسے بیچتا، روٹی خریدتا اور جو کچھ فائدہ ہوتا، اس سے اپنے بال بچوں کے لئے اس دن کے لئے کھانا خریدتا تا کہ وہ کھائیں۔ ایک دن حسب معمول اس نے سوت بیچا تو اس کا بھائی اسے ملا اور اس سے اپنی حاجت مندی کا دکھڑا رونے لگا۔ اس نے بکری کی قیمت اسے دے دی۔ اور خالی ہاتھ گھر لوٹ آیا۔ گھر والوں نے پوچھا کہ روٹی اور کھانا کہاں ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ فلاں شخص مجھے ملا تھا اور اس نے اپنی حاجت مندی کی شکایت کی۔ اس لئے میں نے جتنے دام ملے، اسے دے دیئے۔ انہوں نے کہا اب ہم کیا کریں؟ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جسے

ہم بچ سکے۔ ان کے پاس ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور ایک گھڑا تھا۔ انہیں وہ بازار لے گیا لیکن کسی نے خریدنے کی ہام نہ بھری۔ وہ ابھی بازار ہی میں تھا کہ اس کے قریب سے ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک مچھلی تھی اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو انچاسویں رات

جب تین سو انچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- وہ شخص پیالہ اور گھڑا لے کر بازار گیا لیکن کسی نے ان کے خریدنے کی ہائی نہ بھری وہ ابھی بازار میں ہی تھا کہ اس کے قریب سے ایک شخص گزرا جس کے پاس ایک سڑی بسی مچھلی تھی اور اسے کوئی نہ خریدتا تھا۔ مچھلی والے نے اس سے کہا کہ کیا تو اپنی بیکار چیزیں میری نکمی چیزیں کے عوض بیچتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اور اپنا پیالہ اور گھڑا اسے دے کر مچھلی لے لی اور اسے اپنے گھر لے آیا۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم اس مچھلی کا کیا کریں؟ اس نے جواب دیا کہ جب تک خدا ہمیں اور رزق نہ دے دے اسی کو تل کر کھائیں گے۔ انہوں نے مچھلی کو لے کر اس کا پیٹ چاک کیا تو انہیں اس کے اندر سے موتی ملا۔ بوڑھے کو اس کی خبر کی۔ اس نے کہا کہ دیکھ اگر وہ موتی چھید کیا ہوا ہے تو وہ کسی کی ملکیت ہے اور اگر اس میں چھید نہیں ہے تو وہ خدا کی طرف سے تمہارا رزق ہے۔ جب انہوں نے غور سے دیکھا تو اس میں کوئی چھید نہ تھا۔ صبح ہوئی تو وہ اسے ایک پرکھنے والے کے پاس لے گیا جو اس کا دوست تھا۔ اس نے پوچھا اے فلاں تجھے یہ موتی کہاں سے ہاتھ لگا؟

”وہ بولا“ یہ خدا کا عطیہ ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے اور میں یہ قیمت دینے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن اسے فلاں شخص کے پاس لے جا کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ مال دار اور پرکھ والا ہے۔ بوڑھا وہ موتی اس کے پاس لے گیا۔ اس نے کہا کہ اس کی قیمت ستر ہزار درہم ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اسے ستر ہزار درہم دیئے۔ بوڑھے نے حمالوں کو بلایا اور وہ درہموں کی تھیلیاں لاد کر اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔ یہاں اسے ایک فقیر ملا اور کہنے لگا کہ خدا نے جو کچھ تجھے عطا کیا ہے، اس میں سے مجھے بھی دے۔ بوڑھے نے فقیر سے کہا کہ

کل تک ہم بھی تیری طرح تھے۔ لہذا آدھا تو لے جا۔ جب مال کے دو حصے کے گئے اور ایک نے ایک ایک حصہ لیا تو فقیر نے کہا کہ اپنا مال پاس ہی رہنے دے، خدا تجھے اس میں برکت دے! میں تو تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں تا کہ تیرا امتحان کروں۔ بوڑھے نے کہا کہ شکر اور احسان ہے خدا کا۔ اس کے بعد مرتے دم تک اس نے اور اس کے بال بچوں نے نہایت عیش و عشرت کی زندگی گزاری۔

○ ابو حسان زیادتی اور ایک خراسانی کی کہانی

ابو حسان زیادتی سے روایت ہے کہ ایک بار میری حالت بہت پتلی تھی۔ حتیٰ کہ بننے اور بھٹیاری سے اور سارے قرض خواہ میرے پیچھے پڑ گئے۔ اس سے مجھے بڑی تکلیف پہنچی کیونکہ چھٹکارے کی کوئی صورت بن نہ پائی تھی۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ کیا کروں، اتنے میں میرے غلام نے آ کر کہا کہ دروازے پر ایک حاجی کھڑا ہے جو تجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ اندر بلا لا۔ وہ اندر آیا میں نے دیکھا وہ کوئی خراسانی ہے۔ اس نے مجھے سلام کیا اور میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا تو ابو حسان زیدی ہے؟ میں نے کہا ہاں، تیرا کیا مقصد ہے؟ وہ بولا میں پردیسی ہوں حج کو جانا چاہتا ہوں اور میرے پاس بہت سا مال ہے جسے میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ یہ دس ہزار درہم اس وقت تک تیرے پاس چھوڑے جاؤں جب تک کہ حج سے لوٹوں۔ اگر قافلہ لوٹ آئے اور تو مجھے ان کے ساتھ نہ دیکھے تو جان لیجیو کہ میں مر گیا ہوں۔ اس وقت یہ مال تیری نذر ہے اور اگر میں لوٹ آیا تو وہ میرا ہے۔ میں نے کہا انشاء اللہ تیرا کہنا کیا جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے ایک چمڑے کی تھیلی نکالی اور میں نے غلام سے کہا کہ ترازو لا اور وہ ترازو لے آیا۔ خراسانی نے انہیں تول کر میرے حوالے کیا اور چل دیا۔ میں نے قرض خواہوں کو بلا کر اپنا قرضہ ادا کیا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور

اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو پچاسویں رات

جب تین سو پچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- ابو حسان زیادہ کا بیان ہے کہ میں نے قرض خواہوں کو بلا کر جتنا قرضہ میرے اوپر تھا، ادا کر دیا اور خوب خرچ کیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ جب تک وہ شخص لوٹے گا اس وقت تک خدا کوئی نہ کوئی سبیل نکال دے گا۔ دوسرے دن غلام نے آ کر کہا کہ تیرا دوست خراسانی دروازے پر کھڑا ہے۔ میں نے کہا کہ اسے اندر بلا لا۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے کہا کہ میں حج کے لئے تیار تھا لیکن مجھے یہ خبر ملی ہے کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے میں ۶۰ واپس جانا چاہتا ہوں۔ وہ مال جو میں نے کل تجھے دیا تھا، وہ واپس کر دے۔ یہ سن کر مجھے اتنا صدمہ پہنچا کہ کبھی کسی اور کو نہ پہنچا ہو گا اور میں حیران و پریشان ہو کر چپ ہو گیا، کوئی جواب نہ دے سکا کیونکہ اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے قسم دیتا اور مجھے آخرت میں شرمندگی اٹھانی پڑتی اور اگر میں کہتا کہ میں اسے خرچ کر چکا ہوں تو وہ شور مچاتا اور میری بے عزتی کرتا۔ اس لئے میں نے کہا کہ خدا تجھے سلامت رکھے! میرا مکان محفوظ نہیں ہے اور تیرا مال یہاں نہ نہ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے تیری تھیلی لے کر ایک دوسرے شخص کے پاس رکھ دی ہے تو کل آئیو اور خدا نے چاہا تو اسے لے جائیو۔ یہ سن کر وہ چل دیا۔

مگر میں خراسانی کی واپسی پر اتنا متحیر تھا کہ اس رات مجھے بالکل نیند نہیں آئی بلکہ آنکھیں بند کرنا بھی اجیرن ہو گیا۔ میں اٹھ کر غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ خچر پر زین کس۔ اس نے کہا کہ اے میرے مولیٰ ابھی اندھیرا ہے اور رات باقی ہے۔ اب میں پھر اپنے بچھو نے پر گیا لیکن نیند نہ آئی اور میں برابر غلام جو جگاتا اور وہ وہی جواب دیتا رہا۔ یہاں تک کہ تڑکا ہوا اور اس نے میرے خچر پر کاٹھی رکھی اور میں سوار ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جاؤں اس لئے میں نے باگ خچر

کی گردن پر ڈال دی اور سوچنے لگا اور نچر بغداد کے پورب کی طرف چل دیا۔ میں چلا ہی جا رہا تھا کہ میں نے چند آدمیوں کو آتے دیکھا۔ میں نے ان کی طرف سے پھر کر دوسرے راستے پر چلنا شروع کر دیا لیکن میرا عمامہ دیکھ کر وہ میری طرف بڑھے اور کہنے لگے کہ کیا تجھے ابو حسان زیادہ کے گھر کا پتہ معلوم ہے؟ میں نے کہا کہ ابو حسان تو میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین نے تجھے بلایا ہے، چل۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہو کر مامون کے پاس پہنچا۔

جب میں مامون کے سامنے آیا تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا میں قاضی ابو یوسف کے ساتھیوں میں سے ایک فقیہ اور محدث ہوں۔ اس نے دریافت کیا کہ تیری کنیت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ابو حسان زیادہ۔ وہ بولا اپنا قصہ تفصیل کے ساتھ بیان کر۔ میں نے ساری داستان کہہ سنائی تو وہ زار زار رونے لگا اور اس نے مجھ سے کہا اے بد بخت تیری وجہ سے آج رات کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے

نہ دیا۔ جب میں شروع رات میں سویا تو انہوں نے فرمایا کہ ابو حسان زیادہ کی مدد کر۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ مگر مجھے بالکل خبر نہ تھی کہ تو کون ہے۔ میں پھر سو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر خواب میں دکھائی دیئے اور یہی ارشاد کیا۔ پھر بھی میری سمجھ میں نہ آیا اور میں سو گیا۔ پھر خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ کم بخت ابو حسان زیادہ کی مدد کر۔ اس کے بعد مجھے سونے کی ہمت نہ پڑی۔ رات بھر جاگتا رہا اور لوگوں کو جگا کر ہر طرف تیری تلاش میں بھیجا۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے دس ہزار درہم دیئے اور کہا یہ خراسانی کے لئے ہیں۔ پھر دس ہزار درہم دے کر کہا کہ انہیں خرچ اور اپنی حالت سنبھال۔ پھر اور تیس ہزار درہم دیئے اور کہا کہ ان سے اپنی حالت بہتر کر اور جلوس کے دن میرے پاس آؤ تا کہ میں تجھے کوئی عمدہ دوں۔ درہم لے کر میں روانہ ہوا اور گھر پہنچ کر وہاں فجر کی نماز پڑھی۔ اتنے میں خراسانی بھی آ پہنچا۔ میں نے اسے گھر میں بلا کر اس کے سامنے ایک تھیلی رکھ دی اور کہا کہ تیرا مال۔ اس نے جواب

دیا کہ یہ وہی نہیں ہے جو میں نے تجھے دیا تھا۔ میں نے کہا کہ درست ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے اس سے ساری باتیں کہہ دیں اور وہ رونے لگا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اگر تو مجھے پہلے ہی سے سچ بتا دیتا تو میں تجھ سے تقاضا نہ کرتا اور خدا کی قسم اب میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا۔ اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو اکیاونویں رات

جب تین سو اکیاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- خراسانی نے زیادتی سے کہا کہ اگر تو نے پہلے ہی سچ سچ کہہ دیا ہوتا تو میں تجھ سے تقاضا نہ کرتا اور خدا کی قسم اب میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا اور اس مال کو تیرے اوپر حلال کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ میں نے اپنی حالت بہتر کی اور جلوس کے دن مامون کے دروازے پر گیا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے سامنے حاضر ہوا اس نے مجھے اپنے قریب بلا کر اپنی جانماز کے نیچے سے ایک پروانہ نکالا اور کہنے لگا کہ اس پروانے کی رو سے تجھے باب السلام سے لے کر مدینے کی غریب جانب تک کا قاضی بنایا جاتا ہے اور میں نے تیری تنخواہ اس قدر ماہانہ مقرر کی ہے۔ لہذا دل میں خدا کا خوف رکھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کو نہ بھولیو۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے مجھ سے اس کا مطلب پوچھا۔ میں نے سارا قصہ شروع سے لے آخر تک سنا دیا اور یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ ابو حسان برابر مدینے کا قاضی رہا۔ یہاں تک کہ مامون ہی کے زمانے میں اس کا انتقال ہو گیا۔ خدا اس پر رحمت کرے!

○ دوست کی مدد ضرورت کے وقت

ایک شخص بڑا مال دار تھا لیکن اس کی دولت ضائع ہو گئی اور وہ غریب ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ کسی دوست کے پاس جاتا کہ اس کی مدد سے تیری حالت سنبھل جائے۔ اس نے اپنے ایک دوست کے پاس جا کر اپنی حاجت بیان کی۔ دوست نے اسے پانچ سو دینار قرض دیئے کہ ان کی تجارت کرے۔ یہ شخص پہلے جوہری تھا۔ اس نے

جوہری بازار میں جا کر ایک دکان کھولی اور جواہرات کے کاروبار کا ارادہ کیا۔ جب وہ دکان پر آ کر بیٹھا تو تین شخص اس کے پاس آئے اور اس کے باپ کو پوچھنے لگے۔

اس نے کہا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کے کوئی اولاد ہے؟

اس نے جواب دیا کہ اسی غلام کو چھوڑا ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا جاننے والا کون ہے کہ تو اس کا بیٹا ہے؟ اس نے کہا بازار والے۔ وہ بولے کہ انہیں گواہی کے لئے ہمارے پاس بلا لا وہ انہیں بلا لایا اور انہوں نے اس بات کی گواہی دی۔ ان تین آدمیوں نے ایک خرچی نکالی جس میں تقریباً تیس ہزار دینار تھے۔

علاوہ بریں ہیرے اور قیمتی معدنیات۔ اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے پاس تیرے باپ کی امانت تھی، یہ کہہ کر وہ چل دیئے۔ پھر اس کے پاس ایک عورت آئی اور ان ہیروں میں سے کچھ ہیرے جن کی قیمت پانچ سو دینار ہو گی تین ہزار دینار میں خریدے اس عورت کے ہاتھ یہ سودا بیچ کر وہ اٹھا اور پانچ سو دینار لئے ہوئے اس دوست کے پاس گیا جس سے اس نے قرضہ لیا تھا اور کہنے لگا کہ یہ پانچ سو دینار لے جو میں نے تجھ سے قرض لئے تھے کیونکہ خدا نے مجھے کامیاب کر دیا اور مالدار آدمی بنا دیا ہے۔ اس کے دوست نے کہا کہ وہ تو میں نے بطور ہدیے کے دیئے تھے اور فی سبیل اللہ ان سے بری الذمہ ہو گیا تھا۔ انہیں تو لے جا اور اس کلغذ کو بھی لیتا جا اور گھر پہنچ کر اسے پڑھو اور اس پر عمل کیجیو۔ وہ ان دیناروں اور کلغذ کو لے کر اپنے گھر گیا اور جب اسے کھولا تو اس میں یہ اشعار تھے: ”جو آدمی پہلے تیرے پاس آئے تھے میرے رشتے دار ہیں۔ باپ اور چچا اور ماموں۔ جو کچھ تو نے بیچا میری ماں کے ہاتھ بیچا اور دینار اور ہیرے میں نے تجھے بھیجے تھے۔ اس سے میرا مقصد تجھے نقصان پہنچانا نہ تھا بلکہ یہ کہ تجھے میرے سامنے شرمندگی نہ ہو۔“

○ ایک شخص کی کہانی جو غریبے ہونے کے بعد مالدار ہو گیا

بغداد میں ایک شخص رہتا تھا جس کی دولت مندی ضرب المثل تھی لیکن خدا کی شان اس کا مال ضائع ہو گیا، اس کی حالت بگڑ گئی یہاں تک کہ اس کے پاس ایک کوڑی بھی نہ رہی۔ بڑی محنت مشقت سے اسے روٹی نصیب ہوتی تھی۔ ایک رات اسی غم اور غصے میں وہ سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ تیری روزی مصر میں ہے، وہاں جا کر اسے تلاش کر۔ وہ مصر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو رات کا وقت تھا ایک مسجد میں جا کر سو رہا۔ مسجد کے پاس ایک مکان تھا۔ اللہ کا کرنا چوروں کی ایک ٹولی اس مسجد سے ہو کر اس مکان میں داخل ہوئی۔ چور کی آہٹ پا کر گھر والے جاگ اٹھے اور شور مچانے لگے۔ والی اپنے سپاہیوں کو لے کر ان کی مدد کے لئے آ پہنچا۔ چور تو بھاگ گئے اور والی مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ یہ بغدادی وہاں کھڑا ہوا ہے۔ اسے پکڑ کر والی نے خوب مارا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا اور اسے تین دن تک قید خانے میں بند رکھا۔

اس کے بعد والی نے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بغداد کا۔ والی نے پوچھا کہ تیرے مصر آنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تیری روزی مصر میں ہے، وہاں جا۔ جب میں مصر آیا تو میں نے دیکھا کہ جس روزی کی اس نے خبر دی تھی یہ کوڑے ہیں جو مجھے تجھ سے ملے۔

اس پر والی کھلکھلا کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے بے وقوف! میں نے تین بار خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ بغداد میں فلاں شکل کا ایک گھر ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ اس کے صحن میں ایک چھوٹا سا باغ ہے جس کے نیچے ایک گڑھا ہے اور اس گڑھے میں بہت مال و دولت ہے، وہاں جا کر اسے لے مگر میں وہاں نہ گیا اور تو اپنی بے وقوفی اور محض ایک خواب کی بنا پر جو پریشان خیال ہے شہر شہر سفر کرتا پھرتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اسے کچھ درہم دیئے اور کہا کہ ان کی مدد سے تو اپنے وطن چلا جا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو باونویں رات

جب تین سو باونویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- والی نے بغدادی کو کچھ درہم دے کر کہا کہ ان کی مدد سے اپنے وطن چلا جا اور انہیں لے کر وہ شخص بغداد واپس گیا۔ جس مکان کا والی نے ذکر کیا تھا، وہ اسی شخص کا گھر تھا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو گڑھے کو کھودا اور اس میں سے بے حد مال ملا۔ اس طرح خدا نے اس کی روزی میں برکت دی۔ یہ عجیب و غریب اتفاق ہے۔

○ خلیفہ متوکل اور محبوبہ کی کہانی

امیر المومنین متوکل علی اللہ کے محل میں چار ہزار اس کی چیتی کنیزیں تھیں۔ جن میں سے دو سو رومی اور دو سو دوغلی اور حبشینی تھیں اور یہ چار سو کنیزیں جن میں سے دو سو گوری اور دو سو حبشینی اور دوغلی تھیں، متوکل کو عبید بن طاہر نے پیش کی تھیں۔ منجملہ ان کنیزوں کے جو بھرے کی دوغلی کنیزوں میں سے تھیں، ایک کنیز تھی جس کا نام محبوبہ تھا اور جو حسن و جمال اور آب و تاب میں یکتا۔ وہ عود نوازی میں استاد گانے میں لاجواب شاعرہ اور خوش خط تھی۔

متوکل اس پر فریفتہ تھا۔ ایک گھڑی اسے اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا۔ کنیز نے جو اس کا یہ میلان دیکھا تو اس کے ساتھ گھمنڈ سے پیش آنے لگی اور اس کے احسانوں کو بھول گئی۔ متوکل اس سے ناراض ہو گیا۔ اسے چھوڑ دیا اور محل والوں کو منع کر دیا کہ اس سے بات نہ کریں۔ ایک مدت تک وہ اس حالت میں رہی مگر اس کی کشش متوکل کے دل سے نہ گئی۔ ایک دن صبح کو اس نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ میں اور محبوبہ میں صلح ہو گئی ہے۔ انہوں نے

کہا کہ خدا کرے کہ بیداری میں بھی اسی طرح ہو۔ وہ یہی باتیں کر رہا تھا کہ ایک خادمہ نے آ کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ یہ سن کر وہ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور حرم سرا میں گیا اور جس خادمہ نے اس کے کان میں کچھ کہا تھا وہ کہہ رہی تھی کہ ہم نے محبوبہ کے حجرے سے گلے اور عود بجانے کی آواز سنی ہے لیکن ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں۔

جب متوکل اس کے حجرے کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ عود نہایت خوبی سے بجا رہی ہے اور اس پر یہ اشعار گائے رہی ہیں: ”میں محل میں ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہوں اور کوئی نہیں ملتا جس سے میں شکایت کروں اور وہ جواب دے۔ گویا میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس سے کوئی توبہ مجھے چھٹکارا نہیں دے سکتی۔ کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو میری سفارش بادشاہ کے پاس کرے جو خواب میں آ کر مجھ سے صلح کر گیا ہے۔“

یہ اشعار سن کر متوکل حیرت میں آ گیا۔ کیا عجیب اتفاق ہے محبوبہ نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو میں نے دیکھا ہے۔ اب وہ اس کے حجرے میں داخل ہوا اور جونہی کنیز کو اس کی آہٹ معلوم ہوئی وہ دوڑ کر اس کے پاس آ گئی اور اس کے قدموں پر گر کر انہیں چومنے لگی اور کہا اے میرے آقا یہ واقعہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے اور جس وقت میں جاگی تو میں نے یہ اشعار نظم کئے۔ متوکل نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگا کر آپس میں صلح کر لی اور متوکل سات دن رات برابر اس کے ساتھ رہا، محبوبہ نے اپنے رخسار پر مشک سے متوکل کا نام لکھ رکھا تھا جو جعفر تھا۔ اور جب متوکل کا انتقال ہوا تو سوائے محبوبہ کے تمام کنیزوں کو صبر آ گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو تریپنویں رات

جب تین سو تریپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- متوکل کے مرنے کے بعد محبوبہ کے سوا اس کی ساری کینروں کو صبر آ گیا مگر وہ مرتے دم تک غمگین رہی اور اسی کے پہلو میں دفن ہوئی، خدا ان دونوں پر رحمت بھیجے!

○ آنسو کے گھوڑے کی کہانی

پرانے زمانے میں ایک عظیم الشان اور بڑے دبے والا بادشاہ تھا۔ اس کی تین بیٹیاں تھیں جو چاند کی طرح خوبصورت اور باغ کی طرح شگفتہ تھیں اور ایک بیٹا چندے آفتاب چندے ماہتاب۔ ایک دن جبکہ بادشاہ حکومت کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، تین حکیم آئے۔ ایک کے پاس ایک سونے کا مور تھا، دوسرے کے پاس پیتل کا بگل اور تیسرے کے پاس ہاتھی دانت اور آنسو کا گھوڑا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور ان میں کون سے فائدے ہیں؟ مور والے نے کہا کہ یہ مور دن رات ہر گھڑی گزرنے پر اپنے بازو پھڑپھڑاتا اور آواز دیتا ہے۔ بگل والے نے کہا کہ یہ بگل شہر کے دروازے پر رکھ دیا جائے تو شہر پر پہرہ دے گا۔ اگر شہر میں کوئی دشمن آئے گا تو بگل خود بخود بجنے لگے گا اور لوگ دشمن کو پہچان لیں گے اور وہ پکڑ لیا جائے گا۔ گھوڑے والا بولا: اے میرے مولیٰ اس گھوڑے میں یہ صفت ہے کہ اس کا سوار جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں اس وقت انعام دوں گا کہ پہلے ان کا تجربہ کر لوں۔

اول اس نے مور کا تجربہ کیا اور اسے ویسا ہی پایا، جیسا کہ مور والے نے کہا تھا۔ پھر اس نے بگل کا تجربہ کیا اور اسے بھی بگل والے کے کہنے کے موافق پایا۔ اس نے ان دونوں حکیموں سے کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم دونوں یہ

مانگتے ہیں کہ ہم دونوں کی شادی اپنی ایک ایک بیٹی سے کر دے۔ بادشاہ نے اپنی بیٹیوں میں سے دو ان کے حوالے کر دیں۔

اب تیسرے حکیم نے جو گھوڑا لایا تھا بڑھ کر بادشاہ کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگا، جہاں پناہ مجھ پر بھی ویسی ہی بخشش کر جیسی کہ تو نے ان دونوں پر کی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ پہلے میں تیری لائی ہوئی چیز کا امتحان کر لوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا بیٹا آگے بڑھا اور بولا کہ ابا جان میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا تجربہ اور اس کے کمال کا امتحان کروں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ جس طرح تیری خوشی ہو، اس کا تجربہ کر۔ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے پاؤں ہلانے لگا لیکن گھوڑا اس سے مس نہ ہوا۔ شہزادے نے حکیم سے کہا کہ کہاں گئی وہ چال کی تیزی جس کا تو نے دعویٰ کیا تھا۔

حکیم شہزادے کے پاس گیا اور اسے اوپر اڑنے کا تیج دکھا کر کہا کہ اس تیج کو اوپر کی طرف کھینچ۔ جب اس نے تیج کو کھینچا تو گھوڑے نے جنبش کی اور وہ شہزادے کو لے کر آسمان کی طرف اڑا اور اڑتے اڑتے نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر شہزادہ حیران پریشان۔ گھوڑے پر سوار ہونے میں اسے بڑی ندامت تھی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ حکیم نے میرے مارنے کی چال چلی ہے۔ ”لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم۔“

اب اس نے گھوڑے کے تمام اعضاء کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی نظر ایک چیز پر پڑی جو مرغ کے تاج کی طرح گھوڑے سے دائیں اور بائیں شانوں پر تھی۔ سوچا کہ ان دونوں کھونٹیوں کے سوا اور تو کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔ ہو نہ ہو یہی اس کی کلیں ہیں اور اس نے داہنے شانے والی کھونٹی کو کھینچا، گھوڑا اور زیادہ تیزی سے اوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر اس نے وہ کھونٹی چھوڑ دی۔ بائیں شانے والی کو کھینچنے لگا اور گھوڑے کی جنبش بجائے اوپر کے نیچے کی طرف ہونے لگی اور

وہ آہستہ آہستہ زمین پر اترتا۔ شہزادہ ڈرتا بھی جاتا تھا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔
URDU4U.COM

(۳۵۲ سے ۳۵۷ تک کی راتوں کی کہانیاں حذف کر دی گئیں ہیں، بہت فحش ہیں)



• تین سو اٹھاونویں رات

تین سو اٹھاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- گھوڑا آہستہ آہستہ زمین کی طرف چلا۔ شہزادہ خوفزدہ بھی تھا اور گھوڑے کا یہ کمال دیکھ کر خوش بھی۔ تاہم اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہلاکت سے نجات ملی۔ وہ تمام دن اترتا رہا کیونکہ اوپر چڑھتے چڑھتے وہ زمین سے بہت دور پہنچ گیا تھا۔ اترتے وقت وہ جدھر چاہتا اوپر لے جاتا اور جب چاہتا نیچے لے آتا۔ جب اسے گھوڑے کی تمام کلیں معلوم ہو گئیں تو اس نے اس کی باگ زمین کی طرف پھیر دی اور ان ملکوں اور شہروں کی سیر کرنے لگا جنہیں اس نے کبھی نہ دیکھا تھا اور اس لئے انہیں پہچان نہ سکتا تھا۔ منجملہ اور شہروں کے اس کی نظر ایک شہر پر پڑی جس کے مکانات نہایت خوبصورت تھے اور چاروں طرف سبزہ زار اور درخت اور نہریں تھیں۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس شہر کا کیا نام ہے اور وہ کس ملک میں ہے؟ اسی خیال میں وہ شہر کے گرد چکر لگانے اور ادھر ادھر غور سے دیکھنے لگا۔ دن کی روشنی ختم ہونے والی تھی۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ رات بسر کرنے کے لئے مجھے اس شہر سے زیادہ خوبصورت جگہ کہاں ملے گی؟ یہیں رہوں صبح کو وطن روانہ ہو جاؤں گا اور گھر والوں اور باپ سے سارا ماجرا اور جو کچھ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے، بیان کروں گا۔ اب وہ ایسا کوئی گوشہ ڈھونڈنے لگا جہاں وہ اور اس کا گھوڑا امن و امان سے رہ سکیں اور کوئی انہیں نہ دیکھنے پائے۔

اس تلاش میں تھا کہ اس کی نظر بیچ شہر میں ایک عالی شان محل پر پڑی جس کے چاروں طرف فیصل اور اونچے اونچے برج تھے اس نے وہ کل دبائی جس سے گھوڑا نیچے اترتا تھا۔ گھوڑا اترتے اترتے سیدھا محل کی چھت پر آ گیا۔ شہزادہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ خدا کا شکر بجا لایا۔ گھوڑے کے ارد گرد پھرتا اور کہتا واللہ جس شخص نے تجھے ان اوصاف

کے ساتھ بنایا ہے وہ بڑا حکیم ہے۔ اگر خدا نے میری زندگی میں برکت دی اور مجھے صبح و سالم میرے وطن اور خاندان میں پہنچا دیا اور میرے باپ سے ملایا تو اس حکیم کے ساتھ بڑی فیاضی کے ساتھ پیش آؤں گا اور اسے بہت انعام دوں گا۔ پھر وہ محل کی چھت پر رات کے انتظار میں ایک طرف بیٹھا پیاس سے سخت بے چین تھا۔ گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد اس وقت تک نہ ایک بوند پانی کی اس کے حلق میں گئی تھی نہ اناج کا ایک دانہ۔ خیال کیا کہ محل میں کھانے پینے کی چیزیں تو ضرور ہوں گی۔ نیچے چل کر دیکھنا چاہیے۔ گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور آہستہ آہستہ راستہ ٹٹولتا چلا گیا۔ ایک زینہ نظر آیا اور وہ نیچے اترا۔ دیکھا کہ صحن میں مرمر کا فرش ہے۔ مکان اور عمارت کی خوبصورتی کا کیا کہنا لیکن حیرت یہ ہوئی کہ وہاں نہ اسے کوئی آواز سنائی دی نہ کوئی انسان دکھائی دیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دائیں بائیں دیکھتا اور اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ کدھر جائے۔ دل میں کہنے لگا کہ اس سے تو بہتر یہی ہے کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس جا کر وہیں رات گزاروں اور جب سویرا ہو تو اس پر سوار ہو کر چلتا ہوں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو انسٹھ ویں رات

جب تین سو انسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنزادہ کھڑا ہوا۔ اپنے دل سے یہی باتیں کر رہا تھا کہ محل کی طرف ایک روشنی آتی ہوئی دکھائی دی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ روشنی کے ساتھ کچھ کنیریں ہیں اور ان کے بیچ میں ایک لڑکی ہے جو حسین، دراز قامت اور جمال و کمال میں چاند کو مات کرتی ہے۔ یہ لڑکی اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ باپ کو اس سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اس کے لئے یہ محل بنوایا تھا۔ جب کبھی اس کا جی گھبراتا وہ اپنی کنیروں کو لے کر یہاں آتی اور ایک دو روز یا زیادہ ٹھہر کر اپنے محل سرا میں واپس چلی جاتی۔

اتفاق کی بات کہ وہ اس رات کنیروں کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے آئی تھی۔ ایک خادم تلوار لگائے ہمراہ تھا۔ آکر انہوں نے فرش بچھلایا، خوشبو کی انگیتھیاں جلائیں اور کھیل کود کر کے دل کو بہلانے لگیں۔ اپنے کھیل کود اور ہنسی مذاق میں مشغول تھیں کہ شنزادہ خادم کی طرف بڑھا۔ ایک طمانچہ مار کر اسے زمین اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کر ان کنیروں کی طرف بڑھا۔ وہ دائیں بائیں ہٹ گئیں۔ شنزادی کی نظر جو اس پر پڑی تو اس کی موہنی صورت دیکھ کر کہنے لگی تو شاید وہی شخص ہے جس نے کل مجھ سے شادی کرنے کی تجویز میرے باپ کے سامنے پیش کی تھی اور اس نے اس خیال سے رد کر دیا تھا کہ تو بد صورت ہے۔ واللہ میرے باپ نے جھوٹ بولا تھا، تو تو خوبصورت ہے۔ بات یہ تھی کہ ہندوستان کے بادشاہ کے بیٹے نے شنزادی سے شادی کرنے کی تجویز بادشاہ کے سامنے پیش کی تھی مگر اس نے انکار کر دیا تھا کیونکہ شنزادہ بد صورت تھا۔ شنزادی کو گمان ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جو میرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ آگے بڑھی اور اسے گلے لگا کر بوسے دینے لگی اور دونوں پاس پاس لیٹ گئے۔

کنیروں نے کہا کہ اے آقا یہ وہ شخص نہیں ہے جس نے تجھ سے شادی کرنے کی

تجويز تيرے باپ کے سامنے پیش کی تھی۔ وہ بد صورت تھا اور یہ خوبصورت ہے۔ جو تجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا اور جسے تیرے باپ نے منظور نہیں کیا، اس کے نوکر ہونے کے بھی قابل نہیں۔ اے آقا یہ تو بڑی شان و شوکت والا ہے۔

اب کنیزیں خادم کے پاس گئیں جو بے ہوش پڑا ہوا تھا، اسے جگایا۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور اپنی تلوار ڈھونڈنے لگا۔ کنیز نے کہا کہ جو شخص تجھے پختا دے کر تیزی تلوار لے گیا ہے وہ شہزادی کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اس خادم کو بادشاہ نے اپنی بیٹی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔

خادم اٹھ کر پردے کے پاس گیا اور اسے اٹھا کر دیکھا کہ شہزادی شہزادے کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور وہ دونوں باتیں کر رہے ہیں۔ خادم کی نظر ان پر پڑی تو اس نے شہزادے سے کہا کہ اے میرے آقا، بتا تو انسان ہے یا جن۔ شہزادہ بولا، اسے منحوس غلام تو ایران کے بادشاہوں کی اولاد کو کافر شیطان کہتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار اٹھالی اور کہا کہ میں بادشاہ کا داماد ہوں، اس نے میری شادی اپنی بیٹی سے کر دی ہے۔ یہ سن کر خادم نے کہا کہ اے میرے آقا، اگر تو انسان ہے جیسا کہ تو خود کہتا ہے تو شہزادی تیرے سوا اور کسی کے قابل نہیں اور سب سے زیادہ تو اس کا مستحق ہے۔

اس کے بعد خادم بادشاہ کے پاس جا کر چلانے، کپڑے پھاڑنے اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر بادشاہ نے کہا کہ تجھ کیا بلا لٹوئی ہے؟ تو نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ جلد بتا زیادہ باتیں نہ بنا۔ اے بادشاہ اپنی بیٹی کے پاس چل اس کے اوپر ایک بھوت سوار ہے جس کی وضع انسانوں کی سی اور شکل شہزادوں کی سی ہے، جلد چل کر اسے نکال۔ بادشاہ نے اسے یہ کہتے سنا تو اس کے قتل کی ٹھان لی اور خادم سے کہنے لگا کہ تو نے کیوں اتنی غفلت کی یہ بھوت اس پر سوار ہو گا؟ اور بادشاہ اس محل کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اس کی بیٹی تھی۔ وہاں پہنچ کر اسے دیکھا کہ کنیزیں کھڑی ہوئی ہیں۔ ان سے پوچھا کہ میری بیٹی کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے؟ انہوں

نے کہا کہ اے بادشاہ ہم شنزادی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ جوان تلوار لے کر
 یکا یک ہم پر ٹوٹ پڑا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور جس سے زیادہ خوبصورت
 ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہم نے ماجرا پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ تو نے اس کی شادی
 اپنی بیٹی سے کر دی ہے۔ اس سے زیادہ ہمیں خبر نہیں اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ
 وہ جن ہے یا انس لیکن وہ بہت با عصمت اور سلیقہ مند ہے، اس سے کوئی بری بات
 سرزد نہیں ہوئی۔

جب بادشاہ نے کنیزوں کو یہ کہتے سنا تو اس کا غصہ اتر گیا اور وہ پردے کو تھوڑا کھسکانے
 لگا۔ دیکھا کہ اس کی بیٹی شنزادے کے ساتھ باتیں کر رہی ہے اور وہ نہایت حسین
 ہے۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ غیرت کی وجہ سے وہ ضبط نہ کر سکا
 اور پردہ اٹھا کر ہاتھ میں ننگی تلوار لئے دونوں کی طرف بھوت کی طرح بڑھا۔ جب شنزادے
 کی نظر اس پر پڑی تو اس نے شنزادی سے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے؟ اس نے جواب
 دیا، ہاں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
 ملی تھی۔

• تین سو ساٹھویں رات

تین سو ساٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنزادے نے پوچھا کہ یہ تیرا باپ ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ یہ سن کر وہ تلوار لے کر اٹھا اور اس زور سے نعرہ مارا کہ بادشاہ کانپ اٹھا۔ اسے یقین آ گیا کہ شنزادہ مجھ سے زیادہ پھرتلا ہے اور اس سے پہلے کے شنزادہ بادشاہ پر حملہ کرے بادشاہ نے اپنی تلوار میان میں ڈال لی اور جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ شنزادہ اس کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اس کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ اے نوجوان تو انسان ہے یا جن؟

شنزادے نے کہا کہ اگر مجھے تیرے مرتبے اور تیری بیٹی کی عزت کا پاس نہ ہوتا تو میں تیرا خون بہا دیتا مجھے شیطانوں کی طرف کیونکر منسوب کرتا ہے حالانکہ میں ایران کے ان بادشاہوں کی اولاد میں سے ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو تیری عزت اور حکومت کو برباد کر کے چھوڑیں اور تیرے ملک پر قابض ہو جائیں۔ بادشاہ نے اس کی باتیں سنیں تو سہم گیا۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور کہنے لگا کہ اگر تو بادشاہوں کی اولاد میں سے ہے جیسا کہ تو خود کہتا ہے تو بغیر میری اجازت کے تو محل میں کیوں آیا، کس لئے میری بے عزتی کی اور میری بیٹی کے پاس آ کر کہا کہ تو اس کا شوہر ہے اور یہ جھوٹ بولا کہ میں نے تیری شادی اس کے ساتھ کر دی ہے؟ میں تو وہ شخص ہوں کہ جس نے بادشاہوں اور بادشاہ زادن کو قتل کر دیا جبکہ وہ میری بیٹی کا پیغام لے کر آئے۔ تجھے میری قوت کے آگے کون بچا سکتا ہے! اگر میں اپنے غلاموں اور نوکروں کو آواز دوں اور ان سے کہوں کہ وہ تجھے قتل کر دیں تو وہ فوراً ہی تجھے قتل کر دیں گے اور تجھے کوئی بچا نہ سکے گا۔

جب شنزادے نے یہ باتیں سنیں تو بادشاہ سے کہنے لگا کہ مجھے تجھ پر اور تیری نادانی پر تعجب ہوتا ہے کیا تجھے اپنی بیٹی کے لئے مجھ سے بہتر شوہر مل سکتا ہے؟ کیا تیری

نظر سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جو مجھ سے زیادہ قوی دل اور حملہ آور ہو اور بڑے بدبے اور لاؤ لشکر والا ہو؟ بادشاہ نے کہا واللہ نہیں۔ لیکن اے جوان میں چاہتا ہوں کہ تو گواہوں کے سامنے اس سے شادی کی تجویز پیش کرتا کہ اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دوں۔ کیونکہ اگر میں نے تیرا نکاح اس کے ساتھ چوری چھپے کر دیا تو ساری دنیا میں بدنام ہو جاؤں گا۔ شہزادے نے کہا کہ اب تو نے معقول بات کہی ہے لیکن اے بادشاہ اگر تو نے اپنے غلاموں اور نوکر چاکروں اور لشکر لے کر میرے اوپر چڑھائی کر دی اور جیسا کہ تیرا خیال ہے انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو اس صورت میں کیا تیری بدنامی نہ ہو گی۔ بعض لوگ تجھے سچا جانیں گے اور بعض جھوٹا۔ اے بادشاہ میری رائے یہ ہے کہ تو میرا کہنا مان۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا کہتا ہے۔ شہزادے نے کہا کہ یا تو میں اور تو تنہا مقابلہ کریں اور ہم میں سے جو شخص دوسرے کو قتل کر دے وہی بادشاہت کا زیادہ سزا وار سمجھا جائے یا آج رات تو مجھے رہنے دے اور کل صبح کو تو اپنا لشکر اور فوجیں اور غلام لے کر میرے اوپر چڑھائی کر اور مجھے بتا دے کہ ان کی تعداد کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ ان کی تعداد چالیس ہزار سوار ہے۔ اسی قدر غلام اور ان کے ماتحت۔ شہزادے نے کہا کہ کل جب دن نکلے تو انہیں میرے ساتھ مقابلے میں لائیو اور ان سے کہیو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو اکٹھویں رات

جب تین سو اکٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنزادے نے کہا کہ انہیں میرے مقابلے میں لا کر کہو کہ یہ شخص اس شرط پر میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے کہ وہ تم سب سے مقابلہ کرے گا اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سب پر غالب آئے گا اور سب کو نیچا دکھائے گا اور تمہاری اس کے آگے کچھ بھی نہ چلے گی۔ یہ کہہ کر تو مجھے ان کے ساتھ لڑنے دیجیو۔ اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تیرا بھید چھپا رہے گا اور تیری عزت بچی رہے گی اور اگر میں نے غالب آ کر انہیں نیچا دکھایا تو میں اس قابل ہوں کہ بادشاہوں سے رشتہ ناطہ قائم کروں بادشاہ نے اس کی بات پسند کی اور اس کا مشورہ مان لیا۔ اگرچہ اس نے سمجھا کہ وہ بڑی ڈینگ ہانکتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کی دلیری پر خوفزدہ بھی ہو گیا کہ کہیں یہ کوئی جن تو نہیں ہے، ساری فوج کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور بادشاہ نے نوکر بلا کر کہا کہ ابھی وزیر کے پاس جا اور کہہ کہ تمام لشکر کو جمع کر کرے ہتھیاروں سے آراستہ ہونے کا حکم دے۔ نوکر نے وزیر کو بادشاہ کا حکم پہنچا دیا اور وزیر نے فوجی سرداروں اور امراء کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہتھیار لگائے ہوئے نکلیں۔

یہ تو ان کا قصہ ہوا۔ اب بادشاہ کا حال سنئے۔ وہ شنزادے سے برابر باتیں چیتیں کرتا رہا۔ اس کی باتیں اور عقل و تمیز اسے بہت پسند آئی۔ وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ صبح ہو گئی۔ بادشاہ وہاں سے اٹھ کر اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ فوج کو حکم دیا کہ سوار ہو جائے اور اپنے بہترین گھوڑوں میں سے ایک عمدہ گھوڑا شنزادے کی سواری کے لئے پیش کیا اور حکم دیا کہ اس کا سازو سامان نہایت عمدہ ہو۔ شنزادہ، بادشاہ سے کہنے لگا کہ جب تک میں لشکر کے پاس جا کر اس کا معائنہ نہ کر لوں، ہر گز سوار نہ ہوں

گا۔ بادشاہ نے کہا جیسی تیری مرضی۔ اب بادشاہ اور شہزادہ ساتھ ساتھ چلے اور میدان میں پہنچے۔ جوان نے دیکھا کہ لشکر بے شمار ہے۔ بادشاہ نے بلند آواز سے کہا کہ اے لوگو! میرے پاس ایک جوان آیا ہے اور میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس سے زیادہ خوبصورت، دل کا مضبوط اور طاقتور میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تنہا تمہیں مار کر نیچا دکھائے گا اگر تمہاری تعداد ایک لاکھ بھی ہو تو اس کے آگے کم ہے۔ لہذا جب وہ تمہارے مقابلے میں آئے تو اسے بھالوں کی نوکوں اور تلواروں کی دھار پر لے لینا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چھوٹا منہ اور بڑا نوالہ۔

پھر بادشاہ نے کہا کہ بیٹا ان سے کہہ، کیا چاہتا ہے۔ وہ بولا، اے بادشاہ تو نے میرے ساتھ نا انصافی کی ہے۔ میں ان سے اس حالت میں کیونکر لڑ سکتا ہوں کہ میں پیدل ہوں اور وہ سوار! بادشاہ نے کہا کہ میں نے تجھے سوار ہونے کے لئے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔ تمام گھوڑے تیرے آگے حاضر ہیں۔ ان میں سے جو پسند ہو لے لے۔ شہزادے نے کہا کہ تیرے گھوڑوں میں سے مجھے کوئی پسند نہیں۔ میں سوار ہوں گا تو اپنے اس گھوڑے پر جو مجھے یہاں لایا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرا گھوڑا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا تیرے محل میں۔ بادشاہ نے پوچھا میرے محل میں کس جگہ؟ اس نے کہا کہ چھت پر۔ بادشاہ نے کہا یہ پہلی بے وقوفی والی بات ہے جو تو نے کی۔ بھلا گھوڑا چھت پر کس طرح ہو سکتا ہے لیکن کیا مضائقہ، ابھی تیرا جھوٹ سچ کھل جاتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے ایک مصاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے محل میں جا اور چھت پر جو چیز ہو، اسے لے آ۔ لوگوں کو جوان کی بات پر پڑا تعجب ہوا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ گھوڑا زینے پر سے کیونکر اتر سکتا ہے۔ ایسی بات ہم نے تو آج تک سنی نہیں۔ بادشاہ کے مصاحب نے محل پر چڑھ کر دیکھا تو واقعی وہاں ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ اس سے زیادہ خوبصورت اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پاس پہنچ کر غور جو کیا تو آنسو اور ہاتھی دانت کا ہے۔ اس مصاحب کے ساتھ بادشاہ کے چند مصاحب بھی اوپر چڑھ آئے تھے۔ وہ بھی گھوڑے کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور کہا، کیا جوان کا مطلب اسی

گھوڑے سے تھا؟ ہمارے خیال میں وہ پاگل ہے لیکن ابھی سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• تین سو باسٹھویں رات

تین سو باسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- مصاحبوں نے کہا کہ ابھی سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔ ممکن ہے اس میں کوئی عظیم الشان بھید ہو۔ وہ گھوڑے کو اٹھا کر لائے اور بادشاہ کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو کر اسے دیکھنے، اس کی خوبصورتی اور زین اور لگام کی عمدگی پر عیش عیش کرنے لگے۔ بادشاہ کو بھی وہ بہت پسند آیا اور تعجب سے پوچھا، یہی تیرا گھوڑا ہے؟ شہزادے نے کہا، ہاں اے بادشاہ، یہی میرا گھوڑا ہے۔ ابھی تو اس کی عجیب و غریب باتیں دیکھ لے گا۔ بادشاہ بولا، اچھا لے اپنا گھوڑا اور سوار ہو۔ اس نے کہا کہ جب تک لشکر دور نہ ہٹ جائے میں اس پر سوار نہ ہوں گا۔ بادشاہ نے لشکر والوں سے کہا جو اس کے آس پاس تھے کہ گھوڑے سے ایک تیر کے فاصلے پر دور چلے جاؤ۔ شہزادے نے کہا، اے بادشاہ دیکھ اب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں اور ان پر حملہ کر کے انہیں تتر بتر اور ان کے دل پاش پاش کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا جو تیرا جی چاہے کر اور ان کے ساتھ کوئی کسر نہ چھوڑ کیونکہ وہ بھی تیرے ساتھ کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔

شہزادہ اپنے گھوڑے کے پاس جا کر اس پر سوار ہو گیا اور لشکر نے صفیں باندھ لیں۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جونہی جوان ان کے بیچ میں آئے گا ہم اسے نیزوں کی نوکوں اور تلواروں کی دھار پر لے لیں گے۔ ایک شخص بولا۔ واللہ یہ بڑی بات ہے، ایسے خوبصورت اور خوش قد جوان کو ہم کیونکر قتل کر سکتے ہیں، ایک دوسرے نے کہا تمہاری اس تک رسائی بہت مشکل سے ہو سکتی ہے۔ ایسا حوصلہ کوئی یونہی نہیں کرتا، اسے اپنی بہادری اور جواں مردی پر بھروسہ ہے۔ شہزادے نے گھوڑے پر سوار ہو کر اڑنے کا بیج پھرایا۔ لوگ گردنیں نکال نکال کر اس کی طرف دیکھنے لگے کہ

وہ کیا کرتا ہے۔ گھوڑا ہلنے مچلنے اور ایسی حرکتیں کرنے لگا جیسا گھوڑے کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اس کے پیٹ میں ہوا بھر گئی تو وہ زمین سے ابھرا اور ہوا میں اڑ گیا۔ بادشاہ نے اسے معلق ہوتے اور اڑتے دیکھا تو لشکر کو آواز دی، کبختو پکڑو کہیں تمہاری زد سے نکل نہ جائے۔ وزیروں اور نوابوں نے کہا کہ اے حضور کیا اڑتی ہوئی چڑیا کو کوئی پکڑ سکتا ہے! یہ ضرور کوئی بڑا جادوگر تھا۔ بڑا فضل ہوا، خدا کا شکر کر کہ تجھے اس کے ہاتھ سے نجات ملی۔

شہزادے کی یہ حالت دیکھنے کے بعد بادشاہ اپنے محل میں گیا اور اپنی بیٹی سے سارا ماجرا بیان کیا جو اسے میدان میں شہزادے کے ساتھ پیش آیا تھا۔ شہزادی کو اس کی جدائی پر بڑا افسوس ہوا اور وہ اتنی سخت بیمار پڑی کہ تکیے سے سر نہ اٹھاتی۔ بادشاہ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس سے کہنے لگا کہ بیٹی خدا کا شکر کر کہ اس نے ہمیں اس مکار جادوگر سے نجات دی۔ اس کے بعد اس نے شہزادے کا ماجرا پھر بیان کیا اور یہ کہ وہ کس طرح ہوا میں اڑ گیا۔ لیکن اس نے ایک بات بھی نہ سنی جو باپ نے کسی تھی بلکہ اور زیادہ رونے پٹنے لگی اور اپنے سے عہد کیا کہ جب تک خدا اسے مجھ سے نہ ملا دے، نہ میں کھانا کھاؤں گی، نہ پانی پیوں گی۔ باپ کو اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر بڑا صدمہ پہنچا اور سخت پریشان رہنے لگا۔ جتنا اسے تسلی دیتا، اتنا ہی اس کی محبت زور پکڑتی۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو تریسٹھ دین رات

جب تین سو تریسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ جتنا اسے تسلی دیتا، اتنا ہی اس کی محبت زور پکڑتی۔

یہ تو بادشاہ اور اس کی بیٹی کا حال ہوا، اب شنراہے کا ماجرا سنئے۔ جب وہ ہوا میں اڑا اور تنہائی ہوئی تو لڑکی کے حسن و جمال کی یاد آئی۔ بادشاہ کے مصاحبوں سے وہ اس شر، بادشاہ اور اس کی بیٹی کا نام پوچھ چکا تھا، یہاں کے اتے پتے اسے معلوم ہو گئے تھے۔ وہ تیزی کے ساتھ اڑتا ہوا اپنے شر پہنچا۔ شر کا چکر کھانے کے بعد اپنے باپ کے محل کی طرف گیا اور چھت پر اتر پڑا۔ گھوڑے کو وہیں چھوڑ کر اترتا اور اپنے باپ کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ اس کی جدائی میں غمگین بیٹھا ہے۔ بیٹے کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا، دوڑ کر اسے سینے سے لگا لیا اور بہت خوش ہوا۔ جب شنراہہ اپنے باپ کے پاس بیٹھا تو اس نے حکیم کے بارے میں دریافت کیا جس نے وہ گھوڑا بنایا تھا اور کہا، ابا جان اس کا کیا حشر ہوا؟

باپ نے جواب دیا کہ خدا حکیم کا ستیاناس کرے اور اس گھڑی کا جب میں نے اسے دیکھا تھا۔ اسی کی وجہ سے ہم میں یہ تفرقہ پڑا۔ بیٹا جب سے تو غائب ہوا وہ قید خانے میں ہے۔ شنراہے نے کہا کہ اس پر مہربانی کر اور قید خانے سے نکال کر اسے میرے پاس بلا۔ حکیم، بادشاہ کے پاس آیا تو اس نے اسے خوشنودی کا خلعت عطا کیا اور اس کے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آیا لیکن اپنی بیٹی اسے نہ دی۔ حکیم اندر ہی اندر ہی طیش کھانے لگا اور اپنے کئے پر بہت پچھتایا۔ اسے یقین ہو گیا کہ شنراہہ گھوڑے کے بھید سے واقف ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میری رائے میں اس گھوڑے پر ہرگز سوار نہ ہو بلکہ اس کے پاس بھی نہ پھٹک اس لئے کہ تجھے اس کی اصلیت سے واقفیت نہیں، جو تو دیکھتا ہے محض دھوکے کی ٹٹی ہے شنراہہ اپنے باپ

سے سفر کا سارا ماجرا بیان کر چکا تھا جس پر اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر وہ تجھے قتل کرنا چاہتا تو قتل کر چکا ہوتا لیکن ابھی تیری موت نہیں آئی تھی۔

شہزادہ اس لڑکی کی محبت میں بے چین تھا جو صنعا کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ اس سے زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ صبح ہوتے ہی وہ گھوڑے کے پاس گیا۔ اس پر سوار ہو کر اڑنے کا تیج پھر پھرایا۔ وہ ہوا میں بلند ہو کر آسمان کی طرف چل دیا۔ اتنے میں باپ نے اٹھ کر بیٹے کو تلاش کیا، کہیں نہ ملا تو وہ پریشان ہو کر محل پر چڑھا۔ دیکھا صاحبزادے صاحب ہوا میں اڑے چلے جا رہے ہیں۔ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بے حد پچھتایا کہ اس نے گھوڑے کو لے کر پہلے ہی چھپا کیوں نہ دیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اب کے میرا بیٹا لوٹا تو میں اس گھوڑے کو سلامت نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بغیر مجھے اپنے بیٹے کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ بیٹے کو آنکھوں کے سامنے غائب ہوتے دیکھ کر وہ رونے پینے لگا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو چونٹھ ویں رات

جب تین سو چونٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ اپنے بیٹے کی جدائی پر رونے پٹنے لگا۔ یہ تو اس کا حال ہوا۔ اب اس کے بیٹے کا قصہ سنئے: وہ ہوا میں اڑتے اڑتے صنعا پر جا کر رکا۔ اسی جگہ اتر جہاں پہلے اترتا تھا اور دبے پاؤں شہزادی کی محل سرا میں پہنچا۔ دیکھا وہاں نہ وہ ہے نہ اس کی کنیزیں نہ اس کا محافظ غلام۔ غمگین اور افسردہ خاطر ادھر ادھر ڈھونڈنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے پتہ چلا وہ آج ایک بالکل الگ کمرے میں ہے اور تکیے پر سر رکھے لیٹی ہوئی ہے۔ کنیزیں اور مائیں اس کے ارد گرد کھڑی ہیں۔ شہزادے نے اندر جا کر انہیں سلام کیا۔ جونہی لڑکی کے کان میں اس کی آواز پہنچی، وہ اٹھ بیٹھی۔ اسے گلے سے لگا لیا۔ اس کی پیشانی چومنے اور اسے سینے سے لگانے لگی۔

شہزادے نے کہا اے میری آقا اتنی مدت تک تو نے مجھے اکیلا رکھا۔ اس نے جواب دیا کہ اکیلا تو تو نے مجھے چھوڑ دیا تھا، اگر تو کچھ دنوں اور غائب رہتا تو میں ضرور مر جیتی۔ شہزادے نے کہا کہ اے میری آقا تجھے معلوم ہے کہ تیرے باپ نے میری کیا گت بنائی ہے اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اے لوگوں کے دلوں کو تباہ کرنے والی! اگر مجھے تیری محبت کا پاس نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر دیتا اور سب کو اس سے عبرت ہوتی۔ لیکن تیری محبت کی وجہ سے میں اس سے بھی محبت کرتا ہوں۔

شہزادی نے کہا تو نے میری جدائی کس طرح گوارا کی۔ کہیں میری زندگی بے تیرے آرام سے گزر سکتی تھی! شہزادہ بولا کیا تو میری بات سننے اور کہنا ماننے کے لئے تیار ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو تو کہنا چاہتا ہے، میں تیرا کہنا مانوں گی اور بالکل مخالفت نہ کروں گی۔ شہزادے نے کہا کہ میرے ساتھ میرے ملک و وطن کو چل۔ اس نے کہا سر آنکھوں سے۔ شہزادہ باغ باغ ہو گیا، اس کا ہاتھ پکڑا، خدا کی قسم دی پھر

محل کے اوپر جا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ شہزادی کو اپنے پیچھے بٹھایا اپنی پیٹھ سے خوب مضبوط باندھا اور اس پیچ کو پھرایا جس سے گھوڑا اوپر کی طرف پرواز کرتا تھا۔ گھوڑا انہیں لے کر ہوا میں اڑا۔ یہ دیکھ کر کنیزیں چلانے لگیں اور انہوں نے جا کر شہزادی کے ماں باپ کو خبر کی۔

بادشاہ اور بادشاہ کی بیگم دونوں محل کی چھت پر گئے۔ بادشاہ نے نظر اوپر اٹھائی دیکھا کہ آبنوس کا گھوڑا ہوا میں اڑتا چلا جاتا ہے۔ بادشاہ کا دل ٹوٹ گیا۔ اس نے چلا کر کہا اے شہزادے خدا کے واسطے مجھ پر اور میری بیوی پر رحم کر ہم میں اور ہماری بیٹی میں جدائی نہ ڈال، لیکن شہزادے نے کچھ جواب نہ دیا مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ شاید شہزادی کو اپنے ماں باپ کے چھٹنے کا افسوس ہو۔ وہ اس سے کہنے لگا کہ اے خانہ برانداز کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے تیرے ماں با کے پاس واپس کر دوں؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا واللہ میری یہ ہرگز خواہش نہیں۔ میں تو اب تیرے ساتھ ہوں۔ تیری محبت نے مجھے ہر چیز سے بے پرواہ کر دیا حتیٰ کہ میرے ماں باپ سے بھی۔ یہ سن کر شہزادے کی مارے خوشی کے باچھیں کھل گئیں اور وہ آہستہ آہستہ اڑتا کہ شہزادی کو تکلیف نہ ہو۔ اب چلتے چلتے وہ ایک سبزہ زار پہنچے جہاں پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، وہاں اتر کر انہوں نے کھایا پیا۔ اس کے بعد شہزادہ پھر سوار ہو گیا اور شہزادی کو اپنے پیچھے بٹھا کر سی سے مضبوط باندھ دیا تا کہ وہ کہیں گر نہ پڑے اور آگے روانہ ہو گیا آخر اپنے باپ کے شہر میں پہنچا۔ اب اسے اور زیادہ خوشی ہوئی اس نے چاہا کہ لڑکی کو شاہی محل اور باپ کی حکومت کا معائنہ کرائے اور یہ ثابت کر دے کہ میرے باپ کا ملک تیرے باپ کے ملک سے بڑا ہے۔ اس لئے پہلے وہ ایک باغ میں اترآ جو اس کے باپ کی سیر گاہ تھی اور شہزادی کو محل سرا میں لے گیا جو اس کے باپ کے لئے آراستہ کی گئی تھی اور گھوڑے کو محل سرا کے دروازے پر کھڑا کر کے لڑکی سے کہا کہ اس کی نگہبانی کیجیو اور جب تک میں اپنا قاصد نہ بھیجوں

یہیں ٹھہری رہیو۔ میں باپ کے پاس جا کر تیرے لئے ایک محل آراستہ کروں گا اور تجھے اپنی شان و شوکت دکھاؤں گا۔ اس کی یہ باتیں سن کر لڑکی بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی جو تیرا جی چاہے کر -----

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو پینٹھ ویں رات

جب تین سو پینٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- لڑکی نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ وہ سمجھ گئی کہ میں نہایت شان و شوکت سے داخل ہوں گی جس کی میں مستحق ہوں۔ اب شہزادہ وہاں سے چل کر شہر میں داخل ہوا اور اور اپنے باپ کے پاس گیا۔ باپ نے جو بیٹے کو دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ اس کا خیر مقدم کیا اور مرحبا کہا۔ شہزادہ کہنے لگا ابا جان میں اس شہزادی کو لے آیا ہوں جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ اسے شہر کے باہر ایک باغ میں ٹھہرا دیا ہے اور تجھے خبر دینے آیا ہوں تا کہ تو جلوس تیار کر کے اس کی پیشوائی کو چلے اور اسے اپنی شان و شوکت اور لاؤ لشکر دکھائے۔

بادشاہ نے فوراً رعایا کو حکم دیا کہ شہر کو نہایت خوبصورتی سے آراستہ و پیراستہ کریں اور خود نہایت تزک و احتشام کے ساتھ سوار ہوا۔ لشکر اور تمام امرا وزرا نوکر چاکروں کو لے کر چلا۔ شہزادے نے اپنے باپ کے محل سے زیور اور پوشاکیں اور کل چیزیں جو گزشتہ بادشاہوں نے جمع کر رکھی تھیں، نکالیں اور شہزادی کے لئے سبز، سرخ اور زرد کخواب کا ڈولا تیار کرا کر اس میں ہندی اور رومی حبشی کنیزوں کو بٹھایا اور عجیب و غریب خزانے نکالے۔ پھر شہزادہ ڈولے کو ڈولے والیوں کے پاس چھوڑ کر باغ میں گیا جہاں وہ شہزادی کو چھوڑ آیا تھا اور چاروں طرف دیکھا لیکن نہ اسے پایا نہ گھوڑے کو، وہ منہ پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے اور پاگلوں کی طرح باغ کے چکر لگانے لگا۔ جب اس کی عقل ذرا ٹھکانے آئی تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اسے گھوڑے کا بھید کیونکر معلوم ہوا۔ وہ تو بالکل اس کے کل پرزوں سے ناواقف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی حکیم کو جس نے گھوڑا بنایا تھا اس کا پتا چل گیا اور وہ اسے لے اڑا کیونکہ میرے باپ نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔

اب شنراے نے باغ کے چوکیداروں کو بلا کر پوچھا کہ کوئی شخص وہاں سے گزرا ہے؟ کسی کو تم نے یہاں سے گزرتے اور باغ کے اندر داخل ہوتے دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم نے کسی کو یہاں آتے دیکھا ہے تو وہ ایرانی حکیم تھا جو کارآمد بوٹیاں جمع کرنے آیا تھا۔ شنراے نے انہیں کہتے سنا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہی حکیم لڑکی لو لے گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• تین سو چھیاسٹھ دیں رات

جب تین سو چھیاسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- ان کی باتیں سن کر شنزادے کو یقین ہو گیا کہ وہی حکیم لڑکی کو لے گیا ہے۔ قسمت کا لکھا بغیر پورا ہوئے نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت جب شنزادہ لڑکی کو باغ کی محل سرا میں چھوڑ کر اس کے خیر مقدم کی تیار کرنے باپ کے محل میں گیا تو اسی وقت بوٹیاں جمع کرنے کی غرض سے حکیم باغ میں پہنچا اور اسے مشک و عطر کی خوشبوئیں آنے لگیں جن سے ساری فضا معطر تھی۔ یہ خوشبو شنزادی کے پاس سے آ رہی تھی۔ حکیم اس خوشبو کی طرف چلا اور چلتے چلتے اس محل سرا تک پہنچ گیا۔ جونہی اس کی نظر گھوڑے پر پڑی اس کا دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ اسے گھوڑے کے ہاتھ سے جانے کا بڑا افسوس تھا۔ اس نے گھوڑے کے پاس جا کر اس کے سارے کل پرزے جانچے، دیکھا کہ سب ٹھیک ہیں لیکن جونہی اس نے چاہا کہ سوار ہو کر چل دے خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی کہ شنزادہ کون سی چیز لا کر اس گھوڑے کے پاس یہاں چھوڑ گیا ہے۔ وہ ہر طرف نظر دوڑاتا محل سرا میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک لڑکی وہاں بیٹھی ہوئی ہے جیسے کہ صاف آسمان پر سورج۔ اسے دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ اس میں کوئی نہ کوئی خاص بھید ہے۔ شنزادہ ہی اسے گھوڑے پر بٹھا کر یہاں لایا ہو گا اور اسے محل سرا میں چھوڑ گیا ہو گا تا کہ جلوس لا کر اسے شان و شوکت کے ساتھ شہر میں لے جائے۔ یہ سوچ کر حکیم اس کی طرف بڑھا اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ شنزادی نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی دیکھا کہ ایک نہایت بد صورت اور کرمہ منظر شخص سامنے کھڑا ہے۔ پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ اے میر آقا میں شنزادے کا قاصد ہوں، اس نے مجھے تیرے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں تجھے دوسرے باغ

میں لے چلوں جو شہر کے قریب ہے۔ یہ سن کر لڑکی نے کہا کہ شہزادہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ شہر میں اپنے باپ کے پاس عنقریب جلوس کے ساتھ تیرے پاس آنے والا ہے۔ شہزادی بولی، اے شخص کیا شہزادے کے پاس اور کوئی نہ تھا جسے وہ میرے پاس بھیجتا۔

یہ سن کر حکیم ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے میری آقا میری بد صورتی اور کسہ منظری پر مت جا۔ اگر تجھے بھی مجھ سے وہ فائدے پہنچتے جو شہزادے کو پہنچے ہیں تو تو میرے متعلق ایسا خیال نہ کرتی۔ شہزادے نے خاص طور پر میری بد شکلی اور ڈراؤنی صورت کی وجہ سے تیرے پاس بھیجا ہے کیونکہ وہ تجھ پر عاشق ہے اور عاشق شکی ہوتے ہیں ورنہ اس کے پاس بے شمار غلام اور نوکر چا کر ہیں۔ یہ باتیں لڑکی کی سمجھ میں آ گئیں، اسے یقین ہو گیا کہ وہ سچ کہتا ہے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔-----

اور شہزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو سڑٹھ ویں رات

جب تین سو سڑٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور کہنے لگی کہ اے میرے باپ میری سواری کے لئے تو کیا لایا ہے؟ اس نے کہا کہ اے میری آقا، اسی گھوڑے پر چڑھ جس پر تو سوار ہو کر آئی ہے۔ شنزادی نے کہا کہ میں اکیلی اس پر نہیں چڑھ سکتی۔ یہ سن کر حکیم مسکرایا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب پالا مار لیا۔ وہ اس سے کہنے لگا کہ میں خود تیرے ساتھ سوار ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ سوار ہو گیا اور لڑکی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اسے اپنے بدن سے ملا کر خوب مضبوط باندھ دیا۔ لڑکی تو بالکل بے خبر تھی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ حکیم نے پرواز کے تیج کو دبایا۔ گھوڑے کے پیٹ میں ہوا بھر گئی اور وہ حرکت کرتے کرتے اوپر کی طرف چلا اور اڑتے اڑتے شہر سے غائب ہو گیا۔ لڑکی نے کہا، اے شخص تیرا بیان شنزادے کے متعلق کیا ہو گیا؟ تو نے مجھے کہا تھا کہ اس نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے۔ حکیم نے کہا کہ خدا کی مار شنزادے پر، وہ بڑا خبیث اور ملعون ہے۔ شنزادی نے کہا تجھے یہ ہمت کیونکر ہوئی کہ تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ میرا آقا نہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں؟ شنزادی نے کہا مجھے تمہارے متعلق اتنا ہی معلوم ہے جتنا تو نے خود بیان کیا ہے۔ وہ بولا یہ باتیں میں نے تجھے اور شنزادے کو دھوکا دینے کے لئے کہی تھیں۔ جس گھوڑے پر تو سوار ہے، اسے شنزادے کی نذر کر کے میں ایک مدت سے پشیمان تھا۔ میں نے اسے بنایا ہے لیکن شنزادے نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اب میں اس پر غالب آ گیا اور تو بھی میرے ہاتھ لگی۔ اب اس کا دل اسی طرح جلے گا جس طرح اس نے میرا دل جلایا ہے۔ اب اس کے ہاتھ ہر گز یہ گھوڑا نہیں لگ سکتا۔ غم نہ کر

بلکہ دل شاد ہو میں تیرے لئے اس سے زیادہ کارآمد ثابت ہوں گا۔ یہ سن کر لڑکی اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگی اور دل میں کہتی ہائے افسوس نہ تو میرا محبوب مجھ کو ملا اور نہ میں اپنے ماں باپ ہی کے پاس رہی اور اپنی مصیبت پر زار زار روتی۔

حکیم اسے لئے روم کے ملک میں پہنچا۔ اور ایک سبزہ زار میں اترا۔ جہاں بہت سے درخت اور ندیاں تھیں۔ سبزہ زار کے قریب ایک شہر تھا جس پر ایک عظیم الشان بادشاہ حکمرانی کرتا تھا۔ اتفاق کی بات تھی کہ بادشاہ سیر و شکار کے لے نکلا اور پھرتے پھرتے اس سبزہ زار میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بد صورت شخص ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ کھڑا ہے۔ حکیم کی توجہ ابھی اس طرف نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کے غلاموں نے جھپٹ کر حکیم، لڑکی اور گھوڑے کو گرفتار کر لیا اور سب کو بادشاہ کے پاس لا کر حاضر کیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ جس قدر لڑکی حسین ہے اسی قدر مرد کسبہ منظر۔ کچھ بے جوڑ سی بات معلوم ہوئی۔ لڑکی سے پوچھا کہ یہ بوڑھا تیرا کیا لگتا ہے؟ قبل اس کے کہ وہ کچھ کہے حکیم بول پڑا۔ یہ میری بیوی اور چچیری بہن ہے لیکن لڑکی نے یہ سن کر کہا کہ واللہ اے بادشاہ وہ جھوٹا ہے۔ نہ وہ میرا شوہر ہے نہ میں اسے پہچانتی ہوں بلکہ وہ مجھے دھوکا دے کر زبردستی پکڑ لایا ہے۔

جب بادشاہ نے لڑکی کا بیان سنا تو کہا اس شخص کو مارو اور بادشاہ کے آدمیوں نے اسے اتنا مارا کہ وہ مرتے مرتے بچا۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے شہر لے جا کر قید خانے میں ڈال دیں۔ غرض حکیم سے لڑکی اور گھوڑا چھین لیا گیا اور اسے قید خانے بھیج دیا لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ گھوڑے میں کیا خوبیاں ہیں اور وہ کس طرح چلتا ہے؟

یہ تو حکیم اور لڑکی کی سرگزشت ہوئی۔ اب شہزادے کی کہانی سنئے۔ وہ سفر کے کپڑے پہن کر اور ضرورت کے موافق مال کے کر بری حالت میں چل کھڑا ہوا اور رواں دواں گاؤں گاؤں، شہر شہر اسے ڈھونڈنے لگا۔ جہاں جاتا آنسو کے گھوڑے کا حال پوچھتا

مگر جو کوئی آبنوس کے گھوڑے کا نام سنتا تعجب کرتا اور اس کی بات پر یقین نہ لاتا۔
یونہی اسے ایک زمانہ گزر گیا اور باوجود آبادیوں اور جنگلوں کی خاک چھاننے کے کہیں
اسے ان دونوں کا پتا نہ چلا۔ اس کے بعد وہ لڑکی کے باپ کے شہر میں پہنچا۔ وہاں بھی
اسے کوئی خبر نہ ملی بلکہ اس نے دیکھا کہ بادشاہ بیٹی کے غم میں سوگ نشین ہے۔ پھر
پلٹ کر روم کے ملک میں آیا اور کھوج لگانے لگا جہاں بیٹھتا جس سے ملتا لڑکی کے متعلق
دریافت کرتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔



• تین سو اڑسٹھ ویں رات

جب تین سو اڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنزادہ روم کے شہر میں پہنچ کر اٹھتے بیٹھتے ہر شخص سے شنزادی اور آبنوس کے گھوڑے کی بابت پوچھتا۔ اتفاق کی بات جس سرائے میں وہ اترتا تھا، وہاں چند سوداگر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ بھی ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اور ایک سوداگر کو کہتے سنا کہ دوستو! میں نے ایک عجیب سے عجیب چیز دیکھی ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کیا؟ اس نے کہا کہ میں ایک ملک میں فلاں شہر سے ہو کر گزرا۔ (اب اس نے اسی شہر کا نام لیا جس میں کہ وہ لڑکی تھی) وہاں کے باشندوں سے ایک نہایت اچھے کی بات سنی وہ یہ کہ ایک روز اس شہر کا بادشاہ اپنے مصاحبوں اور دیگر امراء کے ساتھ سیر و شکار کے لئے گیا۔ جب وہ جنگل میں پہنچے تو ان کا گزر ایک سبزہ زار میں سے ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک مرد کھڑا ہوا ہے اور اس کے پاس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے او ایک آبنوس کا گھوڑا ہے۔ مرد تو بد صورت اور ڈراؤنی شکل کا تھا لیکن عورت نہایت حسین و جمیل، خوش رو خوش خرام، کمال درجے کی سڈول اور آبنوس کا گھوڑا تو ایک عجوبہ تھا۔ اس صنعت کا اور ایسا خوبصورت گھوڑا آج تک کسی کی نظر سے نہیں گزرا ہو گا۔

حاضرین نے پوچھا، اچھا تو بادشاہ نے پھر ان کے ساتھ کیا کیا؟ وہ بولا اس مرد سے بادشاہ نے پوچھا کہ یہ لڑکی تیری کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری بیوی اور چچیری بہن ہے۔ لڑکی نے کہا کہ یہ جھوٹ بکتا ہے۔ اس پر بادشاہ نے لڑکی کو اس سے علیحدہ کر لیا، اسے خوب پڑایا اور قید خانے میں بند کر دیا۔ اب رہا آبنوس کا گھوڑا اس کا مجھے علم نہیں۔ سوداگر کی یہ باتیں سن کر شنزادہ اس کے قریب گیا۔ بڑی نرمی اور لجاجت کے ساتھ اس سے اس شہر اور بادشاہ کا نام پوچھا اور جب شنزادے کو شہر اور بادشاہ کا نام معلوم ہو گیا تو وہ رات اس نے بری خوشی میں گزاری۔

صبح ہوتے ہی وہ چل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اس شہر تک پہنچ گیا مگر جونہی وہ چاہتا تھا کہ شہر میں داخل ہو، دربانوں نے اسے پکڑ لیا اور بادشاہ کے پاس لے جانے کا قصد کیا تا کہ بادشاہ اس کے حالات دریافت کرے کہ کون ہے؟ اس شہر میں کیوں آیا ہے اور کون سی دستکاری جانتا ہے۔ یہی بادشاہ کا دستور تھا کہ وہ پردیسیوں سے ان کا حال اور دستکاری پوچھتا۔ شہزادہ اس شہر میں شام کے وقت پہنچا تھا اس وقت اسے بادشاہ کے سامنے لے جانا ممکن نہ تھا، اس لیے دربان اسے قید خانے میں لے چلے لیکن دربانوں نے دیکھا کہ وہ حسین و جمیل ہے۔ ان کے دل نے گوارا نہ کیا کہ وہ اسے قید خانے میں بند کر دیں۔ انہوں نے اسے باہر ہی اپنے ساتھ بٹھا لیا اور کھانا آیا تو اس نے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ کھانے کے بعد وہ سب باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے شہزادے سے پوچھا کہ تیرا وطن کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اکاسرہ کے ملک فارس کا رہنے والا ہوں۔ دربانوں نے جو اس کی باتیں سنیں تو ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے کسروی ہم نے بہت لوگوں کی باتیں سنی ہیں، ان کے حالات ہمارے کان تک پہنچے ہیں اور ہم نے خود ان کو دیکھا ہے لیکن نہ اس کسروی سے زیادہ جھوٹا جو یہاں قید میں ہمارے حصے میں آیا ہے نہ اس سے زیادہ بد صورت ہمارے دیکھنے میں ہے۔

شہزادے نے پوچھا کہ اس سے کون سا جھوٹ سرزد ہوا؟ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو حکیم بتاتا ہے۔ ایک روز بادشاہ شکار پر جا رہا تھا کہ اس نے اسے راہ میں دیکھا۔ اس کے ساتھ ایک عورت تھی جو حسن و جمال، خوبی و کمال قد و قامت میں بے نظیر تھی اور اس کے ساتھ ایک سیاہ آنکس کا گھوڑا بھی تھا۔ جس سے زیادہ خوبصورت ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لڑکی تو اب محل میں ہے۔ بادشاہ کو اس سے محبت ہو گئی ہے لیکن اس کا دل الٹ گیا ہے۔ اگر یہ شخص حکیم ہوتا جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے تو وہ اسے اچھا کر دیتا۔ بادشاہ بہت چاہتا ہے کہ وہ اچھی ہو جائے اور وہ برابر اس کی بیماری کا علاج کر رہا ہے گھوڑا شاہی عجائب خانے میں ہے اور وہ بد شکل آدمی ہمارے پاس قید خانے میں بند ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو وہ اپنی حالت پر غمگین ہو کر روتا

پیٹتا ہے اور ہمیں سونے نہیں دیتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو انترویں راتے

تین سو انترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بڑے پہرے داروں نے ایرانی حکیم کا ذکر کیا تو شہزادے نے سوچا کہ کسی نہ کسی تدبیر سے اپنا مقصد پورا کرنا چاہیے۔ ادھر جب پہرے دار سونے لگے تو انہوں نے شہزادے کو قید خانے میں ڈال کر دروانہ بند کر دیا۔ اس نے حکیم کو فارسی میں اپنے اوپر روتے اور نوحہ کرتے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ حیف ہو مجھ پر کہ میں اپنے اور شہزادے کے ساتھ گناہ کا مرتکب ہوا۔ لڑکی کے ساتھ وہ حرکت کی کہ نہ اسے آرام سے رہنے دیا اور نہ میری مراد پوری ہوئی۔ یہ میری سمجھ کی خرابی ہے۔ میں ایسی چیز کا خواہش مند ہوا جس کا میں مستحق نہ تھا اور نہ جو مجھ جیسوں کے لئے مناسب تھی۔ جو کوئی نا مناسب چیز کی خواہش کرتا ہے، وہ میری ہی طرح مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

حکیم کی یہ باتیں سن کر شہزادے نے اس سے فارسی میں گفتگو کی اور کہا کہ تو آخر کب تک روتا پیٹتا رہے گا۔ کیا تیرا خیال ہے کہ تجھ جیسی مصیبت کسی اور پر نہ پڑی ہو گی؟ جب حکیم نے اس کی گفتگو سنی تو وہ اس سے مانوس ہو گیا اور اس کے آگے سارا دکھڑا رویا اور تمام تکلیفوں کا ذکر کیا۔

صبح نمودار ہوتی تو پہرے دار شہزادے کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ شخص کل شام کو ایسے وقت پر پہنچا تھا کہ اسے بادشاہ کے سامنے پیش کرنا ممکن نہ تھا۔ بادشاہ نے شہزادے سے پوچھا کہ تو کس ملک سے آیا ہے، تیرا نام کیا ہے، تو کون سی دستکاری جانتا ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟ شہزادے نے کہا کہ فارسی میں میرا نام ہرجا ہے میرا وطن فارس ہے اور میں عالم آدمی ہوں خصوصاً طلب کا ماہر۔ میں بیماروں کا خاص کر پاگلوں کا علاج کرتا ہوں۔ ملکوں اور شہروں کا سفر اس لئے کرتا ہوں کہ میرے علم میں اضافہ ہو، اگر کوئی بیمار ملتا ہے تو میں اس کا علاج بھی کر دیتا ہوں۔

بس یہ ہے میری دستکاری۔ بادشاہ اس کی باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اے فاضل حکیم تو ٹھیک ایسے وقت پر آیا ہے کہ ہمیں تیری ضرورت تھی۔ پھر اس نے لڑکی کا سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اگر تو اس کا علاج کر کے اس کا جنون دور کر دے تو جو تو مانگے گا میں دوں گا۔ بادشاہ کی گفتگو سننے کے بعد شہزادہ بولا۔ خدا بادشاہ سلامت کی عزت قائم رکھے! جو جو باتیں تو نے اس کے جنون کی دیکھی ہیں بیان کر اور یہ بتا کہ وہ کتنے دن سے جنون میں مبتلا ہے اور تو نے اسے اور گھوڑے اور حکیم کو کس طرح گرفتار کیا؟ بادشاہ نے شروع سے لے کر آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی کہا کہ حکیم اس وقت قید خانے میں ہے۔ شہزادے نے کہا اے بلند اقبال بادشاہ جو گھوڑا اس لڑکی کے ساتھ تھا اسے تو نے کیا کیا؟

وہ بولا اے جوان وہ میرے پاس ہے ایک حجرے میں حفاظت سے ہے۔ شہزادے نے اپنے دل میں کہا کہ سب سے پہلے مجھے اس گھوڑے کو دیکھ کر جانچ پڑتال کرنی چاہیے۔ اگر وہ سالم ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں تو بس میری مراد پوری ہو گئی اور اگر اس میں کوئی حرکت باقی نہیں رہی تو مجھے اپنی جان چھڑانے کی تدبیر سوچنی مقدم ہے۔ جب اس نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے بادشاہ پہلے مجھے وہ گھوڑا دکھا۔ ممکن ہے کہ مجھے اس میں سے کوئی ایسی چیز ہاتھ لگے جو لڑکی کے علاج میں کام دے۔ بادشاہ کھڑا ہو گیا اور شہزادے کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھوڑے کے پاس لے گیا۔ شہزادے نے گھوڑے کے گرد چکر لگا کر اس کی جانچ پڑتال کی اور اس کی ہر چیز پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ وہ درست حالت میں ہے۔ اس پر کوئی حادثہ نہیں گزرا۔ شہزادہ مطمئن ہو کر کہنے لگا کہ خدا تیری عزت قائم رکھے! اب میں چاہتا ہوں کہ لڑکی کے پاس جا کر اس کا حال دیکھوں۔ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ اس گھوڑے کی وجہ سے لڑکی کا علاج میرے ہاتھ سے ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے تنبیہ کی کہ گھوڑے کو حفاظت سے رکھا جائے اور بادشاہ کے ساتھ اس مکان میں گیا جہاں لڑکی تھی۔

شہزادہ لڑکی کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ پاگلوں کی طرح اول جلول بکیتی اور وحشیوں کی سی حرکتیں کرتی ہے۔ اسے جنون تو نہ تھا لیکن وہ باتیں اس وجہ سے کرتی تھی کہ کوئی اس کے پاس نہ پھٹکے۔ شہزادے نے اسے اس حال میں پایا تو کہنے لگا کہ اے فتنہ! ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد وہ اس سے نرمی اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بتا دیا کہ وہ کون ہے۔ جب لڑکی نے اسے پہچانا تو خوشی کے مارے زور سے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑی۔ بادشاہ نے سمجھا لڑکی ڈر گئی اور وہ بے چین ہو گیا۔ شہزادے نے اپنا منہ لڑکی کے پاس لا کر کہا کہ اے فتنہ! اپنی اور میری جان پر رحم کر ذرا صبر سے کام لے اور دل مضبوط رکھ۔ اس وقت صبر اور استقلال کی ضرورت ہے۔ عقل سے کام لینے کا وقت ہے تا کہ کسی حیلے سے ہم اس ظالم بادشاہ سے نجات پائیں۔ میں بادشاہ سے کہتا ہوں کہ تیری بیٹی پر جنوں کا بھوت سوار ہے۔ میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ اسے اچھا کروں گا بشرطیکہ تو اس کی بیڑیاں کھول دے، بیڑیاں کھلنے پر ہی بھوت بھاگ جائے گا۔ پھر جب بادشاہ تیرے پاس آئے تو اس سے سمجھ کر کہ باتیں کیجیو تا کہ وہ یقین کر لے کہ تو میرے ہاتھ سے اچھی ہو گئی ہے۔ اس طرح ہمارا مطلب حل ہو جائے گا۔ لڑکی نے ہامی بھر لی اور شہزادے نے خوش خوش بادشاہ کے پاس جا کر کہا کہ اے خوش اقبال بادشاہ! تیری خوش قسمتی سے اس کا مرض اور علاج ختم ہو گیا۔ تیری خاطر میں نے اسے اچھا کر دیا۔ اٹھ اور اس کے پاس جا کر نرمی سے گفتگو کر اور مہربانی سے پیش آ اور جس چیز سے وہ خوش ہوا اس کا وعدہ کر۔ یقین جان کہ جو کچھ تو اس سے مانگے گا تجھے بھرپور ملے گا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو سترہویں رات

جب تین سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنراوے نے بادشاہ سے کہا کہ تو جو کچھ اس سے مانگے گا، بھر پور ملے گا۔ یہ سن کر بادشاہ اٹھا اور لڑکی کے پاس گیا۔ لڑکی اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے آگے زمین چومی اور اس کا خیر مقدم کیا۔ بادشاہ کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے کنیزوں اور نوکروں کو حکم دیا کہ اس کی خدمت میں کمر بستہ ہوں، اسے حمام لے جائیں۔ اس کے لئے زیور اور پوشاکیں تیار کریں۔ لونٹیاں باندیاں شنراوی کے پاس آئیں اور انہوں نے سلام کیا تو اس نے نہایت مہربانی اور شیریں کلامی سے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسے شاہانہ پوشاک پہنائی۔ گلے میں ہیروں کا ہار ڈالا اور اسے حمام لے گئیں۔ حمام سے نکلی تو چودہویں کے چاند کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ بادشاہ کے پاس پہنچ کر اس نے سلام کیا، اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور شنراوے سے کہنے لگا کہ یہ سب تیری برکت ہے۔ خدا ہمیں تیرے دم سے اور زیادہ نفع پہنچائے۔ اس نے کہا اے بادشاہ! اس کے علاج اور تندرستی کی تکمیل اس پر منحصر ہے کہ تو اور تیرے سب مصاحب اور تیرا کل لشکر اس جگہ چلیں جہاں وہ تجھے ملی ہے اور وہ آبنوس کا گھوڑا بھی ساتھ ہو جس پر وہ آئی تھی۔ وہاں میں اس بھوت کو جلا کر خاک کر ڈالنے کی تدبیر کروں گا تا کہ وہ دوبارہ نہ آ سکے۔ چنانچہ بادشاہ نے آبنوس کے گھوڑے اور ایرانی حکیم کو وہاں بھیج دیا جہاں وہ اسے ملے تھے اور لڑکی کو اپنے ہمراہ لے کر سارے لاؤ لشکر کے ساتھ سوار ہوا۔

یہ سب کے لئے ایک تماشا تھا۔ کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ شنراوہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ سب لوگ اس سبزہ زار کے پاس پہنچے تو شنراوے نے، جواب حکیم بنا ہوا تھا، کہا کہ لڑکی اور گھوڑا بادشاہ اور لشکر سے کچھ فاصلے پر رکھے جائیں اور بادشاہ سے بولا اجازت

ہو تو میں اپنے قاعدے کے موافق دھونی دوں، منتر پڑھوں اور بھوت کو گرفتار کروں تا کہ وہ لڑکی کی طرف کبھی رخ نہ کرے۔ بادشاہ نے ان باتوں کی اجازت دے دی تو وہ کہنے لگا۔ اس کے بعد میں آبنوس کے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑکی کو اپنے پیچھے بٹھاؤں گا اور گھوڑا اچھلتا کودتا تیرے پاس آ جائے گا اور علاج کی تکمیل ہو جائے گی پھر جو تیری مرضی ہو کیجیو۔ اس کی باتوں سے بادشاہ بالکل مطمئن تھا۔

دھانی دھونی رمانے کے بعد شنزادے نے گھوڑے پر سوار ہو کر شنزادی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اسے اپنی کمر سے خوب کس کر باندھ دیا۔ بادشاہ اور تمام لشکر والے شنزادی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اس نے یکا یک اڑان کے تیج کو پھرایا اور گھوڑا انہیں لے کر ہوا میں اڑا۔ بادشاہ اور لشکری دیکھتے دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ بادشاہ آدھے دن تک اس کی واپسی کی راہ دیکھتا رہا مگر جب وہ نہ آیا اور بادشاہ کو ناامیدی ہو گئی تو وہ بہت پچھتایا اور لڑکی کی جدائی پر غم زدہ ہوا اور اپنے شہر واپس چلا گیا۔

شنزادہ خوش خوش اپنے باپ کے شہر کی طرف روانہ ہو کر ہوا سے باتیں کرتا ہوا اپنے محل پر جا اترا اور لڑکی کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کر کے اپنے ماں باپ سے ملا اور انہیں سلام کیا اور لڑکی کے آنے کی خبر دی۔ سب خوش ہو گئے اور خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

ادھر کا تو قصہ یہ ہوا۔ اب ادھر روم کے بادشاہ کی سرگزشت سنئے۔ انتظار کرتے کرتے مایوس ہو گیا تو واپس لوٹا اور غمگین زندہ ہو کر اپنے محل میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وزیر آتے، طرح طرح سے اس کی تشفی کرتے اور کہتے کہ جو شخص لڑکی کو لے گیا ہے جادوگر ہے شکر ہے خدا کا جس نے تجھے اس کے جادو اور مکر سے چھٹکا دیا۔ اسی طرح کی باتوں کو یہاں تک دہرایا کہ بادشاہ کو لڑکی کی طرف سے تسلی ہو گئی۔ وہاں شنزادے نے سارے شہر کو ولیمے کی دعوت دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو اکترویں رات

جب تین سو اکترویں رات ہوئی تو اس نے کہا 'اے نیک نہاد بادشاہ ----- شنزادے نے سارے شہر کو ولیمے کی دعوت دی۔ پورے ایک مہینے تک یہ خوشی کے جلے رہے۔

شنزادے کے باپ نے اس خیال سے کہ پھر کوئی نئی افتاد نہ آ پڑے 'آبنوس کے گھوڑے کو ایسا چکنا شور کر دیا کہ اس میں کوئی حرکت باقی نہ رہی۔ اس کے بعد شنزادے نے لڑکی کے باپ کو ایک خط لکھا 'اسے بیٹی کی خیریت سے مطلع کیا اور یہ کہ میں نے اس کے ساتھ شادی کر لی ہے اور شنزادی اس کے پاس ہر طرح سے آرام میں ہے۔ یہ ایک قاصد کو دے کر عمدہ عمدہ ہدیے اور تحفے اس کے ہمراہ کر دیئے۔ قاصد صنعا سے یمن پہنچا جو لڑکی کے باپ کا دارالسلطنت تھا خط و ہدیے پیش کئے۔ بادشاہ نے خط پڑھا تو بہت خوش ہوا 'ہدیے قبول کئے۔ قاصد کے ساتھ بڑے التفات سے پیش آیا۔ پھر اس نے بھی اپنے داماد کے لئے عمدہ عمدہ سوغاتیں تیار کیں۔ خوب لے دے کر قاصد کو رخصت کیا۔ قاصد واپس آیا تو اس نے کہا کہ اپنی بیٹی کی خبر معلوم کر کے باپ کو بڑی خوشی ہوئی۔ شنزادے کو بھی اطمینان ہو گیا اور وہ اپنے خسر کو برابر ہر سال خط لکھتا اور ہدیے بھیجتا۔ کچھ عرصے بعد شنزادے کے باپ نے قضا کی اور وہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ رعایا پروری اور عدل و انصاف کے ساتھ پورا پورا حق ادا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک قالب تھا تو وہ اس کی جان۔ لوگ اس کی تعریفیں کرتے اور فرمانبرداری بجا لاتے۔ انہوں نے غرض کہ بڑے عیش و عشرت سے زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا 'صحبتوں کو درہم برہم' محلوں کو ویران اور قبروں کو آباد کرنے والی موت آ پہنچی۔ پاک ہے وہ ذات جو کبھی مرتی نہیں اور جس کے ہاتھ میں حکومت اور قدرت ہے۔

○ وردنی الا کلام اور انس الوجود کی کہانی

پرانے زمانے میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ بڑی قوت اور بڑے دبدبے والا تھا۔ اس کا ایک وزیر تھا، ابراہم نام۔ اس وزیر کی ایک بیٹی تھی۔ حسن و جمال میں بے نظیر اور علوم و فنون اور دیگر کمالات میں لاجواب۔ وہ جتنی حسین تھی، اتنی ہی عقلمند اور سلیقہ شعار تھی لیکن ساتھ ہی اسے مئے نوشی، حسن پرستی، لطیف اشعار اور عجیب و غریب کہانیوں کے بھی چسکے تھے۔

اس کا نام وردنی الا کلام تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں انتہائی لطافت اور کمال درجے کی خوب روئی دونوں چیزیں جمع تھیں۔ اس کی سلیقہ مندی کی وجہ سے بادشاہ اس کو اپنی مصاحبت میں رکھتا تھا۔ بادشاہ کا دستور تھا کہ ہر سال اپنی سلطنت کے امراء کو جمع کر کے چوگان بازی کرتا۔ اسی موقع پر ایک دن جبکہ لوگ چوگان کھیلنے جمع ہوئے، وزیر زادی بھی تماشا دیکھنے اپنے جھروکے میں آ کر بیٹھی۔ لوگ ابھی کھیل میں مشغول ہی تھے کہ وزیر زادی نے دیکھا کہ لشکر کے درمیان ایک جوان ہے جس سے زیادہ حسین اور آن بان والا ممکن نہیں۔ وجیہ تکلیل، خندہ رو، بانیں لمبی لمبی اور شانے چوڑے۔ وہ اسے بار بار دیکھتی اور دل سیر نہ ہوتا۔ آخر کار اس نے اپنی ماما سے پوچھا کہ یہ خوبصورت جوان جو لشکر کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اس کا کیا نام ہے؟ ماما نے کہا کہ اے میری بیٹی خوبصورت تو سب ہی ہیں، تیرا اشاہ ان میں سے کس کی طرف ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ ٹھہر جا، میں تجھے ابھی بتاتی ہوں۔ یہ کہہ کر ایک سیب لیا اور جوان کی طرف پھینکا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ وزیر زادی جھروکے میں کھڑی ہے جیسے اندھیرے میں چاند۔ ابھی اس نے اس کی طرف سے نظر ہٹائی بھی نہ تھی کہ وہ اس پر عاشق اور اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ جب کھیل ختم ہوا تو وزیر زادی نے اپنی ماما سے کہا کہ اب بتا کہ اس جوان کا کیا نام ہے جسے میں نے تجھے

دکھایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس کا نام انس الوجود ہے۔ یہ سن کر وزیر زادی نے سر ہلایا اور اپنی جگہ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔ اس کا دل میں ایک آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے ایک خط لکھا اور ریشم کے کپڑے میں جس پر سونے کا کام تھا لپیٹ کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔

ایک لونڈی نے اسے تکیے کے نیچے خط رکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اسے ایسا باتوں میں لگایا کہ وہ سو گئی۔ اب اس نے چپکے سے وہ خط اس کے تکیے کے نیچے سے نکال کر پڑھا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ وزیر زادی کو انس الوجود سے محبت ہو گئی ہے۔ خط پڑھ چکی تو اس نے پھر اسے اسی جگہ رکھ دیا۔ اس کی مالکہ وردنی الاکمام کی آنکھ کھلی تو اس نے کہا کہ اے میری آقا، چونکہ مجھے تجھ سے محبت ہے اس لئے میں تجھے ایک نصیحت کرتی ہوں کہ محبت بری بلا ہے، اس کا چھپانا لوہے کو گلانے کے برابر ہے، اس سے درد اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں تاہم محبت میں گرفتار ہونا کوئی عیب کی بات نہیں۔ وردنی الاکمام نے کہا کہ اے میری لونڈی تو پھر محبت کا علاج کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، وصال۔ وزیر زادی نے کہا کہ وصال کس طرح نصیب ہو؟ وہ بولی! اے میرے آقا خط و کتاب، شیریں گفتاری اور سلام و پیام کی زیادتی سے۔ یہی ذریعہ ہے محبوبوں سے ملاقات کا، اسی سے مشکل کام آسان ہوتے ہیں اے میرے مولیٰ اگر تجھ پر کوئی ایسی مصیبت پڑی ہو تو مجھ سے زیادہ اور کوئی اس بات کا اہل نہیں جو تیرا بھید چھپائے، تیری مراد پوری کرے اور تیرے خطوط پہنچائے۔

یہ باتیں سن کر وردنی الاکمام کی عقل مارے خوشی کے جاتی رہی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اپنے انجام پر غور کرنے اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ یہ راز ابھی تک راز ہے۔ بے سوچے سمجھے اس عورت سے کہنا نہیں چاہیے۔ ماما نے کہا کہ اے میری آقا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آ کر کہہ رہا ہے کہ تیری آقا اور انس الوجود ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، انہیں ملانے میں سخت کوشش

کر اور ان کے خطوط ایک دوسرے کو پہنچا۔ ان کی حاجت روائی کر اور ان کی حالت اور بھید کسی پر ظاہر نہ کر۔ یہ تیرے حق میں بہت سود مند ثابت ہو گا۔ یہ ہے میرا خواب جو میں نے تجھ سے بیان کیا۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔ جب وہ اپنا خواب بیان کر چکی تو وردنی الاکمام نے اس سے کہا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو بہتریں راتے

جب تین سو بہتریں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- وردنی الاکمام نے لونڈی سے کہا، اے لونڈی کیا تو بھید رکھ سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سی شریف زادی اور بھید نہ رکھ سکے! وزیر زادی نے وہ خط نکال کر اسے دے دیا اور کہا کہ یہ خط انس الوجود کے پاس لے جا کر اس کا جواب لے آ۔ لونڈی خط لے کر چل دی اور انس الوجود کے پاس پہنچ کر اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور نہایت ادب سے سلام کر کے اسے خط دے دیا۔ اس نے پڑھا، مطلب سمجھا اور کلغذ کے دوسری طرف جواب لکھ کر اسے بند کیا چوما اور لونڈی کو دے کر کہا کہ اے لونڈی، اپنی آقا سے کہیو کہ مجھ پر عنایت کی نظر رکھے۔ لونڈی نے واپس آ کر جواب اپنی مالکہ کے حوالے کر دیا۔ لڑکی نے اسے بوسہ دیا، سر پر رکھا، پھر کھول کر پڑھا، مطلب سمجھا اور اس کے نیچے اس کا جواب لکھ دیا۔ جب وہ لکھ چکی تو اسے تمہ کر کے ماما کے ہاتھ میں دیا اور وہ اسے لے کر وزیر زادی وردنی الاکمام کے پاس سے چلی۔ راستے میں حاجب نے پوچھا کہ کہاں جاتی ہے؟ اس نے جواب دیا حمام۔ لیکن حاجب کے ٹوکنے سے کچھ ایسی گھبرائی کہ دہلیز پار کرتے وقت وہ خط نکل پڑا۔

بڑھیا تو چھپا کے سے نکل گئی۔ خط گرنے کی اسے خبر تک نہ ہوئی۔ اب سنئے ایک نوکر نے اسے راہ میں پڑا دیکھ کر اٹھا لیا۔ اتنے میں وزیر زنان خانے سے نکل کر مردانے میں آیا اور نوکر جسے خط ملا تھا اس کے پاس گیا۔ وزیر بیٹھا ہی تھا کہ نوکر نے اسے خط پیش کر کے عرض کیا کہ اے میرے مولیٰ مجھے یہ خط گھر کی دہلیز پر پڑا ملا ہے اور میں اسے اٹھا لایا ہوں۔ وزیر نے کلغذ اس کے ہاتھ سے لے کر کھولا۔ وہ تحریریں پڑھیں جو اس کے اندر لکھی ہوئی تھیں اور ان کا مطلب سمجھا۔ غور سے دیکھنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ وہ اس کی بیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ وہ روتا ہوا لڑکی کی

ماں کے پاس پہنچا اور انتا رویا کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اے میرے مولیٰ تو کیوں روتا ہے؟ وزیر نے جواب دیا کہ اس میں اس کی بیٹی وردنی الکمام اور انس الوجود کی خط و کتابت ہے۔ کلجے پر گھونسا سا لگا لیکن اس نے اپنے دل پر جبر کر کے آنسو روکے۔ وزیر سے کہنے لگی اے میرے مولیٰ رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے تیری عزت و آبرو پر ہتہ نہ لگے اور تیری بیٹی کا معاملہ بھی تشت ازبام نہ ہو۔ وہ اسی طرح شوہر کو تسلی دیتی اور اس کی چوٹ کو سہلاتی رہی۔ وزیر نے کہا بدنامی تو ایک طرف، محبت سے مجھے اپنی بیٹی کے متعلق بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ تو جانتی نہیں کہ سلطان کو انس الوجود سے کیسا عشق ہے اور اس لئے دو باتوں سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ اول تو خود اپنی بیٹی کی وجہ سے کیونکہ وہ میری بیٹی ہے اور دوسرے سلطان کی طرف سے کیونکہ انس الوجود اس کا معشوق ہے۔ تعجب نہیں کہ بات کا بنگلز بن جائے۔ اس میں تیری کیا رائے ہے؟

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو تہترویں رات

جب تین سو تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب وزیر نے اپنی بیوی سے لڑکی کے متعلق اپنے اندیشے بیان کئے اور پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے تو اس نے جواب دیا، اتنی دیر ٹھہر کہ میں استخارے کی نماز پڑھ لوں۔ یہ کہہ کر اس نے دو رکعت استخارے کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھی چکی تو اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ بحرا لکنوز کے بیچ میں جبل الشکلا نامی ایک پہاڑ ہے (اس نام کی وجہ عنقریب بیان کی جائے گی) اس پہاڑ تک پہنچنے کا راستہ بہت دشوار گزار ہے۔ بیٹی کو وہاں لے جا کر رکھ۔ اس اصلاح میں وزیر نے اپنی بیوی سے اتفاق کیا کہ اس پہاڑ پر ایک عالیشان مکان بنوائے اور بیٹی کو وہاں رکھنے کا بندوبست کرے۔ ایک ایک سال کا کھانا پینا اس کے پاس پہنچاتا رہے اور ایسے لوگوں کو وہاں رکھے جن سے اس کا دل بہلے اور جو اس کی خدمت کریں۔ چنانچہ وزیر نے بڑھیوں، معماروں اور مہندسوں کو بلوا کر اس پہاڑ کی طرف روانہ کر دیا۔ انہوں نے ایسا محل تیار کر دیا جس کی نظیر کسی کی نظر سے نہ گزری ہو گی۔ اس کے بعد اس نے راہ کا کھانا پینا اور سواری مہیا کی اور رات کے وقت اپنی بیٹی کے پاس جا کر کہا کہ روانہ ہو۔ لڑکی تاڑ گئی کہ جدائی سر پر آکھڑی ہوئی۔ وہ باہر نکلی اور سفر کی تیاریاں دیکھیں تو زار زار رونے لگی اور دورازے پر چند کلمے لکھ دیئے تا کہ انس الوجود کو معلوم ہو جائے کہ عشق نے اس کے سر پر کیا مصیبت ڈھائی ہے۔ ان الفاظ کو پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے، پتھر پکھلنے لگتے اور آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آخر روتی دھوتی وہ سوار ہو گئی۔ قافلہ چل کھڑا ہوا اور جنگل بیابان پہاڑیاں طے کرتا بحرا لکنوز پہنچا۔ سمندر کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ وزیر زادی کے لئے ایک عالی شان کشتی بنا کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو سوار کیا۔ یہ حکم انہیں وزیر سے مل چکا تھا کہ جب وہ لوگ پہاڑ پر پہنچیں اور لڑکی کو محل میں

داخل کر چکیں تو کشتی لے کر واپس آ جائیں اور خشکی پر اتر کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ غرض کہ انہوں نے بالکل ویسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حکم ملا تھا اور ساری سرگزشت پر افسوس کرتے واپس آ گئے۔

یہ قصہ یہاں ختم ہوا اب انس الوجود کا حال سنو۔ اس نے صبح کے وقت اٹھ کر فجر کی نماز پڑھی اور سوار ہو کر سلطان کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ راہ میں وہ دستور کے موافق وزیر کے دروازے پر سے گزرا کہ شاید وزیر کے مصاحبوں میں سے کوئی اسے مل جائے۔ جونہی اس کی نظر دروازے پر پڑی، اس نے وہ اشعار جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے وہاں لکھے دیکھے۔ دیکھتے ہی اسے سکتہ سا ہو گیا۔ دماغ میں شعلے اور دل میں آگ بھڑکنے لگی۔ وہ اپنے گھر پلٹ پڑا اور کسی پہلو چین نہ آتا، طبیعت بے قابو ہوئی جاتی تھی۔ اسی پریشانی اور بے چینی میں رات ہو گئی، صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ کسی کو خبر دیئے بغیر بھیس بدل کر رات کے اندھیرے میں دیوانہ وار گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ رنج و غم کی شدت میں اسے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ کدھر جا رہا ہوں۔ اسی طرح بے سروپا رات بھر چلتا رہا۔ صبح ہوئی، دن نکلا دھوپ تیز ہو گئی، پہاڑ تپنے لگے اور پیاس کے مارے برا حال ہوا تو کہیں اس کے قدم ست پڑے۔ اب اس کی نظر ایک درخت پر پڑی جس کے قریب چشمہ بہہ رہا تھا۔ وہ جا کر درخت کے نیچے چشمتے کے کنارے بیٹھ گیا اور دم لے کر پانی پینے لگا تو کچھ مزہ نہ آیا، پیاس نہ بجھی تلووں میں چھالے، گئے سو بجے ہوئے، چہرہ زرد، پتلا حال، نہ سنگ نہ ساتھی۔ اپنی بے بسی پر دل بھر آیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آنسوؤں کی جھڑی سی لگ گئی، پھر یکایک اسے کچھ حارا سا اٹھا، فوراً اٹھ کر اس جگہ سے چل دیا۔ جنگل بیابان میں چلا جا رہا تھا کہ ایک شیر سامنے سے آتا دکھائی دیا جس کی گردن اس کی ایال سے ڈھنگی ہوئی تھی جیسے گنبد۔ منہ دروازے سے زیادہ چوڑا اور دانت ہاتھی کی طرح۔

انس الوجود کی جو نظر اس پر پڑی تو اسے موت سامنے کھڑی معلوم ہوئی۔ وہ قبلے کی

طرف منہ کر کے شہادت کا کلمہ پڑھنے لگا اور مرنے کے لئے تیار ہو بیٹھا۔ اس نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی شخص شیر کو پھسلانا چاہے تو وہ پھسلانے میں آ جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بیٹھے بیٹھے الفاظ میں اس کی تعریف کرے۔ اس لئے اس نے کہنا شروع کیا کہ اے بن کے شیر، اے میدان کے اسد، اے ضرغام، اے بہادر سورما، اے جانوروں کے بادشاہ! میں ایک مشتاق عاشق ہوں، عشق اور جدائی کے صدموں نے مجھے مرہ کر دیا ہے۔ جب دوست دور ہو جاتے ہیں تو انسان راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ میری باتیں کان لگا کر سن اور میرے عشق و محبت پر رحم کھا۔ شیر کے کان میں یہ باتیں پڑیں تو وہ رک گیا۔ ایک جگہ بیٹھ کر اس کی طرف سر اٹھایا۔ اپنی دم اور پنچوں سے کھیلنے لگا۔ انس الوجود کی جان میں جان آ گئی۔ اب شیر اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو چوتھریں رات

تین سو چوتھریں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شیر اٹھ کر اس کی طرف محبت سے بڑھا، اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اسے زبان سے چائے لگا اور آگے بڑھ کر اشارہ کیا کہ میرے پیچھے پیچھے آ۔ انس الوجود نے اس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ بہت دیر تک اسی طرح چلنے کے بعد ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچا۔ چوٹی سے اترا تو جنگل میں اسے انسانی قدموں کے نشان دکھائی دیئے۔ اس نے پہچان لیا کہ یہ وردنی الاکمام کے ساتھیوں کے نقش پا ہیں۔ وہ ان نشانوں پر چلنے لگا۔ شیر نے دیکھا کہ وہ نشان نشان جا رہا ہے اور وہ سمجھ گیا کہ یہ ان لوگوں کے پاؤں کے نشان ہیں جو اس کی محبوبہ کو لے گئے ہیں تو شیر واپس چلا گیا۔

اب انس الوجود دن رات چلتا رہا یہاں تک کہ وہ ایک موجزن اور متلاطم سمندر کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ نشان سمندر کے کنارے تک پہنچ کر ختم ہو گئے ہیں۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ لوگ یہاں سے کشتی پر بیٹھ کر سمندر کے راستے سے گئے ہیں۔ اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ آنسو بنے لگے اور وہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد جب اس کی حالت سنبھلی تو ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن جنگل میں کوئی شخص اسے نظر نہ آیا۔ سمندر کی موجیں اٹھ رہی تھیں۔ ڈر کے مارے ایک اونچے پہاڑ پر جا چڑھا۔ وہاں اسے کچھ آواز سی سنائی دی جو ایک غار میں سے آ رہی تھی۔ کان لگا کر سننے لگا۔ وہ ایک عابد کی آواز تھی جو دنیا چھوڑ کر عبادت میں مشغول تھا۔ اس نے تین بار غار کے دروازے پر دستک دی لیکن کسی نے جواب نہ دیا نہ کوئی نکل کر باہر آیا۔ انس الوجود اپنی بے بسی پر رونے لگا۔

اتنے میں غار کا دروانہ کھلا اور اس نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ تجھ پر میری رحمت ہو! انس الوجود دروازے کے اندر گیا، عابد کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام انس الوجود ہے۔ عابد نے دریافت کیا یہاں تک کیوں آیا ہے؟ اس نے سارا قصہ شروع سے لے آخر تک دہرا دیا۔ انس الوجود کی دکھ بھری کہانی سن کر عابد کے آنسو نکلنے لگے۔ اس نے کہا، مجھے اس غار میں رہتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں لیکن کل سے پہلے میں نے کسی کو یہاں نہیں دیکھا۔ میں اپنے شغل میں تھا کہ رونے پینے کی آوازیں میرے کانوں میں آئیں۔ باہر نکلا تو سمندر کے کنارے بہت سے لوگ اور خیمے دکھائی دیئے۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک کشتی بنائی اور کچھ لوگ اس میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ کشتی میں واپس آئے اور اسے توڑ پھوڑ کر چلتے ہوئے۔ میرے خیال میں اے انس الوجود تو انہی لوگوں کی کھوج میں ہے اور اب نہ تیرے غم کی انتہا نہ تیری مجبوری کی۔ مگر ایسا عاشق کہیں نہیں دیکھا گیا جسے حسرتوں کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔ یہ کہہ کر عابد اٹھا اور اس نے انس الوجود کو گلے سے لگا لیا۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو پچھترویں رات

جب تین سو پچھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عابد نے اٹھ کر انس الوجود کو گلے سے لگایا۔ دونوں رونے لگے۔ اتنا روئے کہ ان کے رونے سے پہاڑ کانپ اٹھے اور دونوں غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو انہوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ ہم دونوں فی سبیل اللہ ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔ اس کے بعد انس الوجود نے عابد سے کہا، میں آج رات کو نماز پڑھ کر خدا سے استخارہ کروں گا کہ تجھے کیا کرنا چاہیے اور دونوں خاموش اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

یہ تو انس الوجود کا قصہ ہوا۔ اب وردی الاکمام کا حال سنئے۔ جب لوگ اسے پہاڑ پر لے گئے اور محل میں داخل کیا تو وہ اس کی آراستگی کو دیکھ کر رونے لگی اور کہا کہ واللہ یہ محل بڑا خوبصورت ہے مگر تجھ میں کمی ہے تو محبوب کی۔ اس نے وہاں جزیرے پر بہت سے پرندے دیکھے اور ایک مصاحب سے کہا کہ جال لگا کر ان کو پکڑ اور محل کے اندر پنجروں میں بند کر۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر وہ محل کے جھروکے میں جا بیٹھی اور اپنی ساری سرگزشت کو یاد کرنے لگی۔ اس کی محبت اور تمنائیں زور پکڑنے لگیں۔ رات کا اندھیرا چھا گیا اور اس کی حسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی تو اس کے آنسو بہنے لگے۔

یہ تو ادھر اس حال میں تھی ادھر انس الوجود کا ماجرا سنئے۔ عابد نے اس سے کہا کہ وادی میں جا کر میرے پاس کھجور کی شاخیں اور پتے لے آ، وہ جا کر لے آیا۔ عابد نے ان شاخوں اور پتوں سے ایک ٹوکرا بنا لیا اور انس الوجود سے کہا کہ وادی کے بیچ میں ایک بیل ہے جس کی جڑیں پانی کے اندر ہوتی ہیں۔ وادی میں جا کر اس ٹوکرے کے اندر بیل کو بھر لیجیو اور انہیں مضبوطی سے باندھ کر ٹوکرے کو سمندر میں ڈال دیجیو اور اس میں بیٹھ کر سمندر میں اتر جایو تا کہ تیری مراد حاصل ہو۔ جو شخص

اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالتا، مقصد تک نہیں پہنچتا۔ انس الوجود عابد سے رخصت ہو کر وادی کی طرف چلا۔ عابد نے اسے دعا دی اور اس نے جا کر ویسا ہی کیا جیسا عابد نے کہا تھا۔ جب وہ ٹوکرے میں بیٹھ کر بیچ سمندر میں پہنچا تو ایک طوفان آیا اور ٹوکرا الٹ گیا۔ عابد کی نظروں سے اس کی صورت اوجھل ہو گئی اور وہ سمندر کے تلاطم

میں تیرنے لگا۔ ایک لہر سے ابھارتی تو دوسری ڈبو دیتی۔ سمندر کے تمام عجائبات اور خطرے اس کی نظر کے سامنے سے گزرتے یہاں تک کہ تین دن بعد تقدیر نے اسے جبل الشکلا پر لا پھینکا۔ جب وہ خشکی پر پہنچا تو اس کی حالت ایسی تھی جیسی اس چڑیا کے بچے کی جسے چکر آ رہے ہوں اور وہ مارے بھوک پیاس کے بے چین تھا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ چشمے بہہ رہے ہیں اور شاخوں پر چڑیاں گا رہی ہیں۔ چھوٹے بڑے تمام درخت پھلوں سے لدے پڑے ہیں۔ اس نے کچھ پھل کھائے، چشموں کا پانی پیا اور اٹھ کر آگے قدم بڑھائے۔ دور سے اسے کوئی سفید سی چیز دکھائی دی اور وہ اس کی طرف روانہ ہو گیا۔ قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ ایک مضبوط اور عالیشان محل ہے۔ محل کے دروازے پر پہنچا تو اس میں قفل پڑا ہوا تھا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا۔ تین دن کے بعد محل کا دروانہ کھلا اور ایک نوکر نکلا۔ اس نے انس الوجود کو بیٹھا دیکھ کر پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اور تجھے کون یہاں لایا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اصفہان کا رہنے والا ہوں، تجارت کا مال لے کر سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ میری کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے مجھے لا کر اس جزیرے میں پھینک دیا۔ یہ سن کر خادم رونے لگا اور اس کے گلے ملا اور بولا اے عزیز دوست میرا وطن بھی اصفہان ہے وہاں میری ایک چچیری بہن ہے جس سے لڑکپن میں مجھے عشق تھا۔ آٹھ پہر اس کے لئے بے قرار رہتا۔ اتفاقاً ایک قوم نے جو ہم سے زیادہ طاقتور تھی ہم پر حملہ کیا اور منجملہ اور غنیمت کے مال کے، میں بھی ان کے ہاتھ آیا۔ میں کم سن تو تھا ہی لوگوں نے میرے خصبے کاٹ کر خصبی کر دیا اور بیچ ڈالا۔ اب میں اس حالت میں ہوں جیسا کہ تو دیکھتا ہے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو چھترویں رات

جب تین سو چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- خادم نے کہا کہ اب میں اس حالت میں ہوں جو ظاہر ہے، پھر وہ اسے محل کے اندر لے گیا۔ اندر جا کر انس الوجود نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا حوض ہے اور اس کے ارد گرد درخت ہیں، دختوں کی شاخوں سے چاندی کے پنجرے لٹک رہے ہیں جن کی کھڑکیاں سونے کی ہیں اور ان کے اندر چڑیاں چھما رہی ہیں اور خدا کی تسبیح کر رہی ہیں۔ جب وہ پہلے پنجرے کے پاس پہنچا تو اس میں ایک قمری تھی۔ قمری نے اسے دیکھتے ہی اپنی آواز نکالی اور یا کریم! یا کریم! کہنے لگی۔ انس الوجود کو غش آ گیا؟ ہوش آیا تو وہ آپہنچے اور اشعار پڑھنے لگا اور اتنا رویا کہ ہوش قائم نہ رہے۔ ذرا سدھ آئی تو آگے بڑھا دیکھا کہ دوسرے پنجرے میں ایک فاختہ ہے۔ فاختہ کی اس پر نظر پڑی تو اس نے کو، کو، حق سرہ کی صدا لگائی اور گانا شروع کیا کہ ”اے ہیشگی والے“ میں تیرا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“ انس الوجود کو وجد آ گیا کبھی آپہنچا، کبھی اشعار پڑھتا۔ پھر یہاں سے وہ تیسرے پنجرے کے پاس پہنچا۔ اس میں ایک ہزار داستان بند تھا۔ اس کے چھپے سن کر انس الوجود کی زبان پر اشعار جاری ہو گئے اس سے فارغ ہو کر وہ چوتھے پنجرے کی طرف گیا جس میں ایک بلبل بند تھی۔ وہ بھی انس الوجود کو دیکھ کر لگانے اور نوحہ کرنے لگی، جسے سن کر اس کے آنسو جاری ہو گئے اور وہ حسرت آمیز اشعار پڑھتا آگے بڑھا۔ دس پانچ ہی قدم چلا ہو گا کہ اسے ایک ایسا خوبصورت پنجرہ نظر آیا جس کا جواب محل میں نہ تھا۔ اس کے قریب آیا تو اس میں ایک جنگلی کبوتر نظر آیا جو ایک مشہور پرندہ ہے۔ وہ محبت کا مارا رو رہا تھا۔ گردن میں ہیروں کی ایک نفیس مالا پڑی ہوئی تھی اور وہ اپنے پنجرے میں بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا اس کی

یہ کیفیت دیکھی تو انس الوجود کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور وہ عشقیہ اشعار پڑھنے لگا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• تین سو سترویں رات

جب تین سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب انس الوجود اشعار پڑھ چکا تو جنگلی کبوتر کو ہوش آ گیا اور وہ پھڑ پھڑانے اور نوحہ کرنے لگا۔ اب انس الوجود نے اپنے دوست اصفہانی سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ کیا محل ہے، اس میں کون رہتا ہے اور اسے کس نے بنایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں بادشاہ کے وزیر نے اسے اپنی بیٹی کے لئے بنایا ہے اور اسے اور اس کی سہیلیوں کو یہاں لا کر رکھا ہے تا کہ وہ زمانے کے حادثوں سے بچی رہے۔ محل کو سال میں ایک بار ہم کھولتے ہیں۔ وہ بھی اس وقت کہ وزیر زادی کے کھانے پینے کا سامان آتا ہے۔ انس الوجود نے اپنے دل میں کہا کہ مراد بر آنے میں تو کسر نہیں لیکن مدت لگے گی۔

اب انس الوجود کو امیدوں کے دروازے پر چھوڑ کر وردنی الاکمام کی سرگزشت سنئے۔ اسے کھانا پینا بھاتا، نہ بیٹھا اور سونا۔ جب محبت کی بے چینی زیادہ ہوئی تو وہ اٹھ کر مکان کے چاروں طرف پھرنے لگی لیکن کہیں جی نہ لگا۔ ہر چیز اداس نظر آئی۔ اس کے آنسو بننے لگے۔ وہ چھت پر چڑھ گئی اور بعلبکی کپڑے کی پٹی اپنی کمر سے باندھ کر نیچے زمین پر اتر گئی۔ اس وقت وہ اپنے بہترین لباس میں تھی اور گلے میں ہیرے کا ہار پڑا ہوا تھا۔ جنگل اور بیابان میں سے گزرتی ہوئی سمندر کے کنارے پہنچی وہاں اس نے ایک ماہی گیر کو دیکھا جسے کشتی میں بیٹھے بیٹھے اور مچھلیاں پکڑتے طوفان نے لا کر اس جزیرے میں پھینک دیا تھا۔ ماہی گیر کی نظر جو وردنی الاکمام پر پڑی تو وہ ڈرا اور کشتی میں بیٹھ کر بھاگا۔ لڑکی نے اسے آوازیں دیں اور بہت اشارے کئے۔ ماہی گیر رونے اور آہیں بھرنے لگا۔ اسے اپنی جوانی کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب وہ محبت میں گرفتار تھا اور عشق اسے مارے ڈالتا تھا۔ اس کی تمناؤں اور آرزوؤں کی کوئی حد نہ تھی۔

وہ کشتی کو کنارے پر لے آیا اور لڑکی سے کہا سوار ہو جا جہاں تو چاہے گی میں پہنچا دوں گا۔ وہ سوار ہو گئی اور ماہی گیر کشتی کو کھینے لگا۔ ابھی وہ خشکی سے زیادہ دور نہ پہنچا ہو گا کہ پیچھے سے آندھی آئی اور کشتی تیزی کے ساتھ چلی۔ ایسی کہ چند ہی منٹ میں خشکی دونوں کی نظروں سے غائب ہو گئی اور ماہی گیر کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں ہے؟ تین دن تک چلنے کے بعد آندھی رکی اور کشتی سمندر کے کنارے ایک شہر پر جا گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• تین سو اٹھترویں رات

جب تین سو اٹھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کشتی کنارے پر لگی تو ماہی گیر نے اسے ساحل پر باندھنا چاہا۔ اس شر کا ایک بڑا طاقتور بادشاہ تھا۔ اس کا نام درباس تھا۔ اتفاق سے اس وقت وہ اور اس کا بیٹا محل کے جھروکے میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان کی نظر سمندر کی طرف پڑی تو انہیں یہ کشتی دکھائی دی۔ غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں ایک لڑکی ہے جیسے افق پر چودھویں رات کا چاند۔ اس کے کانوں میں قیمتی بلخس کی بالیں اور گلے میں ہیرے جواہرات کا ہار۔ انہیں یقین ہوا کہ یہ بڑے لوگوں یا بادشاہوں کی بیٹیوں میں سے ہو گی۔ بادشاہ اپنے محل سے اتر کر پیچھے کے دروازے سے باہر آیا۔ دیکھا کہ کشتی کنارے پر لگی کھڑی ہے۔ اتنے میں لڑکی سو گئی اور ماہی گیر کشتی باندھنے میں لگا ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے جگایا، وہ اٹھ کر رونے لگی۔ بادشاہ نے کہا کہ تو کہاں سے آئی ہے کس کی بیٹی ہے اور یہاں تیرا کیسے آنا ہوا؟ وردنی الاکمام نے جواب دیا میں بادشاہ شلخ کے وزیر ابراہیم کی بیٹی ہوں اور میرے یہاں آنے کا قصہ بھی عجیب و غریب ہے۔ پھر اس نے اپنا سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ ذرا پس و پیش نہ کیا اور رونے اور آہیں بھرنے لگی۔ اس کی باتیں سننے کے بعد بادشاہ سمجھا کہ وہ ضرور محبت کی ماری ہوئی ہے۔ اسے اس پر ترس آ گیا اور کہنے لگا کہ ڈر نہیں، غمگین نہ ہو، تیری مراد بر آئے گی۔ میں تیری حاجت روائی اور مطلب براری کر کے رہوں گا۔ لڑکی کو تسلی دے کر بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا۔ اسے بہت سا مال دیا اور کہا کہ اسے بادشاہ شلخ کے پاس لے جا اور وہاں سے اس شخص کو لے کر آ جس کا نام انس الوجود ہے۔ کہیو ہمارا بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی تیرے سردار انس الوجود کے ساتھ کر کے اس

سے رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ضرور اسے میرے ساتھ روانہ کرتا کہ اس کی شادی سسرال میں منائی جائے۔ زبانی ہدایتیں کر کے بادشاہ درباس نے بادشاہ شلخ کو اسی مضمون کا ایک خط بھی لکھا اور اسے وزیر کے حوالے کر کے تاکید کر دی کہ انس الوجود کو ضرور لائیو۔ اگر تو نہ لایا تو وزارت سے معزول کر دیا جائے گا۔ وزیر بادشاہ کا خط اور تحفے تحائف لے کر بادشاہ شلخ کے پاس روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر وزیر نے بادشاہ شلخ کو بادشاہ درباس کا سلام پہنچایا۔ خط اور تحفے تحائف پیش کئے۔ بادشاہ شلخ نے تحفے دیکھے، خط پڑھا اور اس میں انس الوجود کا نام دیکھا تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اور اس وزیر سے کہا جو اس کے پاس آیا تھا کہ انس الوجود کہاں؟ وہ غائب ہے اور نہیں معلوم کہاں ہے؟ اگر تو اسے میرے پاس لے آئے تو میں تجھے ان ہدیوں کا کئی گنا دوں گا جو تو لایا ہے۔ یہ کہتے کہتے بادشاہ کا دل بھر آیا۔ ٹھنڈے سانس بھرنے لگا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ بعد ازاں وزیر کی طرف مخاطب ہوا اور بولا انس الوجود ایک سال سے غائب ہے اور آج تک پتہ نہیں چلا کہ کہاں گیا؟ وزیر نے کہا کہ اے میرے مولیٰ میرے آقا کا حکم ہے کہ اسے لے کر آئیو۔ لے کے نہ آیا تو وزارت سے معزول کر دیا جائے گا بلکہ شہر کے اندر گھسنے نہ پائے گا۔ لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بے اس کے، واپس چلا جاؤں! اس پر بادشاہ شلخ نے اپنے وزیر ابراہیم سے کہا کہ اس کے ساتھ جا اور جگہ جگہ انس الوجود کو تلاش کر چنانچہ دونوں وزیر اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ انس الوجود کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو اٹاسی دین رات

جب تین سو انچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ شاخ کا وزیر ابراہیم اپنے ملازموں اور بادشاہ درباس کے وزیر کو لے کر انس الوجود کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ جہاں ان کا گزر کسی عرب یا غیر عرب قوم پر ہوتا، وہ انس الوجود کے متعلق سوال کرتے اور کہتے کہ اس نام اور اس صفت کا کوئی شخص تو ہمارے علاقے سے نہیں گزرا؟ وہ جواب میں کہ ہمیں اس کی خبر نہیں۔ شہروں اور قریوں میں پوچھتے پوچھتے میدانوں، پہاڑوں، جنگلوں اور بیابانوں میں تلاش کرتے کرتے آخر سمندر کے کنارے پر پہنچے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر پانی کھنگولتے چلے۔ جبل الشکلا پر جا پہنچے۔ بادشاہ درباس کے وزیر نے بادشاہ شاخ کے وزیر سے پوچھا اس پہاڑ کو جبل الشکلا کیوں کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پرانے زمانے میں یہاں ایک پری کا اتارا تھا۔ وہ پری چین کے جنات میں سے تھی اور اسے ایک انسان سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ آدم زاد بھی اس پری پر عاشق تھا لیکن پری اپنے خاندان والوں سے ڈرتی تھی۔ جب اس کا عشق حد سے گزر چلا تو اس نے ایک ایسی جگہ ڈھونڈنی چاہی جہاں اپنے معشوق کو اپنی ذات برادری والوں سے چھپا کر رکھے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ اس پہاڑ پر پہنچی۔ یہاں نہ انسان کا گزر ہے اور نہ جنات کا، نہ انسان ادھر آتا ہے نہ جن۔ مرضی کے موافق جگہ مل گئی تو وہ اپنے معشوق کو اڑا لائی اور اسے لا کر یہاں رکھا۔ جب موقع ملتا خاندان والوں سے چھپ کر یہاں آتی اور اپنے معشوق کے پاس رہتی۔ مدت تک یہی حالت رہی۔ ان کے ہاں اسی پہاڑ پر کئی اولادیں بھی ہو گئیں۔ جو کوئی مسافر تاجر ادھر سے گزرتا اسے اس طرح بچوں کے رونے کی آواز آتی کہ کوئی عورت جس کے بچے مر گئے ہوں، روتی ہو۔ آنے جانے والے کہتے ہیں کہ اس جگہ کوئی شکلا ہے یعنی ایسی عورت جس کے بچے مر گئے ہوں؟ چنانچہ لوگ اسے جبل الشکلا کہنے لگے۔ یہ قصہ

سن کر بادشاہ درباس کے وزیر کو بڑا تعجب ہوا۔

القصہ چلتے چلتے وہ محل کے پاس جا پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ پھانک کھلا اور اس میں سے ایک خادم نکلا۔ بادشاہ شلخ کے وزیر ابراہیم کو پہچان کر اس نے سلام کیا۔

اس کے ہاتھ چومے اور اندر لے گیا۔ محل میں داخل ہو کر وزیر نے دیکھا کہ خادموں کے ساتھ ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ انس الوجود تھا۔ وزیر نے پوچھا، یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک تاجر ہے۔ غریب طوفان میں اپنا سارا مال کھو بیٹھا۔ فقط اپنی جان لے کر یہاں تک پہنچا اور اب مجذوب ہو گیا ہے۔ اسے وہیں چھوڑ کر وزیر محل میں پہنچا لیکن اپنی بیٹی کا نشان تک نہ پایا۔ کنیزوں سے جو وہاں تھیں، پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس طرح چلی گئی۔

ہمارے آنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ یہ سن کر وزیر کی آنکھوں سے آنسو بننے لگے اور رونے پٹنے اور آہ زاری کرنے لگا اور اس نے کہا کہ خدا کی تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر نہیں چلتی۔ وہ جو قسمت میں لکھ دیتا ہے اس سے ہر گز مفر نہیں۔ اس کے بعد وہ چھت پر چڑھا۔ اس نے دیکھا ہ بعلبکی کپڑے محل کی ایک کھڑکی سے بندھے ہوئے ہیں اور ان کے سرے زمین پر لٹکے ہوئے ہیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ یہیں سے اتر کر حیران و پریشان چل کھڑی ہوئی ہے۔ اتنے میں اس کی نظر ایک کوء اور ایک الو پر پڑی۔ اس نے ان سے بد شگونی لی اور آہ و بکار کرنے لگا۔ روتا پیٹتا محل سے نیچے اترتا اور خادموں کو حکم دیا کہ جا کر پہاڑ

میں اپنی مالکہ کو ڈھونڈیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن کہیں اس کا سراغ نہ پایا۔ اسی اثناء میں جب انس الوجود کو یہ خبر لگی کہ وردنی الاکمام وہاں سے چلی گئی ہے تو اس نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر گیا۔ دیر تک اسی غشی کی حالت میں پڑا رہا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ وہ خدا میں جذب ہو گیا ہے اور اس کی ہیبت کے جمال میں غرق ہے۔ نوکر چاکر انس الوجود سے ہاتھ دھو بیٹھے اور وزیر ابراہیم اپنی بیٹی کی تلاش میں لگ گیا تو درباس بادشاہ کے وزیر نے وطن جانے کی ٹھان لی کیونکہ اس سفر کا

کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ وزیر ابراہیم جب اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس فقیر کو اپنے ساتھ لیتا جاؤں۔ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے خدا بادشاہ کا دل میری طرف مائل کر دے کیونکہ وہ مجذوب ہے۔ پھر میں اسے اس کے گھر اصفہان بھیج دوں گا وہ شہر ہمارے ملک سے قریب ہے۔ وزیر ابراہیم بولا کہ تیری مرضی۔ چنانچہ دونوں وزیر اپنی اپنی راہ لگے اور بادشاہ دربار کا وزیر انس الوجود کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو اسی ویں رات

تین سو اسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- درباس کا وزیر انس الوجود کو اسی بے ہوشی کی حالت میں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ تین دن تک وہ اسی بے ہوشی کی حالت میں حجر پر لدا چلتا رہا۔ اسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ سفر میں ہوں یا کہاں۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ تو بادشاہ درباس کے وزیر کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جا کر وزیر کو خبر کی کہ فقیر کے ہوش و حواس درست ہو گئے ہیں۔ وزیر نے اس کے لئے گلاب کا عرق اور شربت بھیجا۔ نوکروں نے اسے شربت پلا کر پھر سوار کر دیا۔ اور چلتے چلتے وہ بادشاہ درباس کے شہر کے پاس پہنچ گئے۔ بادشاہ درباس نے وزیر کے لئے پیغام بھیجا کہ اگر انس الوجود تیرے پاس نہیں ہے تو ہر گز میرے پاس نہ آئیں۔

بادشاہ کا یہ حکم سن کر اسے بڑا صدمہ ہوا۔ نہ تو وزیر کو یہ معلوم تھا کہ وردنی الاکمام بادشاہ کے پاس ہے اور نہ ہی وردنی الاکمام کو اس کی خبر تھی کہ بادشاہ نے اسے انس الوجود کی تلاش میں کیوں روانہ کیا ہے اور اس سے کس لئے ناٹھ رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے اور نہ انس الوجود کو یہ علم تھا کہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔ نہ یہ کہ وزیر اس کی تلاش میں بھیجا گیا ہے اور وزیر بھی اس سے بے خبر تھا کہ انس الوجود یہی ہے۔ جب وزیر نے دیکھا کہ انس الوجود کی غشی جاتی رہی ہے تو اس سے کہا کہ بادشاہ نے مجھے ایک ضرورت سے بھیجا تھا اور وہ پوری نہیں ہوئی۔ میرے ناکام آنے کی خبر سن کر اب اس نے مجھے ایک خط لکھا ہے کہ اگر خالی ہاتھ آیا ہے تو میرے شہر میں قدم نہ رکھیو۔ انس الوجود نے پوچھا کہ بادشاہ نے تجھے کس کام کے لئے بھیجا تھا؟ وزیر نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ انس الوجود نے کہا بے دھڑک بادشاہ کے پاس میرے ساتھ چل، میں انس الوجود کو لانے کا ذمہ لیتا ہوں۔ وزیر خوش ہو گیا اور کہا کہ

کیا تو واقعی سچ کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں۔ وزیر سوار ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا۔ جب یہ دونوں بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا کہ انس الوجود کہاں ہے؟ انس الوجود بولا اے بادشاہ مجھے معلوم ہے کہ انس الوجود کہاں ہے؟ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ بتا وہ کس جگہ ہے؟ اس نے کہا بہت نزدیک۔ اگر تو بتا دے کہ تو اس سے کیا چاہتا ہے تو میں اسے ابھی لا کر پیش کر دوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کے لئے تنہائی کی ضرورت ہے۔

بعد ازاں اس نے حاضرین کو رخصت کر دیا اور انس الوجود سے خلوت میں سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کیا۔ انس الوجود نے کہا کہ میرے لئے نفیس پوشاک منگوا کر مجھے پہنا۔ میں انس الوجود کو فوراً لے آؤں گا۔ بادشاہ نے اس کے لئے ایک عمدہ پوشاک منگوائی اور اس نے پہن کر کہا میں وہ شخص ہوں جس کا نام انس الوجود ہے۔ جو حاسدوں کے لئے تکلیف دہ ہے اور جو دلوں پر نگاہوں کے تیر مارتا ہے بادشاہ نے کہا واللہ تم دونوں سچے عاشق ہو اور حسن کے آسمان پر دو چمک دار ستارے اور تمہارا قصہ عجیب و غریب ہے۔ پھر بادشاہ نے وردنی الاکمام کی ساری کہانی کہہ سنائی۔ انس الوجود بولا جہاں پناہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس ہے اور فوراً قاضی اور گواہوں کو بلوا کر دونوں کا نکاح پڑھوا دیا اور انس الوجود کے ساتھ بہت انعام و اکرام کے ساتھ پیش آیا۔

اس کے بعد بادشاہ درباس نے وزیر شلخ کے پاس قاصد بھیج کر اسے سارے ماجرے کی خبر کی جو اسے انس الوجود اور وردنی الاکمام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بادشاہ شلخ کو بڑی خوشی ہوئی، اس نے بادشاہ درباس کو لکھا۔ نکاح تیرے ہاں پڑھایا گیا ہے۔ جشن اور ہم بستری میرے ہاں ہونی چاہیے اور انہیں بلوانے کے لئے اونٹ سوار اور پیادے بھیجے۔ بادشاہ شلخ کا یہ پیغام بادشاہ درباس کے پاس پہنچا تو اس نے ان دونوں کو بہت کچھ مال و دولت دے کر بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ رخصت کیا اور وہ اپنے وطن پہنچے۔ وطن میں ان کے آنے کی بہار دیکھنے کے قابل تھی۔ اس سے زیادہ شاندار جلوس نظر سے

نہ گزرا ہو گا۔ بادشاہ شام نے تمام ڈومنیوں کو بلوایا جو گاتی بجاتی تھیں اور ولیمے کی دعوتیں دیں۔ سات دن تک یہی حالت رہی۔ ہر روز بادشاہ شام لوگوں کو عمدہ عمدہ خلعت عطا کرتا اور انعام دیتا۔ اس کے بعد انس الوجود و رقی الاکمام کے پاس تنحنے میں گیا۔ اسے گلے سے لگا لیا۔ جوش مسرت میں دونوں رونے لگے۔ گھڑی گھڑی دونوں ہم آغوش ہوتے یہاں تک کہ دونوں غش کھا کر گر پڑے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• تین سو اکیاسی ویں رات

تین سو اکیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- آپس میں ملنے کی خوشی میں دونوں غش کھا کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو پھر گلے سے لپٹ گئے اور خلوت میں ایک دوسرے سے ہم آغوش پڑے رہے اور برابر مئے نوشی اور شعر خوانی اور قصہ خوانی ہوتی رہی حتیٰ کہ دونوں محبت کے سمندر میں غرق ہو گئے۔ یہ حالت سات دن تک رہی۔ خوشی، مسرت اور لذت کی وجہ سے ان کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ کب دن ہوا اور کب رات آئی؟ ہفتے سے ہفتہ ہو گیا گویا وہ سات دن، ایک سے زیادہ نہ تھے۔ ساتویں دن کا پتہ بھی انہیں نوبت نقاروں کے بجتنے سے چلا۔ وردنی الاکمام کو بڑا تعجب ہوا۔ انس الوجود نے سو سے زیادہ اس کے بوسے لئے اور دونوں نکل کر باہر آئے۔ لوگوں کو خلعت اور انعام دیئے، بخششیں کیں، ہدیئے عطا کئے۔ اس کے بعد وردنی الاکمام نے حکم دیا کہ حمام خالی کرایا جائے اور انس الوجود سے کہا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میں چاہتی ہوں کہ ہم دونوں حمام میں تنہا جائیں اور کوئی تیسرا نہ ہو اور میں تجھے وہاں دیکھوں۔ پھر وہ مزے میں آ کر اشعار گانے لگی اور مل کر حمام گئے خوب لطف اٹھایا اور پھر اپنے محل میں واپس آ گئے۔ انہوں نے نہایت عیش و عشرت کی زندگی بسر کی یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا اور صبحتوں کو تتر بتر کرنے والی موت آ پہنچی۔ پاک ہے وہ ذات جو نہ زائل ہوتی ہے اور نہ بدلتی ہے اور جو ہر چیز کا ملجا ہے۔

○ ابونواس اور ہارون الرشید کی کہانی

سنا ہے کہ ایک روز جب ابونواس اکیلا تھا تو اس نے ایک نہایت شاندار مجلس آراستہ

کی، طرح طرح کے کھانے جن سے ہونٹوں اور زبان کو مزے ملے، جمع کئے۔ دستر خوان چنا جا چکا تھا وہ ایک ایسے معشوق کی تلاش میں نکلا جو اس مجلس کے قابل ہو۔ چلتا جاتا اور دل میں دعا مانگتا جاتا کہ اے میرے اللہ، میرے آقا، میرے مولیٰ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو اس مجلس کے مناسب ہو اور ساتھ آج ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو۔ وہ اپنی دعا ختم نہ کرنے پایا تھا کہ اسے تین خوبصورت لڑکے دکھائی دیئے گویا وہ جنت کے غلمان تھے مگر تینوں مختلف رنگ کے۔ ابونواس کی یہی عادت تھی، کہ وہ خوبصورت لڑکوں سے ہنسی مذاق کرتا اور ان کے چکنے چپڑے رخساروں کے بوسے لیتا۔ اس نے بڑھ کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے بہترین طریقے سے سلام کا جواب دیا۔ سلام کا جواب دے کر وہ چلے تھے کہ ابونواس نے ان کو روک لیا اور اپنے ساتھ لے جانے کے لئے پھسلانے لگا۔ لڑکوں نے اس کا کہنا مان لیا اور اس کے ساتھ چلنے پر رضا مند ہو گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو بیاسی ویں رات

تین سو بیاسی رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- لڑکے ابونواس کی باتوں میں آگئے اور اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ تمام چیزیں وہاں موجود ہیں بیٹھ کر کھانے پینے اور لطف اڑانے لگے اور پیتے پیتے جب سرور بڑھا تو مزے میں آ کر انہوں نے ابونواس سے کہا کہ تجھے ہم اس بات میں حکم بناتے ہیں تو یہ فیصلہ کر کہ ہم میں سے کون حسن و جمال اور قد و قامت میں دوسروں سے بہتر ہے۔ ابونواس نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے اس کے دو بوسے لئے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے کو اشارے سے بلایا اور اس کے ہونٹ چوم کر اس کی تعریف کرنی شروع کر۔ پھر اس طرح تیسرے کے دس بوسے اور اس کی مدح سرائی کرنے لگا۔ شراب گردش میں تھی۔ لڑکے ایک ایک جام پیتے تو وہ دو جام اور شعر خوانی کرتا۔ جب ابونواس پر نشے نے غلبہ پایا اور اسے ہاتھ اور سر میں کوئی تمیز نہ رہی تو وہ لڑکوں کے ساتھ بوس و کنار کرنے لگا۔ اسی حالت میں تھے کہ کسی نے دروانہ کھٹکھٹایا۔ اجازت ملنے کے بعد جب دستک دینے والا اندر آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ تو امیر المومنین ہارون الرشید ہے۔ اسے دیکھ کر سب کے سب کھڑے ہو گئے، خلیفہ کے آگے زمین چومنے لگے اور اس کے ڈر کے مارے ابونواس کا نشہ ہرن ہو گیا۔ امیر المومنین نے کہا اے ابونواس! وہ بولا بلیک اے امیر المومنین، خدا تجھے کامیابی دے! خلیفہ نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین، پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ نے کہا، اے ابونواس میں نے خدا سے استخاہ کیا تھا کہ میں تجھے معترضین کا ضی بناتا ہوں۔ ابونواس نے کہا، کیا تیری مرضی ہے کہ میں وہاں کا قاضی بنوں؟ خلیفہ نے حکم دیا ہاں۔ ابونواس بولا اے امیر المومنین کیا میں نے تجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ اس پر امیر المومنین کو

طیش آ گیا اور وہ انہیں چھوڑ کر چلتا ہوا مگر غصے میں بھرا ہوا۔ رات بھر وہ ابونواس سے ناراض رہا اور ابونواس کی رات نہایت خوشی اور شادمانی سے گزری۔ صبح ہوئی اور سورج نکل کر چمکنے لگا تو ابونواس نے مجلس برخاست کی۔ لڑکے رخصت ہو گئے پھر اس نے درباری لباس پہنا اور اپنے گھر سے نکل کر امیر المومنین کے پاس روانہ ہو گیا۔ امیر المومنین کا دستور تھا کہ جب مجلس برخاست کرتا تو مجلس کے کمرے میں جا کر بیٹھتا۔ شاعر، مصاحب، گوئیے حاضر ہوتے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھتے۔ چنانچہ وہ حسب معمول دربار سے اٹھ کر مجلس میں آیا اور اپنی جگہ پر بیٹھنے لگا تو امیر المومنین نے جلاہ مسرور کو آواز دے کر کہا کہ ابونواس کے کپڑے اتار کر اس پر گدھے کی جھول رکھے اور اس کے منہ میں لگام دے کر اسے کنیزوں کی محل سراؤں میں پھرائے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو تراسی ویں رات

تین سو تراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- امیر المومنین نے جلاد مسرور سے کہا کہ ابونواس کے کپڑے اتار کر اس پر گدھے کی جھول ڈالے اور اس کے منہ میں لگام دے کر اسے کنیزوں کی محل سراؤں اور بیویوں کے محلوں وغیروں میں تشویر کرے تا کہ وہ اس کا مذاق اڑائیں، اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر لے آئے۔ مسرور، خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں اسے محل سراؤں میں پھرانے لگا جن کی تعداد سال کے دنوں کے برابر تھی۔ ابونواس بڑا مسخرہ تھا جو کوئی اسے دیکھتا انعام دیتا یہاں تک کہ جب وہ لوٹا تو اس کی جھولی بھری ہوئی تھی۔ یہ اسی حالت میں تھا کہ جعفر بر مکی خلیفہ کے سامنے پہنچا۔ وہ خلیفہ کے کسی ضروری کام کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ ابونواس کو اس حال میں دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اے ابونواس! اس نے کہا اے میرے مولیٰ لبیک۔ جعفر نے پوچھا تو نے کون سا جرم کیا ہے جو تیری یہ گت بنی ہے؟ ابونواس نے کہا جرم تو کوئی نہیں کیا۔ مگر ہاں میں نے اپنے مولیٰ خلیفہ کو بہترین اشعار پیش کئے تھے اور اس نے اپنے بہترین کپڑے مجھے عطا کئے۔ امیر المومنین نے یہ سنا تو اسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ غصہ جاتا رہا اور اسے معاف کر دیا اور ایک توڑا دینار کا عطا کیا۔

○ عبد اللہ بن عمر التیمی کی کہانی

بھرے کے کسی شخص نے ایک کنیز خریدی، اور اس کی تعلیم و تربیت نہایت اچھے طریقے سے کی۔ اسی اثناء میں کنیز کے ساتھ اسے محبت ہو گئی اور محبت اس درجہ بڑھی کہ اس نے اپنا سارا مال مزے اڑانے میں صرف کر دیا، کچھ باقی نہ رکھا اور ناداری کی

وجہ سے اسے سخت تکلیف ہونے لگی۔ کنیز نے اس سے کہا کہ اے میرے آقا مجھے بیچ ڈال کیونکہ تجھے روپے کی ضرورت ہے۔ تیری ناداری دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے اگر تو مجھے بیچ کر میرے دام کھرے کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں تیرے پاس رہوں۔ اس شخص نے اپنی غربت کا خیال کر کے اس کی یہ تجویز منظور کر لی۔ اسے لے کر بازار گیا اور دلال نے اسے بھرے کے والی کے سامنے پیش کیا جس کا نام عبد اللہ بن معمر تیمی تھا۔ والی کو کنیز پسند آئی۔ پانچ سو دینار میں خرید لیا اور قیمت اس کے آقا کو دے دی۔ جب وہ دام لے کر واپس جانے لگا تو کنیز رونے لگی اور اس کا آقا بھی اسے روتا دیکھ کر آہیں بھرنے لگا۔ عبد اللہ بن معمر نے ان دونوں کو غمگین دیکھا تو وہ کہنے لگا واللہ میں تمہاری جدائی کا باعث نہیں ہو چاہتا، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو چاہتے ہو، اس لئے اے شخص تو دام اور کنیز دونوں لے جا، خدا تجھے برکت دے! عاشق و معشوق کو ایک دوسرے سے جدا کرنا دونوں پر مصیبت لانا ہے۔ دونوں نے عبد اللہ بن معمر کا ہاتھ چوما اور اپنے گھر کو چلے گئے اور جب تک وہ مرے نہیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ پاک ہے وہ ذات جسے موت نہیں آتی۔

○ بنو عذہ کے عشق کی کہانی

بنو عذہ میں ایک خوبصورت شخص تھا جو کسی بھی عشق سے خالی نہ رہتا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک خوبصورت عورت پر جو اسی قبیلے کی تھی، عاشق ہو گیا۔ مدت تک خطوط لکھتا رہا لیکن وہ عورت اس پر برابر ستم ڈھاتی رہی اور اس کے پاس تک نہ پہنچی۔ آخر محبت کی ناکامی اور تمناؤں کے بر نہ آنے کے صدمے سے وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ چوبیس گھنٹے بچھونے پر پڑا رہتا، نہ نیند آتی نہ چین آتا۔ رفتہ رفتہ لوگوں پر اس کی حالت کھل

گئی اور اس کے عشق کا چرچا ہونے لگا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

○ ○ ○

• تین سو چوراسی ویں رات

جب تین سو چوراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک نہاد بادشاہ ----- اس کے عشق کا چرچا ہوتا چلا، اس کی بیماری بڑھتی گئی، غم کا ٹھکانہ نہ رہا اور وہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ دونوں خاندانوں کے لوگ لڑکی سے اصرار کرتے کہ وہ اس سے ملنے جائے لیکن لڑکی برابر انکار کر دیتی یہاں تک کہ اب اس شخص کے مرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ یہ خبر لڑکی کو ملی تو اسے ترس آ گیا اور اس سے ملنے کی ہامی بھر لی۔ لڑکی ملنے گئی اور اس نے اسے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عاشق کو روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگی اور کہا کہ خدا کی قسم مجھے ہر گز یہ خیال نہ تھا کہ عشق سے تیرا اتنا برا حال ہو گیا ہے اور تو مرنے کے قریب ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں تیری خبر گیری کرتی اور تجھے اپنے وصال سے نہ ترساتی۔ لڑکی کی یہ باتیں سن کر اس کا سینہ شق ہو گیا اس نے ایک چیخ ماری اور جان دے دی۔ لڑکی اس کے اوپر گر پڑی۔ کبھی اس کے بوسے لیتی، کبھی روتی۔ آخر روتے روتے غش کھا کر اس کے پاس گر پڑی۔ ہوش آیا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ جب میں مروں تو مجھے بھی اسی کی قبر میں دفن کرنا۔ اس کے بعد پھر اس نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور اتنا روئی پیٹی کے بے ہوش ہو گئی اور تین دن تک بے ہوش رہنے کے بعد مر گئی اور اسی کی قبر میں دفن ہوئی۔ محبت میں یہ بھی عجب اتفاق کی بات ہے۔

○ بدر الدین کی کہانی

یمن کے وزیر صاحب دیوان بدر الدین کا ایک بھائی تھا۔ انتہائی درجے کا حسین، بدر الدین اس کی بڑی حفاظت کرتا۔ جب اسے معلم کی ضرورت ہوئی تو ایک ہیبت و وقار عفت

والا اور دیانت دار بوڑھا شخص تلاش کیا۔ اسے اپنے پڑوس میں رہنے کی جگہ دی اور تعلیم دلوانی شروع کی۔ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا وہ ہر روز صاحب بدر الدین کے گھر جاتا اور اس کے بھائی کو پڑھا کر اپنے گھر لوٹ آتا۔ اتفاق کی بات بوڑھے کے دل میں اس لڑکے کی محبت نے گھر کر لیا اور عشق نے اتنا زور پکڑا کہ بالآخر اس نے لڑکے سے اپنا دکھڑا رو ہی دیا۔ لڑکے نے کہا کہ میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں۔ بھائی کے پرے میں ہوں۔ دن رات میں کسی وقت اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ تجھے معلوم ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے مجھے اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ بوڑھا بولا میرا گھر تیرے گھر سے ملا ہوا ہے۔ تو یہ کر سکتا ہے کہ جب تیرا بھائی سو جائے تو اٹھ کر پاخانے جائیوں اور پھر لوگوں پر ظاہر کر کے کہ تو سو گیا ہے چھت کی دیوار پر آ جانیو۔ دیوار کے پیچھے سے میں تجھے لے لوں گا، تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر واپس چلا آئیو، تیرے بھائی کو خبر تک نہ ہو گی۔ لڑکے نے اقرار کر لیا۔ بوڑھے نے لڑکے کے قابل، عمدہ عمدہ چیزیں تیار کیں اور رات آنے کا انتظار کرنے لگا۔

یہ تو بوڑھے کا قصہ ہوا، اب لڑکے کا حال سنئے۔ وہ پاخانے میں جا کر وقت کا منتظر تھا کہ ایک پہر رات گزر گئی اور وزیر غافل ہو کر سو گیا۔ اب لڑکا اٹھ کر آہستہ آہستہ دیوار کے پاس گیا دیکھا کہ بوڑھا کھڑا ہوا انتظار کر رہا ہے۔ بوڑھے نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور بیٹھک میں لے گیا۔ وہ رات، چاند کی چودھویں رات تھی۔ دونوں بیٹھ کر مئے نوشی کرنے لگے اور دور چلنے لگا۔ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا اور بوڑھا گا رہا تھا۔ دونوں ایسے مزے میں تھے کہ جس سے عقل دنگ نہ جائے اور جس کی تعریف زبان سے نہ ہو سکے کہ اتنے میں صاحب بدر الدین کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ بھائی غائب ہے۔ وہ مارے ڈر کے اٹھ بیٹھا۔ ادھر ادھر نظر ڈالی تو دروانہ کھلا ہوا تھا۔ وہ باہر آیا اور اسے کھانا پھوسی کی آواز سنائی دی۔ زینے پر ہو کر چھٹ پر چڑھا۔ اسے برابر والے گھر میں روشنی دکھائی دی، جھانکا تو دیوار کے پیچھے دونوں بیٹھے ہوئے ہیں اور دور چل رہا ہے۔ بوڑھے کو آہٹ معلوم ہو گئی اور وہ یہ شعر پڑھنے

لگا۔ ”وہ اپنے منہ کے لعاب سے مجھے شراب پلاتا ہے“ اپنے رخساروں سے مجھے سلام کرتا ہے اور رات بھر رخسار سے رخسار ملائے بیٹھا رہتا ہے لیکن چاند ہمارے اوپر پہرا دیتا ہے لہذا اس سے کہہ دو کہ وہ چغل خوری نہ کرے۔“ صاحب بدر الدین کی شرافت کو دیکھو کہ جب اس نے یہ اشعار سنے تو کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تمہاری چغل خوری نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلتا ہوا اور دونوں نے خوب مزے اڑائے۔

○ مکتبے کے لڑکے لڑکی کی محبت کی کہانی

ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک ہی مکتب میں پڑھتے تھے۔ لڑکے کو لڑکی سے عشق ہو گیا اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اس اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو پچاسی ویں رات

جب تین سو پچاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- لڑکے کو لڑکی سے عشق ہو گیا۔ ایک روز جبکہ دوسرے لڑکے لڑکیاں کھیل کود میں مصروف تھیں۔ اس لڑکے نے لڑکی کی تختی لے کر اس پر یہ دو شعر لکھ دیئے:

”اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس کو اس بیماری نے سوکھا کر کاٹا کر دیا ہو جو تیرے عشق کا نتیجہ ہے؟ محبت اور غم کی وجہ سے وہ اپنا دکھڑا ہر ایک کے آگے روتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دل کی حالت چھپا نہیں سکتا۔“

لڑکی نے تختی اٹھائی تو اس نے یہ شعر لکھے ہوئے دیکھے۔ انہیں پڑھا اور ان کا مطلب سمجھا اور اسے لڑکے پر ترس آ گیا۔ وہ رونے لگی ان اشعار کے نیچے یہ دو شعر لکھ دیئے۔

”جب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کا محبت سے برا حال ہو رہا ہے تو ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ہم اس کی محبت کی آرزو پوری کر دیں گے خواہ ہم پر کچھ بھی گزرے۔“

اتفاق کی بات ہے ان دونوں کی بے خبری میں معلم وہاں پہنچا اور اس نے تختی اٹھا کر دیکھی اور اشعار پڑھ کر سمجھا کہ دونوں قابل رحم ہیں۔ اس نے دونوں کے نیچے یہ دو اشعار لکھ دیئے:

”اپنے عاشق کی دل داری کر اور اس کے انجام سے نہ ڈر کیونکہ تیرا عاشق تیری محبت میں حیران و سرگرداں پھر رہا ہے۔ اب رہا معلم اس سے خوف کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بھی ایک زمانے تک عشق میں مبتلا رہا ہے۔“

اتفاق سے اسی وقت لڑکی کا آقا مکتب میں آیا۔ اس کی نظر تختی پر پڑی۔ اس نے تختی اٹھا کر وہ تمام اشعار جو لڑکی، لڑکے اور معلم نے لکھے تھے اس نے بھی ان کے نیچے

یہ دو اشعار لکھ دیئے:

”خدا تم دونوں کو کبھی جدا نہ کرے اور تمہارے حاسد حیران و پریشان رہیں! رہا معلم“

اس سے زیادہ دیا دل میں نے کسی انسان کو نہیں دیکھا؟“

پھر لڑکی کے آقا نے قاضی اور گواہوں کو بلا کر اسی مجلس میں لڑکی کی شادی لڑکے سے کر دی اور ان کی طرف سے ولیمے کی دعوت دی۔ دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور دونوں خوش خوش رہے یہاں تک کہ مزدوں کو کرکرا اور صحبتوں کو تتر بتر کرنے والی موت آ پہنچی۔

○ متلمس شاعر اور اس کی بیوی کی کہانی

جب متلمس شاعر نعمان بن منذر کے دربار سے بھاگا تو بہت دنوں تک غائب رہا حتیٰ کہ لوگوں کو اس کے مرنے کا یقین ہو گیا۔ اس کی ایک بیوی تھی نہایت حسین۔ اس کا نام امیمہ تھا۔ خاندان والوں نے اسے مشورہ دیا کہ تو دوسری شادی کر لے۔ اس نے انکار کر دیا لیکن لوگ برابر اس کے سر رہے، اس لئے کہ ہر شخص اس سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا۔ آخر اسے ایسا مجبور کیا گیا کہ باوجود اپنے شوہر متلمس سے انتہائی محبت کے وہ طوعاً اور کرباً شادی کرنے پر رضا مند ہو گئی اور اس کا نکاح اسی قبیلے کے ایک شخص کے ساتھ ہو گیا۔ جس شخص نے نکاح کرنے پر لوگوں نے اسے مجبور کیا تھا اس کے ساتھ زفاف کی رات تھی کہ خدا کی شان اس کا شوہر متلمس آ پہنچا۔ قبیلے میں اسے باجے گانے کی آوازیں سنائی دیں اور جشن کے سامان نظر آئے۔ اس نے چند لڑکوں سے اس جشن کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ متلمس کی بیوی امیمہ کی شادی فلاں شخص کے ساتھ ہوئی ہے۔ متلمس نے یہ سنا تو کسی حیلے سے عورتوں کے ساتھ مل کر اندر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ دولہا آچکا ہے اور دونوں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ امیمہ نے ٹھنڈا سانس لیا اور رو کر یہ شعر پڑھنے لگی:

”حوادث کا اتنا ہجوم ہے کہ مجھے معلوم نہیں اے متلمس تو کس ملک میں ہے۔“
 متلمس مشہور شاعروں میں سے تھا۔ اس نے فوراً جواب دیا:
 ”تجھ سے بہت قریب اے امیمہ، یقین کر کہ جب سوار سو جاتے تھے تو میری راتیں
 تیری تمنا میں گزرتی تھیں۔“

دولہا نے جو یہ سنا تو اسے یقین ہوا کہ متلمس آگیا اور دونوں میاں بیوی جمع ہو گئے
 تو وہ یہ پڑھتا ہوا دونوں کے بیچ میں سے تیزی سے چلتا ہوا:
 ”اب تک تو میری اچھی گزری مگر اب رات بری گزرے گی اور تم دونوں کشادہ گھر
 اور مجلس میں آرام کرو گے۔“

یہ کہہ کر وہ چلتا بنا اور متلمس اپنی بیوی کے ساتھ اکیلا رہ گیا اور دونوں نے بڑے
 عیش و عشرت سے زندگی بسر کی یہاں تک کہ موت نے انہیں الگ الگ کر دیا۔ پاک
 ہے وہ ذات جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

○ ہارون الرشید، زبیدہ اور ابونواس کی کہانی

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید، زبیدہ کو بے حد چاہتا تھا، اس کی سیر و تفریح کے لئے
 اس نے ایک خاص محل سرا بنائی تھی جس کے اندر پانی کا ایک حوض تھا۔ حوض کے
 ارد گرد جھاٹیاں تھیں، اس میں ہر طرف سے پانی آتا۔ جھاٹیاں اتنی گھنی تھیں کہ
 اگر کوئی اس حوض میں نہاتا تو اس کی شانیں ٹٹیاں بن جاتیں اور اسے کوئی نہ دیکھ
 سکتا۔ ایک روز کا اتفاق سنئے۔ شہزادی زبیدہ وہاں آئی اور حوض کے پاس پہنچی -----
 اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
 ملی تھی۔

• تین سو چھیاسی ویں رات

جب تین سو چھیاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شہزادی زبیدہ حوض کے پاس آ کر اس کی خوبصورتی کا تماشا دیکھنے لگی۔ اس کی رونق اور درختوں کا اس پر جھرمٹ اسے بہت بھایا۔ اس دن گرمی زیادہ تھی وہ اپنے کپڑے اتار کر حوض میں اتر گئی اور پانی کے اندر جا بیٹھی۔ حوض اتنا گہرا نہ تھا کہ انسان اس میں کھڑا ہو کر پانی سے چھپ جائے اس لئے زبیدہ ایک چاندی کے لوٹے میں پانی بھر بھر کر اپنے بدن پر ڈالنے لگی۔ خلیفہ کو جو اس کی خبر لگی تو وہ اپنے محل سے نکل کر درختوں کی آڑ میں کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھا کہ وہ بالکل برہنہ ہے اور اس کے تمام پوشیدہ اعضاء کھلے ہوئے ہیں۔ جب زبیدہ کو معلوم ہوا کہ امیر المومنین درختوں میں چھپا کھڑا اسے برہنہ دیکھ رہا ہے تو شرم کے مارے اس نے دونوں ہاتھ اپنی مخصوص جگہ پر رکھ لئے مگر وہ مقام اتنا چوڑا چکلا اور موٹا تھا کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان میں سے بھی دکھائی دیتا رہا۔ خلیفہ کو بڑا تعجب ہوا اور وہ یہ شعر پڑھتا ہوا فوراً لوٹ گیا:

”میری آنکھوں نے موت کی مدد کی اور

میری محبت جوش مارنے لگی“

آگے اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے اس لئے اس نے ابونواس کو بلوایا۔ ابونواس حاضر ہوا تو خلیفہ نے کہا کہ ایک نظم کہہ جس کا پہلا شعر یہ ہو:

”میری آنکھوں نے ----- الخ“

ابونواس نے فی البدیہہ یہ شعر کہے:

میری آنکھوں نے ----- الخ

ایک غزال صفت نے مجھے

بیری کے درخت کے نیچے گرفتار کر لیا
 وہ ایک چاندی کے لوٹے سے اپنے اوپر پانی ڈالتی جاتی تھی
 جب اس نے مجھے دیکھا تو اس چیز کو چھپا لیا
 لیکن وہ دونوں ہاتھوں کے درمیان سے دکھائی دیتی تھی
 کاش میں اس کے اوپر ایک دو گھڑی رہتا
 یہ سن کر امیر المومنین مسکرایا اور اسے انعام دیا اور سرور سے کہا کہ اسے جانے دے۔

○ ہارون الرشید اور کنیز اور ابونواس کی کہانی

ایک رات امیر المومنین ہارون الرشید کا جی بہت گھبرایا، وہ اٹھ کر اپنے محل کے ارد گرد ٹہلنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک کنیز پر پڑی جو نشے میں جھوم رہی تھی۔ خلیفہ اس کنیز کو بہت چاہتا تھا اور اس سے محبت کرتا تھا، اس لئے وہ اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا اور اسے اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اس ہاتھ پائی میں اس کی چادر گر پڑی اور ازار کھل گئی۔ یہ دیکھ کر خلیفہ وصل کا طالب ہوا۔ کنیز نے کہا کل رات تک مجھے معاف کر۔ اے امیر المومنین، میں تیرے لئے تیار نہیں ہوں کیونکہ مجھے تیرے آنے کی خبر نہ تھی۔ خلیفہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جب سویرا ہوا اور سورج کی روشنی پھیلنے لگی تو اس نے اپنے ایک غلام کے ہاتھ کنیز کو پیغام بھیجا کہ امیر المومنین تیرے حجرے میں موجود ہے۔ کنیز نے اس کے جواب میں کہلوا دیا کہ ”کلام اللیل یمحوہ النہار“ یعنی رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے۔ رشید نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ ایک نظم کہو جس میں یہ مصرع آئے:

کلام اللیل الخ

پہلے رقصی آگے بڑھا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

”خدا کی قسم اگر تجھے بھی ایسی ہی محبت ہوتی جیسی کہ مجھے ہے تو صبر و قرار تجھے سے کوسوں دور بھاگتے۔ تیری محبوبہ نے تجھے محبت میں گرفتار کر کے چھوڑ دیا ہے، نہ وہ آتی ہے اور نہ تجھے بلاتی ہے جب وہ وعدہ کرتی ہے تو وعدہ خلافی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ رات کی بات کو الخ“

اس کے بعد ابو مصعب نے آگے بڑھ کر کہا:
 ”تیرا دل تو بے بس ہے، قرار آئے تو کیسے! صبر تو جاتا رہا ہے، نیند آئے تو کیونکر! کیا یہ تیرے لئے کافی نہیں کہ آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل میں الخ“
 پھر ابونواس نے یہ اشعار پڑھے:

”عشق بڑھتا جاتا ہے اور وصل کی امید گھٹتی جاتی ہے۔ میں نے صاف صاف اپنی محبت جتائی لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ رات کے وقت وہ محل میں مخمور پھر رہی تھی۔ نشے میں اس کی آن بان دوپلا ہو گئی تھی۔ ہاتھ پائی سے اس کی چادر کاندھے پر سے گر گئی اور اس کی ازار کھل گئی۔ میں نے کہا کہ اپنے عاشق سے وعدہ کر اور اسے پورا کر۔ اس نے کہا کہ کل وصال ہو گا۔ جب میں دوسرے دن آیا اور اسے وعدہ یاد دلایا تو وہ کہنے لگی کہ رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے۔“

خلیفہ نے حکم دیا کہ پہلے دونوں شاعروں کو ایک ایک توڑا عطا ہو اور ابونواس کی گردن اڑا دی جائے اور اس سے کہا کہ تو رات کو محل میں موجود تھا۔ ابونواس نے کہا، خدا کی قسم میں اپنے گھر میں سو رہا تھا، محض تیرا کلام دیکھ کر یہ مضامین میرے خیال میں آئے ہیں۔ خدا کا قول ہے کہ ”شاعر کے پیچھے پیچھے شیطان لگے رہتے ہیں“ تو نے خود دیکھا ہو گا کہ وادی وادی مارے مارے پھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔“ اس پر خلیفہ نے اسے معاف کر دیا اور دو توڑے اشرفیوں کے دیئے اور سب لوگ وہاں سے چلتے ہوئے۔

کسی شخص کے پاس ایک چکی تھی اور ایک گدھا جو اسے چلاتا تھا۔ اس کی ایک بد ذات بیوی تھی۔ شوہر بیوی کو چاہتا تھا مگر بیوی اس سے نفرت کرتی تھی۔ اسے اپنے ایک پڑوسی سے محبت تھی پڑوسی کو اس سے نفرت، یہ شوہر کا کہنا نہ مانتی اور پڑوسی اس کا کہنا نہ مانتا۔ ایک رات شوہر نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ گدھے کی چکی کے کھونٹے کے نیچے کھود تجھے وہاں خزانہ ملے گا۔ جب وہ سو کر اٹھا تو اس نے اپنی بیوی سے یہ خواب بیان کیا اور کہا کہ یہ راز کسی سے کہیو نہیں لیکن بیوی نے اپنے پڑوسی کو خبر کر دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو اٹھاسی ویں رات

جب تین سو اٹھاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- چکی والے کی بیوی نے اس کی خبر اپنے پڑوسی کو، جسے وہ چاہتی تھی، کر دی تا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگے۔ پڑوسی نے اس سے رات کے وقت آنے کا وعدہ کر لیا۔ رات ہوئی تو وہ آیا اور چکی کے نیچے کھود کر وہاں سے خزانہ نکالا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اب کیا کریں؟ عورت نے جواب دیا کہ اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کر۔ اس کے بعد تو اپنی بیوی کو چھوڑ دے، میں کسی بہانے سے اپنے شوہر سے جدا ہو جاؤں اور تو میرے ساتھ شادی کر لے۔ جب ہم دونوں مل جائیں گے تو کل خزانہ بھی یکجا ہو جائے گا اور ہمارے کام آئے گا۔ پڑوسی نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ شیطان تجھے بہکا دے اور تو میرے علاوہ کسی اور سے شادی کر لے کیونکہ سونے کا گھر میں ہونا ایسا ہے جیسا سورج کا دنیا میں ہونا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سارا مال میرے پاس رہے تا کہ تجھے اس بات کا لالچ لگا رہے اور تو اپنے شوہر کو چھوڑ کر میرے پاس آ جائے۔ عورت بولی مجھے بھی وہی ڈر ہے جو تجھے ہے اس لئے میں اپنا حصہ تجھے نہیں دوں گی۔ آخر میں نے ہی تو تجھے خزانے کا پتا دیا ہے۔ جب پڑوسی نے یہ باتیں سنیں تو شیطان نے اس سے کہا کہ عورت کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر کے اسی جگہ ڈال دیا جہاں سے خزانہ ملا تھا اور صبح ہوتے وہ مال و دولت لے کر چمپت ہوا۔ اتنے میں چکی والے کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ بیوی نہیں ہے۔ اس نے چکی میں جا کر گدھے کو چکی سے باندھا اور اسے ہانکنے لگا۔ گدھا چل کر رک گیا۔ چکی والے نے اسے خوب مارا اور جتنا مارتا اتنا ہی گدھا پیچھے ہٹتا جاتا کیونکہ وہ عورت کی لاش دیکھ کر بدکتا اور آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ چکی والے کو کیا خبر کہ گدھا کیوں نہیں چلتا۔ وہ گدھے کا گمراہ پن نہ سمجھا۔ اب اس نے ایک چھری لے کر اسے خوب گودا

لیکن وہ ایک قدم آگے نہ سرکا۔ آخر اس نے طیش میں آ کر گدھے کے پہلوؤں میں چھریاں ماریں اور وہ گر کر مر گیا۔ جب دن نکلا تو چکی والے نے دیکھا کہ گدھا بھی مرا پڑا ہے اور اس کی بیوی بھی اور ٹھیک اسی جگہ جہاں خزانہ تھا۔ اسے اور بھی زیادہ غصہ آیا کہ خزانے کا خزانہ ہاتھ سے گیا، بیوی اور گدھا مرا سو الگ۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اس نے اپنی بیوی سے بھید کہہ دیا اور اس نے اسے پوشیدہ نہ رکھا۔

○ گدھے والے اور چور کی کہانی

ایک احمق اپنے گدھے کی رسی پکڑے اسے اپنے پیچھے پیچھے لے چلا جا رہا تھا کہ دو چوروں کی نظر اس پر پڑی۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں ابھی اس گدھے کو اس شخص سے لئے آتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کس طرح؟ ساتھی بولا میرے پیچھے پیچھے آ اور تماشا دیکھ۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اب یہ چور اس گدھے کی طرف بڑھا اور اس کی رسی کھول کر اپنے ساتھی کے حوالے کیا اور خود اپنے گلے میں رسی ڈال کر احمق کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ اس کا ساتھی گدھے کو لے کر غائب ہو چکا ہے تو وہ ٹھہر گیا اور احمق کے کھینچنے پر بھی آگے نہ بڑھا۔ احمق نے پیچھے مڑ کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ رسی ایک انسان کی گردن میں پڑی ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا کہ تو کیا بلا ہے؟ چور نے جواب دیا میں تیرا گدھا ہوں۔ میرا قصہ عجیب و غریب ہے وہ یہ کہ میری ماں ایک پارسا بڑھیا ہے۔ ایک روز میں پیئے ہوئے اس کے پاس آیا اس نے کہا بیٹا، اس گناہ سے خدا کے آگے توبہ کر۔ میں نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اسے مارا۔ اس نے بددعا دی اور خدا نے مجھے گدھا بنا کر تیرے حوالے کیا۔ میں اتنی مدت تک تیرے پاس رہا۔ آج میری ماں کو میری یاد آئی۔ اسے میرے حال پر ترس آ گیا، اس نے میرے لئے دعا کی اور خدا نے مجھے پہلے کی طرح انسان بنا دیا۔ احمق نے کہا ”لا حول ولا قوہ الا باللہ العلیٰ العظیم۔“ بھائی، خدا

کے لئے میرا کیا دھرا معاف کر اور اس نے چور کے گلے سے رسی کھول دی اور غم اور غصے میں بھرا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ اس کی بیوی نے پوچھا کہ تجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی اور گدھا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تجھے گدھے کے متعلق کچھ خبر نہیں ہے؟ سن۔ یہ کہہ کر اس نے ساری سرگزشت دہرا دی۔

بیوی بولی ہائے افسوس، مدت تک ہم آدمی سے خدمت لیتے رہے! اس کے بعد اس نے خیرات کی، خدا سے مغفرت چاہی اور شوہر بہت دنوں تک گھر میں بیکار بیٹھا رہا۔ آخر کار عورت نے کہا کہ کب تک گھر میں بے کار بیٹھا رہے گا؟ بازار جا کر دوسرا گدھا خرید لا اور روزی کما۔ یہ سن کر وہ بازار گیا اور ایک گدھے والے کے پاس ٹھہر گیا اور جو اپنا گدھا بیچ رہا تھا۔ گدھے کو دیکھ کر وہ اس کے پاس گیا اور اپنا منہ اس کے کان پر رکھ کر کہنے لگا۔ کمبخت کہیں تو نے اپنی ماں کو تو نہیں مارا ہے اور اس وجہ سے گدھا ہو گیا ہے! خدا کی قسم میں تجھے ہرگز نہیں خریدوں گا، اور وہ اسے چھوڑ کر چلتا ہوا۔

○ ہارون الرشید، زبیدہ اور چمکاؤر کی کہانی

ایک روز امیر المومنین ہارون الرشید دوپہر کے وقت سو گیا۔ جب وہ بیدار ہوا اور تخت اٹھایا جس پر وہ سویا تھا تو اس نے دیکھا کہ بچھونے پر تانہ منی پڑی ہے۔ اسے بڑی پریشانی ہوئی۔ مزاج برگزشتہ ہو گیا۔ اس نے شہزادی زبیدہ کو بلوایا۔ وہ آئی تو خلیفہ نے پوچھا، یہ بچھونے پر کیا چیز پڑی ہے؟ زبیدہ نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے امیر المومنین یہ منی ہے۔ خلیفہ بولا، اس منی کی وجہ سچ سچ بتا ورنہ میں ابھی تیرے اوپر مصیبت ڈھا دوں گا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم مجھے اس کا سبب معلوم نہیں۔ تو بدگمانی میری طرف سے کرتا ہے، اس سے میں بری ہوں۔ خلیفہ نے قاضی ابو یوسف کو بلا کر اس سے سارا قصہ بیان کیا اور منی دکھائی۔ قاضی نے سر اوپر اٹھا کر چھت

کی طرف دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے۔ کہنے لگا 'اے امیر المومنین' چگاڈر کی منی بھی انسان کی منی جیسی ہوتی ہے' یہ چگاڈر کی منی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بھالا منگوا دیا اور اپنے ہاتھ میں لے کر سوراخ کے اندر مارا' اس میں سے چگاڈر گری۔ یہ دیکھ کر خلیفہ ہارون الرشید کی بدگمانی جاتی رہی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو نواسی ویں رات

تین سو نواسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب قاضی ابو یوسف نے ہاتھ میں بھالا لے کر سوراخ میں مارا اور ایک چمکاڑا آ کر نیچے گری تو ہارون الرشید کی بد گمانی دور ہو گئی اور زبیدہ کی بے گناہی کا ثبوت مل گیا۔ زبیدہ کو اس سے زیادہ کیا خوشی ہوتی۔ خدا نے اس کو بری کر دیا اور اس خوشی میں اس نے ابو یوسف کو بہت سا انعام دینے کا وعدہ کیا۔

زبیدہ کے پاس اتفاق سے اس وقت ایک غیر موسمی پھل تھا اور اسے یہ بھی خبر تھی کہ باغ میں ایک دوسرا غیر موسمی پھل بھی ہے۔ اس نے ابو یوسف سے کہا کہ اے دین کے پیشوا، تو کس پھل کو زیادہ پسند کرے گا موجودہ کو یا غائب کو؟ قاضی نے جواب دیا ہمارا مذہب غائب پر کوئی حکم نہیں لگاتا۔ یہاں ہو تو اس پر حکم لگایا جاسکتا ہے۔ زبیدہ نے دونوں پھل اس کے سامنے پیش کئے۔ قاضی ابو یوسف نے اس میں سے بھی کھایا اور اس میں سے بھی۔ زبیدہ نے پوچھا۔ دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں ایک پھل کی تعریف کرنا چاہتا ہوں تو دوسرا آ کر اپنے دلائل پیش کرتا ہے۔ رشید اس کی باتیں سن کر ہنس پڑا اور اسے انعام دیا اور زبیدہ نے بھی وہ انعام پیش کیا جس کا اس نے اس سے وعدہ کیا تھا اور وہ خوش خوش ان کے پاس سے واپس گیا۔ اس پیشوا کی فضیلت دیکھیے اور یہ کہ اس نے زبیدہ کی بے گناہی کس طرح ثابت کی۔

○ حاکم بامر اللہ اور باغ والے کی کہانی

ایک دن حاکم بامر اللہ اپنے جلوس کے ساتھ سوار جا رہا تھا۔ اس کا گزر ایک باغ

کی طرف ہوا۔ اس نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے ارد گرد غلام اور نوکر چاکر جمع تھے۔ ضلیفہ نے اس سے پینے کے لئے پانی مانگا اس نے پانی پلایا اور کہنے لگا، میں امید کرتا ہوں کہ امیر المومنین اس باغ میں اتر کر میری عزت افزائی کرے گا۔

خلیفہ نے منظور کیا اور اس کا لشکر باغ میں اتر پڑا۔ اب اس شخص نے سو فرش نکالے، سو جاہیں، سو تکیے، سو خوان پھلوں کے، سو پالے جن میں حلوے تھے اور سو کٹورے جن میں شکر کا شربت تھا۔ یہ دیکھ کر حاکم بامر اللہ دنگ ہو گیا اور بولا اے شخص تیرا واقعہ عجیب و غریب ہے۔ کیا تجھے ہمارے آنے کی خبر تھی تو نے تو یہ تمام چیزیں تیار کر رکھی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں، خدا کی قسم اے امیر المومنین، مجھے تم لوگوں کے آنے کا حال بالکل معلوم نہ تھا۔ میں تیری رعیت کے تاجروں میں سے ایک تاجر ہوں۔ میری سو کنیریں ہیں۔ جب امیر المومنین نے میرے ہاں اتر کر مجھے عزت بخشی تو میں نے ان میں سے ہر ایک کو کھلا بھیجا کہ میرے واسطے ناشتہ باغ میں بھیج دیں۔ سب نے اپنا کچھ فرش اور کھانا پینا جو ان کی ضرورت سے زائد تھا بھیج دیا کیونکہ ہر روز ان میں سے ہر ایک کنیر ایک تشت کھانا، ایک تشت ٹھنڈا شربت، ایک تشت میوہ، ایک پیالے میں حلوہ اور ایک کٹورا شراب بھیجتی ہے۔ یہ ناشتہ میرے پاس ہر روز پہنچ جاتا ہے۔ تیری وجہ سے میں نے کوئی زائد چیز نہیں منگوائی۔ امیر المومنین حاکم بامر اللہ نے خدا کے آگے شکرانے کا سجدہ کیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے اس کا کہ اس نے ہماری رعایا میں لوگوں کو اتنی وسعت دی ہے کہ وہ بغیر تیاری کئے محض اس کھانے میں سے جو بیچ رہتا ہے خلیفہ اور اس کے لشکر کی دعوت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جتنے درہم اس سال نئے بنائے گئے ہیں اور بیت المال میں ہیں سب اسے دے دیئے جائیں۔ ان درہموں کی تعداد سینتیس لاکھ تھی اور خلیفہ اس وقت تک سوار نہ ہوا جب تک درہموں کو منگوا کر انہیں اس شخص کے حوالے نہ کر دیا، اور اس نے کہا کہ انہیں خرچ کر کیونکہ تیری دیا دلی ان سے بڑھ کر ہے۔

یہ کہہ کر وہ سوار ہوا اور چل دیا۔

○ نوشیرواں اور لڑکی کی کہانی

عادل بادشاہ کسریٰ نوشیرواں ایک دن شکار کے لئے نکلا اور ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال کر اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ وہ ہرن کے پیچھے لگا ہی ہوا تھا کہ سامنے ایک گاؤں نظر آیا۔ بھاگ دوڑ میں اسے پیاس لگ آئی تھی اس لئے اس نے گاؤں کی طرف رخ کیا اور جو گھر پہلے پڑا اسی پر دستک دی اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ گھر میں سے ایک لڑکی نکلی اور بادشاہ کو غور سے دیکھ کر مکان کے اندر چلی گئی۔ اندر جا کر لڑکی نے ایک گنے کا رس نکالا اور اس میں پانی ملا کر پیالے میں بھرا پھر اس پر کوئی خوشبو دار چیز چھڑکی جس کی شکل مٹی کی سی تھی اور پیالہ لا کر نوشیرواں کے آگے پیش کیا۔ نوشیرواں نے پیالہ ہاتھ میں لے کر دیکھا کہ اس میں مٹی کی طرح کی کوئی چیز پڑی ہے۔ وہ پھونک مارتا اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا یہاں تک کہ سارا پیالہ خالی ہو گیا۔ اب اس نے لڑکی سے کہا کہ اے لڑکی، پانی بہت اچھا اور بہت میٹھا تھا۔ کاش اس کے اندر گرد نہ ہوتی! لڑکی بولی کہ اے مہمان، میں نے جان بوجھ کر یہ گرد اس میں ڈال دی ہے جو کوڑے کی طرح ہے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ تو بہت پیاسا ہے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اگر تو ایک ہی سانس میں چڑھا گیا تو تجھے نقصان پہنچے گا۔ اگر اس میں گرد نہ ہوئی تو تو تیزی کے ساتھ ایک ہی گھونٹ میں پی جاتا اور اس طرح سے تجھے نقصان پہنچتا۔

نوشیرواں کو اس کی باتوں اور ذہانت پر بڑا تعجب ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ جو کچھ اس نے کہا ذہانت اور عقل مندی اور دانش مندی کی بنا پر کہا۔ اب اس نے لڑکی سے پوچھا کہ یہ کتنے گنوں کا رس تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک گنے کا۔ نوشیرواں کو حیرت ہو گئی اس نے لگان کا کھانا نکلا کر دیکھا کہ اس گاؤں سے کتنا وصول ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ وصول کم ہے۔ اس بات کو اس نے اپنے دل ہی میں رکھا ارادہ کیا کہ جب دارالسلطنت میں پہنچوں گا تو اس گاؤں کا لگان بڑھا دوں گا کیونکہ جس گاؤں میں ایک گنے کا اتنا رس ہو، اس کا لگان اتنا کم کیونکر ہو سکتا ہے چنانچہ گاؤں سے واپس ہو کر پھر شکار میں مصروف ہو گیا۔ شام کے وقت لوٹا تو اس دروازے پر تنہا پہنچا اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ وہی لڑکی باہر نکلی اس نے بادشاہ کو پہچان لیا اور اندر جا کر رس نکالنے لگی۔ دیر زیادہ لگی تو نوشیرواں نے اس سے پوچھا کہ تو نے اتنی دیر کیوں لگائی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• تین سو نوے ویں رات

جب تین سو نوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- نوشیرواں نے لڑکی سے پوچھا کہ تو نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ اس نے جواب دیا: اس لئے کہ ایک گنے سے تیری ضرورت کے لائق رس نہیں نکلا، میں نے تین گنوں کا رس نکالا پھر بھی ان میں سے اتنا رس نہ نکلا جتنا کہ پہلے ایک گنے سے نکلا تھا۔ بادشاہ نوشیرواں نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ لڑکی بولی کہ وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ تجھے کیونکر معلوم ہوا؟ لڑکی نے جواب دیا کہ ہم نے غلمندوں سے سنا ہے کہ جب بادشاہ کی نیت اپنی رعایا کے حق میں خراب ہو جاتی ہے تو ان میں سے برکت جاتی رہتی ہے اور نیکیاں کم ہو جاتی ہیں۔

نوشیرواں ہنس پڑا اور اس نے اپنے دل سے وہ بات نکال دی جو اب تک اس گاؤں کے متعلق دل میں پوشیدہ تھی اور اس لڑکی سے فوراً بیاہ کر لیا کیونکہ اس کی انتہائی ذہانت، سمجھ داری اور خوش بیانی اسے بہت پسند آئی۔

○ سقہ اور سنار کی بیوی کی کہانی

بخارا میں ایک سقہ تھا جو تیس سال سے ایک سنار کے ہاں پانی بھرا کرتا۔ اس سنار کی ایک بیوی نہایت حسین و جمیل، آن بان والی، دیانت دار، نیک اور پارسا تھی۔ ایک روز سقہ دستور کے موافق آ کر گھروں میں پانی بھرنے لگا۔ عورت صحن میں کھڑی تھی، سقہ اس کے پاس آیا، اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا، خوب دبایا اور پھر اسے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ جب اس کا شوہر گھر لوٹا تو عورت نے کہا کہ آج تو نے بازار میں ایسا کیا کیا ہے جس سے خدا ناراض ہو گیا۔ شوہر بولا میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی جس

سے خدا ناراض ہو۔ عورت نے کہا، نہیں تو نے ضرور کوئی ایسی بات کی ہے جو خدا کی ناراضگی کا سبب ہوئی۔ اگر تو نے سچ سچ نہ بتایا تو میں تیرے گھر میں نہ ٹھہروں گی اور اس کے بعد نہ تو مجھے دیکھے گا اور نہ میں تجھے دیکھوں گی۔

شوہر نے کہا اچھا جو کچھ میں نے کیا ہے تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں سن: میں اپنی دکان میں دستور کے موافق بیٹھا ہی تھا کہ ایک عورت آئی اور یہ کہہ کر کہ میرے لئے کنگن بنا دے، چل دی۔ میں نے کنگن بنا رکھ چھوڑے جب وہ پھر آئی تو میں نے کنگن نکالے اور اس نے اپنا ہاتھ نکالا۔ میں نے اسے کنگن پہنا دیئے۔ اس کے گورے گورے ہاتھ اور پیاری پیاری کلائیاں دیکھ کر میں دنگ ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کی میں نے خوب دبایا۔ بیوی نے کہا، اللہ اکبر! یہ تو نے کیوں کیا؟ اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سقے نے جو ہمارے ہاں تیس سال سے آتا جاتا ہے اور جس نے آج تک کوئی خیانت نہیں کی، آج میرا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ مرد نے کہا بیوی میں خدا سے مغفرت کا طالب ہوں اور جو کچھ کیا ہے اس سے توبہ کرتا ہوں، تو بھی میرے لئے خدا سے معافی مانگ۔

بیوی نے کہا خدا ہم سب کو معاف کرے بالخصوص تجھے اور آرام سے زندگی بسر کرائے! اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو اکیانوے ویں رات

جب تین سو اکیانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- سنار کی بیوی نے کہا کہ خدا، ہم سب کو اور بالخصوص تجھے معاف کرے اور آرام سے زندگی بسر کرائے۔ دوسرے دن سقہ آیا تو عورت کے قدموں پر گر پڑا اور زمین پر لوٹنے لگا۔ بڑی معذرت کی اور کہنے لگا کہ اے میری آقا، جو کچھ شیطان نے بہکا کر مجھ سے کرایا ہے معاف کر۔ عورت نے جواب دیا کہ تو اطمینان رکھ، یہ جرم تو نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ اس کا سبب میرے شوہر کا وہ فعل ہے جو اس نے دکان میں کیا تھا، خدا نے اس کا بدلہ اسی دنیا میں دے دیا۔ جب سنار کی بیوی نے اپنے شوہر سے یہ ماجرا بیان کیا تو اس نے کہا ”گناہ کے بدلے گناہ“ اگر میں زیادہ کرتا تو سقہ بھی زیادہ کرتا۔ اس کے بعد یہ جملہ لوگوں میں ضرب المثل ہو گیا۔ بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے ساتھ ظاہر و باطن یکساں رکھے اور اگر شوہر کی استطاعت زیادہ نہ ہو تو بیوی کم پر قناعت کرے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقش قدم پر چلے (خدا ان دونوں سے راضی رہے) تا کہ بزرگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو۔

○ خسرو، شیریں اور ماہی گیر کی کہانی

عجم کے بادشاہ خسرو کو مچھلی بہت پسند تھی۔ ایک روز وہ اپنی بیوی شیریں کے ساتھ محل میں بیٹھا تھا کہ ایک ماہی گیر آیا جس کے پاس ایک بہت بڑی مچھلی تھی۔ اس نے یہ مچھلی خسرو کی خدمت میں پیش کی۔ خسرو نے خوش ہو کر حکم دیا کہ اسے چار ہزار درہم دیئے جائیں۔ شیریں نے کہا یہ تو نے بہت برا کیا۔ اس نے پوچھا کیونکر؟

شیریں نے کہا کہ اگر اس کے بعد تو اپنے مصاحبوں میں سے کسی کو انعام دے گا تو وہ اسے حقیر سمجھے گا اور کہے گا کہ بادشاہ نے مجھے اتنا ہی دیا جتنا کہ ماہی گیر کو دیا تھا اور اگر تو اس سے کم دے گا تو اسے رنج ہو گا کہ بادشاہ نے میری ذلت کی اور ماہی گیر سے بھی کم دیا۔ خسرو بولا، تو سچ کہتی ہے لیکن بادشاہوں کے لئے یہ بھی بری بات ہے کہ دے کر لے لے، جو ہوا سو ہوا۔ شیریں نے کہا کہ میں تجھے ایک ترکیب بتاتی ہوں کہ تو اس سے اپنا دیا ہوا انعام واپس لے سکے۔ خسرو نے پوچھا کہ وہ کیا؟ شیریں نے کہا کہ اگر تو ایسا کرنا چاہتا ہے تو ماہی گیر کو بلا کر پوچھ کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ۔ اگر وہ کہے کہ نر ہے تو اسے کہیو ہم تو مادہ چاہتے ہیں اور اگر وہ کہے کہ مادہ ہے تو کہو کہ ہمیں نر کی ضرورت ہے۔

خسرو نے ایک شخص کو اس کے پیچھے بھیجا اور وہ اسے بلا لایا۔ یہ ماہی گیر بڑا ذہن اور ذکی تھی۔ بادشاہ خسرو نے پوچھا کہ مچھلی نر ہے یا مادہ؟ ماہی گیر نے زمین چوم کر کہا کہ جہاں پناہ یہ مچھلی نہ نر ہے نہ مادہ بلکہ منث ہے۔ خسرو ہنس پڑا اور حکم دیا کہ اسے اور چار ہزار درہم عطا کئے جائیں۔ ماہی گیر خزانچی کے پاس گیا اور اس سے آٹھ ہزار درہم لے کر اپنی تھیلی میں رکھ لئے اور تھیلی کو کندھے پر رکھ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ اس میں سے ایک درہم نکل پڑا۔ ماہی گیر نے تھیلی کندھے سے اتار کر رکھ دی اور جھک کر اس درہم کو اٹھا لیا۔ خسرو اور شیریں دونوں دیکھ رہے تھے۔ شیریں نے کہا اے بادشاہ، تو نے اس شخص کی خست اور چھچھور پن کو دیکھا ایک درہم گر پڑا تو اسے یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ اسے پڑا رہنے دے اور بادشاہ کے نوکروں میں سے کوئی اٹھا لے۔ بادشاہ نے شیریں کی یہ باتیں سنیں تو اسے ماہی گیر سے نفرت آنے لگی۔ اس نے کہا اے شیریں تو سچ کہتی ہے اور حکم دیا کہ ماہی گیر کو واپس بلایا جائے۔

ماہی گیر واپس آیا تو اس سے کہا: اے کم ہمت، تجھ میں انسانیت بالکل نہیں۔ تو نے یہ کیوں کیا کہ سارا مال اپنے کندھے سے اتار کر ایک درہم کی خاطر جھکا اور تیری

کنجوسی نے یہ گوارا نہ کیا کہ تو درہم کو پڑا رہنے دیتا۔
 ماہی گیر نے زمین چوم کر کہا خدا بادشاہ کی عمر میں برکت دے! میں نے وہ درہم زمین
 سے اس لئے نہیں اٹھایا کہ میں اسے لینے کے لئے بے چین تھا بلکہ میں نے اسے
 اس وجہ سے اٹھایا کہ اس میں ایک طرف بادشاہ کی تصویر تھی اور دوسری طرف اس
 کا نام۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں کوئی شخص غلطی سے اس پر پاؤں نہ رکھ دے اور بادشاہ
 کے نام اور تصویر کی ذلت اور مجھ پر گناہ عائد نہ ہو جائے۔ بادشاہ کو اس کی بات پسند
 آئی وہ اس جواب پر پھڑک گیا اور اسے چار ہزار درہم اور دینے کا حکم دیا۔ اس کے
 بعد بادشاہ نے ملک میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ کوئی عورتوں کے مشورے پر نہ چلے، کیونکہ
 اگر کوئی ان کے مشورے پر چلے گا تو وہ اپنے ایک درہم کے علاوہ دو درہم کھوئے گا۔

○ یحییٰ برکلی اور فقیر کی کہانی

ایک روز یحییٰ برکلی خلیفہ کے محل سے نکل کر اپنے گھر چلا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ
 دروازے پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ وزیر کو سامنے دیکھ کر وہ شخص کھڑا ہو گیا اور
 سلام کر کے کہنے لگا کہ اے یحییٰ میں تیری سخاوت کا محتاج ہوں اور تجھے خدا کا واسطہ
 دیتا ہوں۔ یحییٰ نے حکم دیا کہ اس کے لئے گھر کا ایک حصہ خالی کر دیا جائے اور
 اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ اسے ہر روز ایک ہزار درہم دے آیا کرے اور اپنے خاص
 کھانے میں سے اس کے لئے کھانا بھیجا کرتا۔ وہ شخص پورے مہینے اسی طرح رہا، مہینہ
 ختم ہونے کے بعد اس کے پاس تیس ہزار درہم ہو گئے۔ اب وہ شخص ڈرا کہ کہیں
 یحییٰ اس وجہ سے کہ میرے پاس بہت سے درہم ہو گئے ہیں، انہیں چھین نہ لے اور
 چپکے سے چلتا ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو بانوے ویں رات

جب تین سو بانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک نہاد بادشاہ ----- وہ شخص چپکے سے درہم لے کر چلتا ہوا۔ خزانچی نے یحییٰ کو خبر دی تو وہ کہنے لگا واللہ اگر وہ اپنی زندگی بھر بھی میرے پاس ٹھہرتا تو میں نہ اس کا انعام روکتا اور نہ مہمانی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا۔ برمکیوں کی خوبیاں بے شمار ہیں اور ان کی تعریف بیان کرنے سے زبان قاصر ہے خاص کر یحییٰ میں تو بہت ساری خوبیاں تھیں۔

○ جعفر بن موسیٰ الہادی اور امین بن زبیدہ کی کہانی

جعفر بن موسیٰ الہادی کی ایک کنیز تھی جس کا نام بدر کبیر تھا اور جو خوب روئی اور تناسب اعضاء میں بے نظیر تھی۔ حسن و جمال میں لاجواب۔ امین بن زبیدہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جعفر سے درخواست کی کہ وہ اسے میرے ہاتھ بیچ دے۔ جعفر نے کہلا بھیجا کہ تجھے معلوم نہیں کہ مجھ جیسا شخص نہ کنیزوں کو بیچ سکتا ہے نہ ان کا مول تول کر سکتا ہے۔ اگر وہ میری گھر کی پٹی ہوئی نہ ہوتی تو میں کنجوسی نہ کرتا اور تجھے نذر کر دیتا۔ اس کے بعد ایک روز امین بن زبیدہ گانا سننے کی غرض سے جعفر کے گھر گیا۔

جعفر نے وہ تمام عمدہ چیزیں مہیا کیں جو دوستوں کے لئے مہیا کی جا سکتی ہیں اور اپنی کنیز بدر کبیر سے کہا کہ اس کے آگے گائے اور اسے خوش کرے۔ کنیز نے باجوں کو ٹھیک ٹھاک کر کے بہترین راگ بجائے۔ امین بن زبیدہ شراب نوشی اور لطف انگیزی میں مشغول ہو گیا اور ساقیوں کو حکم دیا کہ جعفر کو خوب پلائیں یہاں تک

کہ وہ مدہوش ہو جائے۔ جب وہ مدہوش ہو گیا تو امین، کنیز کو لے کر اپنے گھر چلا بنا مگر اس کے ساتھ دست درازی نہ کی۔

صبح ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ جعفر کو بلایا جائے۔ جعفر آیا تو امین نے حکم دیا کہ اس کے سامنے شراب پیش کی جائے اور کنیز پر دے کے پیچھے سے لگائے۔ جعفر نے اس کی آواز سنی تو بہت طیش میں آیا۔ تاہم اپنی شرافت اور بلند حوصلگی کی وجہ سے ناراضگی کا کوئی اظہار نہ کیا اور مصاحبت کے آداب میں کوئی کمی نہ کی۔ شراب کی مجلس ختم ہوئی تو امین بن زبیدہ نے اپنے ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جس کشتی میں جعفر آیا ہے اسے درہموں، دیناروں، طرح طرح کے ہیرے جواہرات، نفیس پوشاکوں اور عمدہ سامانوں سے بھر دیا جائے۔ مصاحب نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس نے حکم دیا تھا اور کشتی میں ایک ہزار تھیلیاں اور ایک ہزار توڑے رکھ دیئے۔ ہر توڑے میں بیس بیس ہزار درہم تھے۔ ان کے علاوہ اس قدر نفیس نفیس چیزیں رکھیں کہ ملاح چلانے لگے کہ اس سے زیادہ چیزیں کشتی میں نہیں آ سکتیں۔ اب اس نے حکم دیا کہ یہ چیزیں جعفر کے گھر پہنچا دی جائیں یہ ہیں ہمتیں بڑے آدمیوں کی۔ خدا ان پر رحم کرے!

○ سعید بن سالم باہلی اور برمکیوں کی کہانی

سعید بن سالم کا بیان ہے کہ ہارون الرشید کے زمانے میں ایک بار میری حالت بہت اتر ہو گئی اور مجھ پر بے حد قرضہ ہو گیا جس کی وجہ سے میں پریشان رہنے لگا کیونکہ اس کا ادا کرنا میری طاقت سے باہر تھا اور مجھے کوئی صورت چھٹکارے کی نظر نہ آتی تھی۔ میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ قرض خواہ میرے مکان کو گھیرے رہتے اور تقاضا کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی اور لینے والے میرا پیچھا نہ چھوڑتے اور میری سرا سیمگی بڑھتی جاتی۔ جب میں نے دیکھا کہ صورت حال خطرناک اور حالات بدلے ہوئے ہیں

تو میں عبد اللہ بن مالک الخزاعی کے پاس گیا کہ وہ مشورے سے میری مدد کرے اور
کی اچھی تدبیر سوچ کر میرے لئے خوشی کا راستہ نکالے۔ عبد اللہ بن مالک خزاعی نے
کہا کہ اگر کوئی تجھے اس مصیبت اور رنج و ناداری اور غم سے چھٹکارا دے سکتا ہے تو
وہ برکی ہیں۔ میں نے جواب دیا ان کے تکبر کو کون برداشت کر سکتا ہے اور ان کے
تجبر پر کون صبر کر سکتا ہے! وہ بولا اپنی حالت کی بہتری کی خاطر ان چیزوں کو برداشت
کر۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔



• تین سو ترانوںے دیں رات

جب تین سو ترانوںے دیں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عبد اللہ بن مالک خزاعی نے سعید بن سالم سے کہا کہ اپنی حالت کی بہتری کی خاطر ان چیزوں کو برداشت کر۔ سعید کہتا ہے کہ میں یحییٰ بن خالد کے دونوں بیٹوں فضل اور جعفر کے پاس گیا اور ان کے سامنے اپنا دکھڑا رویا۔ اپنی حالت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ خدا تیری مدد کرے، اپنے احسان سے تجھے اوروں سے مستغنی کر دے، تجھے بہت مال و دولت دے اور دوسروں کا محتاج نہ رکھے! وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اپنے بندوں کی کھلی ڈھکی سب باتوں سے واقف ہے۔ میں وہاں سے حیران پریشان اور دل شکستہ اٹھ کر عبد اللہ بن مالک کے پاس آیا اور جو کچھ دونوں بھائیوں نے کہا تھا اسے کہہ سنایا وہ بولا آج تو یہیں میرے پاس ٹھہر جا۔ دیکھیں خدا کیا کرتا ہے۔ ابھی میں وہاں پر بھر کے قریب ہی بیٹھا ہوں گا کہ میرا غلام آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا، ہمارے دروازے پر بہت سے خچر لدے ہوئے کھڑے ہیں اور ان کے ساتھ ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں فضل بن یحییٰ اور جعفر بن یحییٰ کا کارندہ ہوں۔

عبد اللہ بن مالک نے کہا خدا کرے یہ خوشی کا باعث ہو! اٹھ اور جا کر دیکھ کہ کیا ماجرا ہے۔ میں وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ جب تو ہمارے پاس آیا تھا اور ہم نے تیری باتیں سنی تھیں تو اس کے بعد ہم خلیفہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تیری حالت اتنی خراب ہو چکی ہے کہ تو مانگنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس پر خلیفہ نے ہم کو حکم دیا کہ بیت المال سے دس لاکھ درہم لے کر تیرے پاس بھیج دیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ان سے تو وہ اپنے قرض خواہوں کے تقاضوں سے سبکدوشی حاصل کر سکتا ہے، اپنے اوپر کیا خرچ کرے گا؟ اس نے حکم دیا کہ تین لاکھ اور

دے دیئے جائیں۔ ان کے علاوہ ہم دونوں اپنے حلال مال میں سے دس دس لاکھ درہم بھیجتے ہیں۔ یہ کل تینتیس لاکھ درہم ہوئے جن سے تو اپنی حالت سدھار سکتا ہے۔ دیکھی ان سخی لوگوں کی سخاوت، خدا ان پر رحم کرے۔

○ مکار عورت کی کہانی

ایک عورت نے ایک بار اپنے شوہر سے بڑی مکاری کی۔ وہ اس طرح کہ جمعے کے دن اس کا شوہر مچھلی لایا اور بیوی سے کہا، اسے پکا کر جمعے کی نماز کے بعد تیار رکھو۔ وہ تو اپنے کام پر چلا گیا۔ اتنے میں اس عورت کا یار پہنچا اور کہنے لگا کہ ہمارے ہاں ایک شادی ہے چل کر اس میں شرکت کر۔ عورت مچھلی کو ایک چھلنی میں رکھ کر اس کے ساتھ چل دی اور دوسرے جمعے تک اپنے گھر نہ لوٹی۔ شوہر نے گھر گھر اسے ڈھونڈا اور لوگوں سے پوچھا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ دوسرے جمعے کو جب وہ گھر آئی تو اس نے مچھلی چھلنی میں سے زندہ نکال کر اسے دکھا دی۔ لوگ جمع ہوئے شوہر نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو چورانوے ویں رات

جب تین سو چورانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب عورت دوسرے جگہ کو اپنے شوہر کے پاس آئی تو اس نے مچھلی چھلنی میں سے زندہ نکال کر اسے دکھا دی، تو تو میں میں ہونے لگی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ شوہر نے ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا تو جھوٹا ہے، یہ ممکن نہیں کہ مچھلی اتنی مدت تک زندہ رہے۔ یقین ہو گیا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے اسے قید خانے میں بند کر دیا گیا اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔

○ بنی اسرائیل کی پارسا عورت کی کہانی

پرانے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک لڑکی تھی جس کی پارسائی، دیانت داری اور نہد و عبادت کے سب قائل تھے۔ روزانہ مسجد جانا اس کا معمول تھا۔ مسجد سے ملا ہوا ایک باغ تھا جب وہ مسجد میں جاتی تو باغ سے ہو کر گزرتی اور وہیں وضو کرتی۔ اس باغ میں دو بوڑھے پریدار تھے ایک روز وہ دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے اور اسے اپنی طرف مائل کرنے لگے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تو ہمارا کہا نہ مانے گی تو ہم گواہی دیں گے کہ تو نے زنا کیا ہے۔ لڑکی بولی، خدا مجھے تمہارے شر سے پناہ میں رکھے گا۔ اب ان دونوں نے باغ کا دروازہ کھول کر چلانا شروع کیا۔ لوگ چاروں طرف سے دوڑے اور کہنے لگے کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس لڑکی کو ایک جوان سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ لوگ پہلے تین دن تک ڈھنڈورا پیٹ کر زانی کو بدنام کرتے، پھر اسے سنگسار کرتے چنانچہ تین دن تک ڈھنڈورا پیٹ

کر اس کی بھی فضیحت کی گئی، اس میں دونوں بوڑھے ہر روز لڑکی کے پاس آتے اور اپنے ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر کہتے کہ شکر ہے خدا کا جس نے اپنا عذاب تجھ پر اتارا۔ جب لوگ اسے سنگسار کرنے چلے تو حضرت دانیال علیہ السلام بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر باہ سال کی تھی اور یہ ان کا پہلا معجزہ ہے، ان پر اور ہمارے نبی پر درود و سلام ہو! جاتے جاتے آخر وہ ان تک پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ اس کی سنگساری میں جلدی نہ کرو بلکہ مجھے فیصلہ کر لینے دو۔

لوگوں نے ان کے لئے ایک کرسی بچھا دی۔ انہوں نے بیٹھ کر اول دونوں بوڑھوں کو الگ الگ کیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے گواہوں سے علیحدہ علیحدہ گواہی لی ہے۔ بعد ازاں ایک بوڑھے سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے جو قصہ بنایا تھا، سارا بیان کیا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ باغ میں کس جگہ یہ بات ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پورب کی طرف امرود کے درخت کے نیچے۔ اس کے بعد آپ نے دوسرے کو بلا کر پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے بھی یہی داستان کہہ سنائی۔ آپ نے پوچھا باغ میں کس جگہ؟ وہ بولا پچھم کی طرف سیب کے درخت کے نیچے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر لڑکی کھڑی ہوئی اپنا سر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے خدا سے دعا مانگ رہی تھی کہ اسے نجات ملے۔

خدا نے بطور عذاب کے ایک کڑک بھیجی جس نے دونوں بوڑھوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور لڑکی کی معصومیت ثابت ہو گئی۔ یہ پہلا معجزہ تھا جو نبی اللہ حضرت دانیال علیہ السلام سے ظہور میں آیا۔

○ جعفر برکی کے نسخے کی کہانی

ایک روز امیر المومنین ہارون الرشید، ابو یعقوب الندیم، جعفر برکی اور ابونواس جنگل میں جا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنے گدھے سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔

ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ اس بوڑھے سے پوچھ کہ کہاں سے آ رہا ہے؟
جعفر نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا 'بھرے سے۔'
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• تین سو پچانوے ویں رات

جب تین سو پچانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- اس شخص نے کہا کہ میں بھرے سے آ رہا ہوں۔ جعفر بولا اور جا کہاں رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بغداد۔ جعفر نے پوچھا وہاں کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ اپنی آنکھوں کا علاج۔ ہارون الرشید نے کہا اے جعفر، اس سے مذاق کر۔ جعفر نے کہا کہ اگر اس سے مذاق کروں گا تو وہ کھری کھری سنائے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ میری جان کی قسم اس سے مذاق کر۔ جعفر نے بوڑھے سے کہا کہ اگر میں تجھے ایسی دوا بتا دوں جس سے تجھے فائدہ ہو تو، تو مجھے کیا دے گا؟ بوڑھے نے کہا کہ خدا تجھے ایسا بدلہ دے گا جو میرے بدلے سے بہتر ہو گا۔ جعفر نے کہا کہ کان دھر کر سن، میں تجھے وہ دوا بتا دیتا ہوں جو کسی اور کو نہیں بتائی۔ بوڑھے نے کہا کہ وہ کیا؟ جعفر نے کہا کہ ڈیڑھ چھٹانک صبا کی رفتار اور ڈیڑھ چھٹانک سورج کی کرنیں اور ڈیڑھ چھٹانک چاندنی اور ڈیڑھ چھٹانک چراغ کی روشنی لے اور سب کو ملا کر تین مہینے تک ہوا میں سکھا۔ اس کے بعد انہیں تین مہینے تک ایسے ہاون دستے میں کوٹ جس میں گہرائی نہ ہو۔ جب تو کوٹ چکے تو انہیں ایک پیالے میں رکھ، جس میں سوراخ ہو اور اس پیالے کو تین مہینے تک ہوا میں رکھ، پھر اس دوا کے تین درہم ہر روز سوتے وقت استعمال کر، خدا نے چاہا تو تجھے تین مہینے میں آرام ہو جائے گا۔ بوڑھے نے جعفر کی باتیں سنیں تو اپنے گدے پر پھیل کر لیٹ گیا اور پاد مار کر کہنے لگا کہ اس نسخے کے عوض یہ پاد۔ اگر اس دوا سے خدا نے مجھے آرام دیا تو میں تجھے ایک کنیر دوں گا جو اس طرح خدمت کرے گی کہ خدا جلد تیری موت لے آئے گا۔ جب تو مر چکے گا اور خدا تیری روح جلدی سے دونخ میں پہنچا دے گا تو وہ افسوس کی وجہ سے اپنی غلاظت سے تیرا منہ کالا کرے گی اور تجھ پر گریہ و زاری کرے گی اور منہ پیٹے گی اور اور

رو کر کہے گی کہ اے سفید داڑھی والے، تیری داڑھی کیسی سفید ہے! ہارون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور اس شخص کو تین ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

URDU4U.COM

○ قاتل اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضمانت کی کہانی

شریف حسین بن بیان سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے حکم احکام جاری کر رہے تھے۔ بڑے بڑے عقل مند مصاحب حاضر تھے کہ دو خوبصورت جوان ایک تیسرے نہایت حسین جوان کو جو صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا پکڑے ہوئے لائے۔ دونوں جوانوں نے اس کا گریبان پکڑ رکھا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ امیر المومنین نے پہلے دن دونوں کی طرف دیکھا اور پھر اس جوان کی طرف اور ان دونوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو اور قریب جا کر پوچھا، تمہارا اس پر کیا مطالبہ ہے؟ دونوں نے کہا اے امیر المومنین، ہم دونوں سگے بھائی ہیں اور انصاف کے طالب۔ ہمارا ایک بوڑھا باپ تھا، نہایت دانشمند اور قبیلوں میں باعزت۔ برائیوں سے پاک نیکوں میں مشہور۔ بچپن میں اس نے ہماری تربیت کی تھی اور جوانی میں ہم پر احسان کئے تھے۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو چھیانوے ویں رات

جب تین سو چھیانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جوانوں نے کہا اور جوانی میں اس نے ہم پر احسان کئے تھے اور اس میں ساری خوبیاں جمع تھیں۔ ایک روز وہ اپنے باغ کی سیر کرنے اور پھل توڑنے گیا ہوا تھا کہ اس جوان نے اسے بدمعاشی سے قتل کر دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو اس کے گناہ کا بدلہ دلوائے اور خدا کے حکم کے موافق فیصلہ کرے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوان کی طرف تیوری بدل کر دیکھا اور کہا تو نے ان دونوں جوانوں کی باتیں سن لی ہیں، تیرے پاس کیا جواب ہے؟ یہ جوان مضبوط دل اور شیریں زبان تھا۔ دل کڑا کر کے اور بے دھڑک ہو کر مسکرایا اور نہایت میٹھی زبان سے گفتگو کی اور امیر المومنین سے نہایت اچھے الفاظ میں مخاطب ہو کر بولا اے امیر المومنین، ان کا دعویٰ میرے اوپر پورا پورا اترتا ہے ان کی گفتگو درست ہے اور انہوں نے ماجرا ٹھیک ٹھیک بیان کیا ہے، خدا نے قسمت میں یہی لکھا تھا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تیرے سامنے اپنا قصہ بیان کر دوں اور پھر جو تیرا حکم ہے ماننے کو تیار ہوں۔

سن اے امیر المومنین! میرا شمار ٹھینٹھ عربوں میں سے ہے جو آسمان کے نیچے سب سے زیادہ شریف مانے جاتے ہیں۔ میں ریگستان میں پلا بڑھا ہوں۔ وہاں قحط پڑا تو میں اپنے خاندان اور مویشی اور بال بچوں کو لے کر اس شہر کے قریب رہا اور اس کی گلیوں میں سیر کرتا کرتا باغوں کے درمیان پہنچا۔ میرے ساتھ اصیل اونٹ تھے جو مجھے بہت عزیز تھے۔ ان میں سے ایک عمدہ نسل کا نر اونٹ بہت ہی خوبصورت تھا اور جس سے بہت سے بچے پیدا ہوئے تھے۔ جب وہ ان میں چلتا تو ایسا معلوم ہوتا، بادشاہ تاج پہنے جا رہا ہے۔ اچھا تو بعض اونٹ بہک کر ان کے باپ کے باغ میں پہنچ گئے اور اپنے منہ ایک درخت پر ڈال دیئے جس کی شاخیں دیوار کے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر میں نے

انہیں باغ سے دور کر دیا۔ اتنے میں باغ کے اندر سے بوڑھا نکلا جس کی آواز سے مارے غصے کے چنگیاں نکلتی تھیں۔ اس کے دہنے ہاتھ میں ایک پتھر تھا، اس نے شیر کی طرح ڈکرا کر وہ پتھر اونٹ پر اس زور سے مارا کہ وہ مر گیا کیونکہ پتھر ٹھیک اسی جگہ پڑا جہاں کی مار مملک ہوتی ہے۔ میں نے اونٹ کو اپنے پاس گرتے دیکھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا دل پھٹ گیا اور اس میں غصے کے شعلے بھڑکنے لگے اور میں نے وہی پتھر اٹھا کر اسے مارا، وہ مر گیا۔ اس کی موت آگئی اور وہ اسی پتھر سے قتل ہوا جس سے اس نے قتل کیا تھا۔ جب پتھر اس کے لگا تو وہ بہت زور سے چلایا اور ایک دردناک چیخ ماری۔

یہ سن کر میں تیزی سے بھاگا مگر ان دونوں جوانوں نے دوڑ کر مجھے پکڑ لیا اور لا کر تیرے سامنے کھڑا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہے اور بچنے کی وجہ بیان نہیں کرتا۔ لہذا تجھ پر قصاص لازم آتا ہے اور پناہ کا وقت نکل گیا۔ جوان نے کہا کہ بسر و چشم جو ہمارے پیشوا کی مرضی۔ اسلام کی شریعت جو حکم دے اس پر میں راضی ہوں لیکن میرا ایک چھوٹا بھائی ہے، اس کے دادا نے مرنے سے پہلے اس کئے لئے بہت کچھ مال و دولت اور سونا چاندی چھوڑا ہے مجھے اس کا وکیل بنایا ہے اور مجھے خدا کی قسم دے کر کہا کہ یہ مال میں تیرے بھائی کا تیرے سپرد کرتا ہوں، اسے حتی الامکان حفاظت سے رکھیو۔ میں نے یہ مال و دولت لے کر دفن کر دیا اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔ اور تو نے مجھے ابھی قتل کر دیا تو سارا مال ضائع جائے گا اور اس کا سبب تو ہو گا اور بچہ تجھ سے اس کا مطالبہ اس روز کرے گا جب کہ خدا اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے، عدالت کی کرسی پر بیٹھے گا۔ تو مجھے تین دن کی مہلت دے دے کہ میں لڑکے کا کوئی دوسرا متولی بنا کر آؤں اور اپنے جرم کی سزا پاؤں۔ میں اس کی تجھے ضمانت دے سکتا ہوں۔ یہ سن کر امیر المومنین نے اپنا سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور حاضرین کی طرف دیکھ کر کہا کہ کون اس شخص کی ضمانت لیتا ہے کہ وہ یہاں واپس آئے گا؟ جوان نے حاضرین

کے چہروں کی طرف دیکھا اور سب کو چھوڑ کر ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص میری ضمانت کرے گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• تین سو ستانوے ویں رات

جب تین سو ستانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب جوان نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص میری ضمانت کرے گا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تو نے یہ باتیں سن لیں، کیا تو اس بات کی ضمانت لینے کے لئے تیار ہے کہ یہ جوان واپس آ جائے گا؟ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں اے امیر المومنین! میں تین دن کے لئے اس کی ضمانت کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور کر لیا اور جوان کو جانے کی اجازت دے دی۔ جب تین دن گزر گئے۔ مدت ختم ہو گئی یا ختم ہونے کے قریب تھی اور جوان نہ آیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے گرد اس طرح جمع تھے جیسے کہ چاند کے گرد تارے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور دونوں مدعی بھی۔ مدعیوں نے کہا اے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجرم کہاں ہے؟ کہیں بھاگ کر بھی کوئی لوٹا ہے! جب تک تو اسے لے نہ آئے گا اور ہم اس سے بدلہ نہ لے لیں گے ہم یہاں سے نہیں ٹل سکتے۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس خدا کی قسم جو سب کا مالک اور سب کچھ جاننے والا ہے اگر پورے تین دن گزرنے کے بعد وہ شخص نہ آیا تو میں اپنی ضمانت کا حق ادا کر دوں گا اور اپنی جان امام کے حوالے کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ واللہ اگر جوان حاضر نہ ہوا تو اسلامی شریعت کی رو سے میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدلہ لوں گا۔ یہ سن کر حاضرین رونے پٹنے اور زور سے چیخیں مارنے لگے اور بڑے صحابیوں نے دونوں جوانوں کے آگے یہ تجویز پیش کی کہ خون بہا لے کر ہمیں شکر گزار کرو۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور بدلے لینے کے سوا اور کسی چیز پر راضی نہ ہوئے۔

لوگ ابھی بے قرار ہی تھے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افسوس کیا جا رہا تھا کہ جوان آگیا اور خلیفہ کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں نہایت ادب سے سلام کیا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور کپڑے پسینے میں تر بہ تر تھے۔ وہ کہنے لگا کہ میں لڑکے کو ماموؤں کے سپرد کر آیا ہوں۔ ان سے سارا ماجرا بیان کر دیا اور لڑکے کے مال کی انہیں اطلاع دے دی، اس کے بعد دوپہر کی گرمی میں بھاگتا ہوا اپنا شریفانہ وعدہ پورا کرنے پلٹ آیا۔ لوگوں کو اس کی سچائی اور وعدہ وفا کی جرات اور موت کے مقابلے پر تعجب ہوا اور اس سے کہنے لگے، شاباش تو کیسا شریف جوان ہے اور کتنا عمدہ و پہچان کا پکا! جوان نے کہا تمہیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ میں نے اپنا وعدہ اس لئے پورا کیا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ لوگوں میں سے وفا اٹھ گئی ہے۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا اے امیر المومنین، میں نے اس جوان کی ضمانت کر لی تھی مگر خدا کی قسم مجھے نہ معلوم تھا کہ وہ کس قبیلے کا ہے اور نہ میں نے اس دن سے پہلے کبھی اسے دیکھا تھا، لیکن جب اس نے اوروں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص میری ضمانت کرے گا اور میری ذمہ داری لے گا تو مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ میں انکار کر دوں اور میری مروت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اس کی خواہش پوری نہ کروں بالخصوص جبکہ خواہش کے پورا کرنے میں کوئی عیب نہ ہوتا کہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ لوگوں میں سے شرافت اٹھ گئی ہے۔

یہ سن کر دونوں جوانوں نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کر دیا۔ اس نے نفرت کو محبت سے بدل دیا ہے۔ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نیکی دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ خلیفہ جوان کی سچائی اور وفا اور اس کے معاف ہو جانے پر بہت خوش ہوا اور دوسرے مصاحبوں کے مقابلے میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ کی مروت کا ان پر بڑا اثر پڑا اور یہ بہت بھلا معلوم ہوا کہ دونوں جوان نیکی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ آپ نے دونوں کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دونوں جوانوں

کو بیت المال سے ان کے باپ کا خون بہا ادا کیا جائے لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے محض خدا کے لئے اسے معاف کیا اور جو اس نیت سے معاف کرے، وہ نیکی کرنے کے بعد احسان نہیں جتا سکتا اور نہ کوئی تکلیف دے سکتا ہے۔

○ خلیفہ مامون اور اہرام کی کہانی

جب مامون بن ہارون الرشید مصر میں داخل ہوا تو اس نے اہرام کے ڈھا دینے کا ارادہ کر لیا تھا تا کہ وہ ان کے اندر کا خزانہ نکال لے لیکن وہ ان کو نہ ڈھا سکا حالانکہ اس نے بہت کوشش کی اور بہت مال خرچ کیا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تین سو اٹھانوے ویں رات

جب تین سو اٹھانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- مامون نے اہرام کے ڈھانے میں بڑی کوشش کی اور اس پر بہت دولت صرف کی لیکن انہیں ڈھانہ سکا۔ صرف ایک ہرم میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھل گئی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کھڑکی میں مامون کو اتنا مال ملا جتنا کہ اس نے اس کے کھولنے میں صرف کیا تھا، نہ زیادہ نہ کم۔ مامون کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے وہ مال لے کر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

اہرام تین ہیں اور ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ اتنی مضبوط، مستحکم اور اونچی عمارات سطح زمین پر اور کوئی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے پتھروں سے بنائے گئے ہیں۔ معماروں نے پتھروں کے دونوں طرف سوراخ کر کے ان میں لوہے کی سلاخیں ڈال دی ہیں جو کھڑی ہیں اور دوسرے پتھر میں سوراخ کر کے انہیں سلاخوں میں پرو دیا ہے اور رائگ کو پگھلا کر سلاخوں کے اوپر ڈال دیا ہے۔ ان کی ترکیب بالکل ریاضی کے مطابق ہے۔ جب وہ بن چکے تو ان کی اونچائی سو ہاتھ تھی۔ یہ ان ہاتھوں سے جو آج کل استعمال کئے جاتے ہیں، یہ اہرام مربع ہیں اور اوپر کی طرف کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہر طرف سے تین سو ہاتھ۔ بزرگوں کا قول ہے کہ پچھتم والے ہرم کے اندر تین خزانوں کی کوٹھڑیاں ہیں جو رنگ برنگے چقماق کے پتھروں کی بنی ہوئی ہیں اور جن میں قیمتی قیمتی ہیرے، طرح طرح کے مال و دولت، عجیب و غریب تصویریں، اوزار اور نفیس ہتھیار ہیں جو اس حکمت کے ساتھ تیلوں سے چڑے ہوئے ہیں کہ قیامت تک ان میں زنگ نہیں لگ سکتا۔ ان میں سے شیشے کے برتن ہیں جو پچک جاتے ہیں مگر ٹوٹتے نہیں اور مرکب دوائیں اور عمدہ عمدہ عرق۔ دوسرے ہرم میں چقماق کی تختیوں پر کاہنوں کے قصے ہیں۔ ہر کاہن کے لئے ایک تختی مخصوص ہے اور اس پر اس کاہن

کی عجیب و غریب صنعتوں اور کاریگروں کا ذکر ہے۔ دیواروں پر بتوں کی طرح آدمیوں کی تصویریں ہیں جو اپنے ہاتھوں سے تمام کام کرتے ہیں اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہر ہرم کا ایک خزانچی ہے جو پہرے داری کا کام کرتا ہے اور یہ پہرے دار انہیں زمانے کے حوادث سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اہرام کے عجائبات میں سے ایسے جانور ہیں جو سمجھ بوجھ کر کام کرتے ہیں۔

○ چور کی کہانی جس نے چوری سے توبہ کی تھی

ایک چور تھا جس نے چوری سے توبہ کر لی تھی اور پوری طرح کر لی تھی۔ اس نے کپڑے کی دکان کھولی اور خرید و فرخت کرنے لگا۔ ایک مدت تک یہ کام کرتا رہا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ دکان بند کر کے گھر گیا ہوا تھا کہ ایک شاطر چور دکان دار کے کپڑے پن اور اس آستین میں سے کنجیاں نکال بازار پہنچا۔ رات کا وقت تھا۔ اس نے بازار کے چوکیدار سے کہا کہ اس موم بتی کو جلا دے۔ چوکیدار نے اس کے ہاتھ سے موم بتی لے لی اور اسے جلانے کے لیے چلا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• تین سو ننانوے ویں رات

جب تین سو ننانوے ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- چوکیدار اس سے موم بتی لے کر جلانے کو چلا۔ اتنے میں چور نے دکان کھول کر دوسری موم بیت جلا لی جو اس کے پاس تھی۔ چوکیدار لوٹ کر آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ دکان میں بیٹھا ہے اور حساب کا بھی کھاتہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسے دیکھتا جاتا اور انگلیوں پر کچھ گنتا جاتا ہے۔ اس حالت میں صبح تک رہا اور پھر چوکیدار سے کہا کہ ایک اونٹ والے کو مع اس کے اونٹ کے لئے آتا کہ وہ میرا سامان لے چلے۔ چوکیدار ایک اونٹ اور اونٹ والے کو لے آیا۔ چور نے اسے چار گٹھے کپڑوں کے نکال کر دیئے اور اونٹ والے نے انہیں اونٹ پر لاد لیا۔ پھر اس نے دکان بند کر کے چوکیدار کو دو درہم دیئے اور اونٹ والے کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ چوکیدار اسی خیال میں رہا کہ وہ دکان کا مالک ہے۔ جب صبح ہوئی اور دن نکلا تو دکان والا آیا اور چوکیدار اسے ان دو درہموں کی وجہ سے دعائیں دینے لگا۔ دکان والے کی سمجھ میں اس کی باتیں نہ آئیں۔ اسی حیرت میں اس نے دکان کھولی تو دیکھا کہ ایک موم بتی پگھلی پڑی ہے اور بھی کھاتے تتر بتر ہیں۔ اس نے دکان کا جائزہ لیا تو کپڑوں کے چار گٹھے غائب۔ چوکیدار سے اس کا سبب پوچھنے لگا۔ اس نے رات کا ماجرا اور جو بات چیت اونٹ والے سے ہوئی تھی، کہہ دی۔ دکاندار نے کہا اس اونٹ والے کو بلا لا جو صبح کے وقت کپڑے لاد کر لے گیا ہے۔ چوکیدار جا کر اسے لے آیا۔ دکان دار نے پوچھا کہ صبح کے وقت کپڑے تو کہاں لے گیا تھا؟ اس نے کہا کہ فلاں گھاٹ پر فلاں شخص کی کشتی میں۔ دکان دار بولا کہ چل میرے ساتھ اس جگہ۔ اونٹ والا اس کے ساتھ چل دیا اور پہنچ کر کہا کہ یہ ہے وہ کشتی اور یہ کشتی بان۔ اس نے کشتی بان سے پوچھا کہ تو تاجر اور کپڑوں کو لے کر کہاں گیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ۔ اس نے کہا کہ

میرے ساتھ وہاں چل اور بتا۔ اونٹ والا اسے لے کر ایک جگہ گیا جو دیا کے کنارے سے بہت دور تھی اور اسے وہ سرائے دکھائی جہاں اس نے کپڑے کے گٹھے اتارے تھے اور تاجر کی کوٹھری دکھائی۔ دکاندار نے آگے بڑھ کر کوٹھری کھولی۔ دیکھا کہ چاروں گٹھے ویسے کے ویسے موجود ہیں۔ ابھی تک کھولے بھی نہیں گئے اس نے انہیں اٹھا کر اونٹ والے کے حوالے کیا۔ چور نے اپنے پہننے کو کپڑے بھی انہی گٹھوں پر رکھ دیئے تھے۔ کپڑوں کے مالک نے وہ بھی اٹھا کر اونٹ والے کو دے دیئے۔ اونٹ والے نے ان سب کو اونٹ پر لاد لیا۔ اس کے بعد مالک کوٹھری بند کر کے اونٹ والے کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں چور نے اسے دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ اس نے کپڑوں کو کشتی پر لادا۔ اب چور نے کہا کہ اے میرے بھائی، میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تجھے اپنے کپڑے مل گئے اور ان میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوا تھا لہذا میرے پہننے کے کپڑے مجھے دے۔ اس پر تاجر ہنس پڑا۔ اور اس نے چور کے کپڑے واپس کر دیئے اس سے بالکل مزاحمت نہ کی اور دونوں اپنی اپنی راہ چلتے ہوئے۔

○ ہارون الرشید، مسرور اور ابن القلابی کی کہانی

ایک رات امیر المومنین ہارون الرشید کا دل بہت گھبرایا۔ اس نے اپنے وزیر جعفر بن یحییٰ البرکی سے کہا، آج رات میں سخت پریشان ہوں میرا جی گھبرا رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے اس کا خادم مسرور جو سامنے کھڑا تھا، ہنس پڑا۔ خلیفہ نے کہا کہ تو کس بات پر ہنسا ہے؟ ہنسنے کی وجہ میری تحقیر ہے یا تیرا جنون؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم، اے امیر المومنین نہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو دس رات

جب چار سو دس رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- سرور نے کہا کہ اے امیر المومنین، خدا کی قسم نہیں۔ سید المرسلین کی تجھ سے جو قرابت ہے اس کی قسم کہ میں جان بوجھ کر نہیں ہنسا بلکہ کل جب میں محل سے نکل کر ٹہلتا ٹہلتا دجلے کے کنارے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں لوگ جمع ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کو ہنسا رہا ہے جس کا نام ابن القلابی ہے۔ اس وقت اس کی باتیں مجھے یاد آنے لگیں اور میں مجبوراً ہنس پڑا۔ اے امیر المومنین میں اس کی تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا، اسے فوراً میرے پاس بلا لا۔ سرور گیا، ابن القلابی کے پاس پہنچ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین نے تجھے بلایا ہے۔ وہ بولا خلیفہ کا حکم سر آنکھوں پر، سرور نے کہا مگر اس شرط پر کہ جب تو اس کے پاس پہنچے اور وہ تجھے انعام دے تو چوتھائی تیرا اور باقی میرا۔ ابن القلابی نے کہا یوں نہیں بلکہ آدھا تیرا اور آدھا میرا۔ سرور نے کہا نہیں۔ ابن القلابی بولا اچھا ایک تہائی میرا اور دو تہائی تیرا۔ بہت شش و پنج کے بعد سرور نے اسے مان لیا۔

اب ابن القلابی امیر المومنین کے پاس گیا اور خلافت کی شان کے مطابق سلام کر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ امیر المومنین نے کہا کہ اگر تو مجھے نہ ہنسا سکا تو میں اس تھیلے سے تین بار تجھے ماروں گا۔ ابن القلابی نے اپنے دل میں کہا کہ نہ معلوم اس تھیلے کی ضربیں کیسی ہوں گی! کوڑے کی مار کا تو مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ تھیلا خالی ہے۔ اب اس نے ایسی باتیں کرنی شروع کیں جن پر ناراض سے ناراض شخص بھی ہنس پڑے اور بڑا مسخرہ پن کیا لیکن ہنسا تو درکنار امیر المومنین مسکرایا تک نہیں۔ ابن القلابی کو بڑا تعجب ہوا اور وہ ناامید ہو کر ڈرنے لگا۔ امیر المومنین

نے کہا کہ اب تو سزا کا مستحق ہے اور تھیلا لے کر ایک بار اسے مارا۔ اس تھیلے کے اندر چار پتھر دو دو رطل وزن کے تھے۔ چونکہ مار اس کی گردن پر پڑی اس لئے وہ وہ چیخیں مارنے لگا اور اسے وہ شرط یاد آ گئی جو اس نے مسرور سے کی تھی کہنے لگا اے امیر المومنین، ذرا رک جا پہلے میری دو باتیں سن لے۔ خلیفہ نے کہا کہ وہ بھی کہہ ڈال۔ اس نے کہا مسرور نے میرے ساتھ ایک شرط کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ انعام مجھے امیر المومنین سے ملے اس میں سے ایک حصہ میرا اور دو اس اس کے، اور یہ بھی بہت شش و پنج کے بعد اس نے منظور کیا ہے۔ اب تیرا انعام یہی مار ہے اس لئے یہ ایک ضرب میرا حصہ ہے اور باقی دو اس کا۔ میں تو اپنا حصہ لے چکا اب اس کا باقی ہے۔ وہ اسے دے دے۔ یہ سن کر امیر المومنین ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور مسرور کو بلا کر اس پر تھیلا مارا۔ اس نے چیخ مار کر کہا اے امیر المومنین، میرے لئے ایک تنائی کافی ہے، دو تنائی اسی کو دے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو پہلی رات

چار سو پہلی رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- سرور نے کہا اے امیر المومنین میرے لئے ایک تمائی کافی ہے، دو تمائی اسی کو دے۔ خلیفہ دونوں کی باتوں پر ہنسنے لگا اور دونوں کو ایک ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور دونوں خلیفہ کا انعام لے کر خوش خوش چل دیئے۔

○ ہارون الرشید اور اس کے عبادت گزار بیٹے کی کہانی

ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تو سولہ سال تھی لیکن وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکا تھا اور زاہدوں اور عابدوں کے رویے پر چلتا تھا۔ وہ مقبروں میں جاتا اور کہتا کہ تم دنیا کے مالک تھے مگر کیا اس سے تمہاری نجات ہو سکتی ہے! اب تم قبروں میں ہو، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم نے کیا کیا اور تم سے کیا کہا گیا۔ یہ کہہ کر وہ ڈرتا اور روتا۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے جلوس کے ساتھ نکلا۔ وزرا، امرا اور حکام اس کے ارد گرد تھے۔ یہ جلوس ان مقبروں کے پاس سے گزرا جہاں خلیفہ کا لڑکا جا کر بیٹھتا تھا۔ لوگوں نے امیر المومنین کے بیٹے کو جو اس حالت میں دیکھا کہ وہ ایک ادنیٰ سی عبا پہنے اور سر پر اوئی چادر ڈالے ہوئے ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ امیر المومنین کے اس بیٹے نے اسے بادشاہوں میں بدنام کر رکھا ہے اگر خلیفہ اسے ڈانٹے ڈپٹے تو یہ ضرور اس حالت کو چھوڑ دے۔ امیر المومنین نے بھی انہیں یہ کہتے سنا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا، تو نے اپنی اس حالت کی وجہ سے مجھے بدنام کر دیا ہے۔ اس کا بیٹا اس کی طرف دیکھنے لگا اور کچھ جواب نہ دیا۔ نظر اٹھا کر ایک

چٹیا کی طرف دیکھا جو محل کے کنگرے پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس چٹیا سے کہنے لگا اے چٹیا، میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے کہ آکر میرے ہاتھ پر بیٹھ جا۔ یہ سن کر چٹیا اتری اور آکر اس لڑکے کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے کہا کہ واپس چلی جا اور وہ اڑ کر اپنی جگہ چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اتر کر امیر المومنین کے ہاتھ پر بیٹھ لیکن وہ نہ اتری۔ لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ تو نے دنیا کی وجہ سے مجھے اولیا اللہ میں بدنام کر رکھا ہے۔ اب میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ تجھے چھوڑ کر چل دوں اور آخرت سے پہلے تجھ سے نہ ملوں۔ یہ کہہ کر وہ بھرے چلا گیا اور معماروں کے ساتھ کام کرنے لگا۔ کسی دن ایک درہم اور ایک دانت سے زیادہ نہ کماتا۔ دانت میں اپنا گزارا کرتا اور درہم خیرات کر دیتا۔

ابو عامری بھری کا بیان ہے کہ میرے گھر کی ایک دیوار گر پڑی تھی۔ اس لئے میں اس جگہ گیا جہاں مزدوروں کا اڈہ تھا تا کہ کسی کو لا کر اپنی دیوار مرمت کراؤں۔ میری نظر ایک جوان پر پڑی جو بہت حسین اور خوبو تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا کہ اے میرے عزیز، کیا تو مزدوری کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ میں نے کہا چل کر میری دیوار بنا دے اس نے کہا کہ چند شرطوں کے ساتھ جو میں پہلے طے کر لینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا عزیز، وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانت لوں گا اور جب موذن اذان دے تو مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو جانے دیجیو۔ میں نے کہا منظور۔ اب میں اسے لے کر گھر گیا اور اس نے اتنا اچھا کام کیا کہ اور کسی کو میں نے اتنا اچھا کام کرتے نہ دیکھا تھا۔

جب میں نے کہا کہ چاشت کھا لے تو اس نے انکار کر دیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ روزے سے ہے۔ جب اس نے اذان سنی تو مجھ سے کہنے لگا کہ تجھے شرط معلوم ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اب اس نے اپنی پیٹی کھول دی، وضو کیا اور اس خوبی سے کیا کہ میں نے اس سے بہتر وضو کرتے کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے کام پر لوٹ آیا۔ میں نے کہا کہ عزیز، مزدوری کا وقت ختم ہو

گیا کیونکہ مزدوروں کا کام عصر تک ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سبحان اللہ میں تو شام تک مزدوری کرتا ہوں اور وہ برابر شام تک کام کرتا رہا۔ میں نے اسے دو درہم دیئے۔ انہیں دیکھ کر اس نے کہا کہ یہ کیا؟ میں نے کہا کہ یہ تیری اجرت کا ایک حصہ ہے کیونکہ تو نے میری خدمت بڑی کوشش اور جان فشانی سے کی ہے۔ اس نے دونوں درہم میری طرف پھینک دیئے اور کہا کہ جو کچھ میرے اور تیرے درمیان طے ہو گیا ہے اس سے زیادہ میں نہیں لینا چاہتا۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا اور مجبور ہو کر اسے ایک درہم اور ایک دانق دیا اور وہ لے کر چل دیا۔

جب دوسرا دن ہوا تو میں صبح کے وقت پھر اسی اڈے پر گیا لیکن اسے نہ پایا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ہفتے کے سوا اور کسی دن نہیں آتا۔ لہذا دوسرے ہفتے کو میں وہاں پہنچا اور اسے دیکھ کر میں نے کہا کہ بسم اللہ مزدوری کے لئے چل۔ اس نے کہا، انہی شرطوں کے ساتھ جو تجھے معلوم ہیں۔ میں نے کہا ہاں اور اسے لے کر اپنے گھر گیا۔ میں اس کی نظر سے پوشیدہ اسے دیکھ رہا تھا کہ اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور اسے دیوار میں لگا کر اینٹیں ایک دوسرے سے جوڑ دیں۔ میں نے کہا اولیاء اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ اس نے دن بھر کام کیا اور پہلے دن سے زیادہ کیا۔ شام ہوئی تو میں نے اس کی مزدوری اسے دے دی اور وہ اسے لے کر چلا گیا۔ تیسرا سینچر آیا تو میں پھر اسی اڈے پر گیا۔ لیکن اسے نہ پایا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے اور فلاں عورت کی جھونپڑی میں پڑا ہوا ہے۔ وہ عورت بڑھیا تھی اور پارسائی میں مشہور۔ اس کی جھونپڑی سرکنڈوں کی اور جنگل میں تھی۔ میں اس جھونپڑی پر پہنچا اور اندر جا کر دیکھا کہ وہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ اس کے نیچے کوئی چیز نہیں اور تکیے کی جگہ ایک اینٹ ہے۔ اس کے چہرے پر نور چمک رہا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔

میں اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کی کم سنی، غربت اور خدا پرستی پر رونے لگا۔ اس سے پوچھا کہ تجھے کوئی ضرورت ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا وہ کیا؟ وہ بولا

کل چاشت کے وقت میرے پاس آئیو۔ میں مر چکا ہوں گا، غسل دیجیو اور میری قبر کھودیو مگر کسی کو خبر نہ کیجیو اور اسی لباس میں جو میں پہنے ہوئے ہوں، مجھے دفن کیجیو۔ میرے کپڑے پھاڑیو اور جیب کی تلاشی لیجیو او جو کچھ اس میں سے نکلے اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھیو۔ جب میرے جنازے کی نماز پڑھے چکے اور مجھے دفن کر دے تو بغداد جا کر انتظار کیجیو کہ خلیفہ ہارون الرشید باہر نکلے۔ پھر اسے وہ چیز دے دیجیو جو تو نے میری جیب سے نکالی ہو اس سے میرا سلام کہیو یہ کہہ کر اس نے شہادت کا کلمہ پڑھا اور عمدہ لفظوں میں اپنے پروردگار کی ثناء کی اور استغفار میں مشغول ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو دوسری رات

جب چار سو دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- اس کے بعد جوان استغفار میں مشغول ہو گیا اور سید الابرار پر درود و سلام بھیجنے لگا۔ ابو عامر بصری کا بیان ہے کہ جب جوان وصیت کر چکا تو میں وہاں سے روانہ ہو کر گھر چلا گیا۔ دوسرے دن چاشت کے وقت میں وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے، خدا اس پر رحمت کرے! میں نے اسے غسل دیا اور جب اس کی جیب کے ٹانکے توڑے تو اس میں مجھے ایک یا قوت ملا جس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ واللہ اس جوان نے دنیا سے اتنا ہی درجے کی کناری کشی اختیار کی تھی۔ میں اسے دفن کر چکا تو بغداد روانہ ہو گیا اور خلیفہ کے محل کے پاس پہنچ کر رشید کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ باہر نکلا تو میں ایک گلی میں اس کے سامنے گیا اور وہ یا قوت اسے دے دیا۔ اسے دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس کے نوکروں چاکروں نے مجھے پکڑ لیا۔ اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ اسے چھوڑ کر نہایت مہربانی سے محل میں پہنچا دو۔ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ محل میں داخل ہوا تو اس نے مجھے بلایا اور محل سرا میں لے جا کر مجھ سے پوچھا کہ اس یا قوت کے مالک کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وہ مر گیا۔ پھر میں نے اس کا قصہ بیان کیا تو وہ رو کر کہنے لگا، بیٹا فائدے میں رہا اور باپ ٹوٹے میں۔ بعد ازاں اس نے پکار کر کہا کہ فلاں عورت! ----- ایک عورت باہر آئی مگر مجھے دیکھ کر پھر اندر جانے لگی۔ خلیفہ نے کہا آ اور اس شخص سے پردہ نہ کر۔ اس نے آ کر سلام کیا۔ خلیفہ نے وہ یا قوت اس کی طرف پھینک دیا۔ عورت کی نظر یا قوت پر پڑی تو وہ چیخیں مار مار کر رونے لگی اور غش کھا کر گر پڑی۔ حالت سنبھلی تو اس نے کہا اے امیر المومنین، خدا نے میرے بیٹے کا کیا حشر کیا؟ رشید نے مجھ سے کہا کہ لڑکے کا ماجرا

اس سے بیان کر۔ اس لئے کہ خود خلیفہ کو اس سے بڑی عبرت حاصل ہوئی تھی۔ میں نے ماں سے اس کا ماجرا بیان کیا اور وہ رو کر کمزور آواز سے کہنے لگی اے میری آنکھ کی ٹھنڈک، میں تیرے دیدار کو کتنی تڑپ رہی ہوں! کاش جب کوئی تجھے پانی دینے والا نہ ہوتا تو میں تجھے پانی دیتی اور جب کوئی تجھے پیار کرنے والا نہ ہوتا تو میں تجھے پیار کرتی! یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگی۔

میں نے کہا اے امیر المومنین، کیا وہ تیرا بیٹا تھا؟ اس نے کہا ہاں اور وہ میرے خلیفہ ہونے سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اے علماء سے ملتا اور پارساؤں کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ جب میں خلیفہ ہوا تو وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ جانے سے پہلے میں نے اس کی ماں سے کہا کہ اس لڑکے نے خدا سے لو لگا لی ہے۔ ممکن ہے کہ اس پر سختیاں پڑیں اور اسے تکلیفوں کا سامنا ہو، لہذا اسے یہ یا قوت دے دے تا کہ ضرورت کے وقت وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ ماں نے وہ یا قوت اسے دیا اور قسم دی کہ وہ اسے لے لے۔ اس نے ماں کے حکم کی تعمیل کی اور اسے لے لیا۔ اس کے بعد وہ ہماری دنیا داری کی چیزوں کو چھوڑ کر ہمارے پاس سے چل دیا۔ اور ہم سے غائب رہا یہاں تک کہ نہایت پاکی کی حالت میں وہ خدا سے جا ملا۔ اب خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ چل کر مجھے اس کی قبر دکھا۔ میں اسے لے کر لڑکے کی قبر پر گیا اور وہاں اتنا رویا پیٹا کہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو اس نے خدا سے مغفرت کی دعا کی اور کہنے لگا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اس کی بھلائی کی دعا مانگی۔ پھر اس نے مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے کہا۔ میں نے جواب دیا، اے امیر المومنین میں نے تیرے بیٹے سے بہت بڑا سبق حاصل کیا ہے۔

○ مکتبے کے ملا اور اس کی ٹاڈیدہ محبوبہ کی کہانی

ایک عالم فاضل کا بیان ہے کہ ایک بار میں ایک مکتب کے پاس سے گزرا۔ دیکھا کہ

وہاں ایک ملا بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ اس کا حلیہ نہایت پاکیزہ اور کپڑے نہایت نفیس تھے۔ میں اس کے پاس گیا تو وہ کھڑا ہو گیا اور مجھے اپنے برابر بٹھایا۔ میں نے اس کا امتحان قرات، نحو، شعر اور لغت میں لیا اور اسے سب میں کامل پایا۔ میں نے کہا خدا تیرے ارادے کو مستحکم رکھے! تو ہر چیز کی تعلیم میں ماہر ہے۔ میں مدت تک اس کے پاس آتا جاتا رہا اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی خوبی اس میں پاتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ بچوں کا ملا اور یہ خوبیاں! تمام عقل مند لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کا ملا کم عقل ہوتا ہے اب میں اس سے رخصت ہوا مگر اکثر اس کی ملاقات کو آتا۔

ایک دن جب میں اس سے ملنے آیا تو دیکھا کہ مکتب بند ہے۔ پڑوسیوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کے ہاں کسی کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے بھی اس کی تعزیت کے لئے جانا چاہیے۔ اس کے دروازے پر جا کر میں نے دستک دی۔ ایک لونڈی نے نکل کر کہا کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا تیرے آقا سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ بولی میرا آقا اکیلا بیٹھا سوگ کر رہا ہے۔ میں نے کہا جہ اس سے جا کر کہہ کہ تیرا فلاں دوست تعزیت کرنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جا کر خبر کی تو اس نے کہا کہ جا اور اسے بلا لا۔

اس نے آ کر کہا کہ اندر چل۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ سر باندھے تنہا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا کہ خدا تجھے بڑا اجر دے! ہر ایک کو اسی راستے پر چلنا ہے لہذا صبر سے کام لے۔ اس نے بعد میں نے پوچھا کہ تیرا کون فوت ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ شخص جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیارا تھا۔ میں نے کہا تیرا باپ؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا تیری ماں؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر آخر مرنے والے سے تیرا کیا تعلق تھا؟ اس نے کہا کہ وہ میری محبوبہ تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اس کی کم عقلی کا پہلا ثبوت ہے۔ اب میں نے کہا کہ تجھے اس سے زیادہ حسین اور مل سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں

جو یہ کہہ سکوں کہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ حسین ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری حماقت ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ بے دیکھے تو اس پر کس طرح عاشق ہوا؟ اس نے کہا سن میں ایک دن کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک راہ گیر یہ شعر گاتا ہوا وہاں سے گزرا۔ ”اے ام عمرو‘ میرا دل جہاں کہیں بھی تو نے لے جا کر چھپایا ہو‘ مجھے واپس دے دے خدا تجھے اس کا اجر دے گا۔“

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو تیسری رات

چار سو تیسری رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- ملانے کہا کہ جب میں نے ایک راہ گیر کو یہ شعر گانے سنا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ ام عمرو کا جواب دنیا میں ہوتا تو تمام شاعر اس کی تعریف نہ کرتے اور میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ دو دن کے بعد وہ شخص یہ شعر گاتا ہوا گزرا۔ ”گدھا ام عمرو کو سوار کر کے چلتا ہوا اور نہ وہ لوٹی اور نہ گدھا۔“ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مر گئی اور تین دن سے میں اس کا سوگ کر رہا ہوں۔ اب تو اس کی کم عقلی کا مجھے پورا پورا ثبوت مل گیا، میں اٹھ کر وہاں سے چل دیا۔

○ مکتبے کے ملا کی حماقت کی کہانی

یہ کہانی بھی مکتب کے ایک ملا کی کم عقلی کا قصہ ہے۔ کہتے ہیں کسی مکتب کا ایک ملا تھا۔ ایک روز اس کے پاس ایک سمجھ دار آدمی آیا اور قریب بیٹھ کر اس کا امتحان لینے لگا۔ دیکھا کہ وہ بڑا فقیہ، نحوی، لغوی، شاعر، ادیب، عقل مند اور فمیدہ ہے۔ وہ متعجب ہو کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ جو لوگ بچوں کو مکتب میں پڑھاتے ہیں ان کی تو عقل ٹھکانے نہیں ہوتی۔ جب وہ شخص ملا کے پاس سے اٹھ کر جانے لگا، تو ملانے کہا آج رات تو میرا مہمان ہے۔ اس شخص نے ملا کی دعوت قبول کر لی اور اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ ملانے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور کھانا پیش کیا۔ کھاپی کر وہ دونوں بیٹھے اور تمائی رات تک باتیں چیتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد اس نے مہمان کے لئے بچھونا بچھوایا اور خود اندر چلا گیا۔ مہمان لیٹ کر سونے ہی والا تھا کہ اندر سے چیخوں کی آوازیں آنے لگیں۔ مہمان نے اس کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے

کہا کہ شیخ پر بڑا سخت حادثہ گزرا ہے اور وہ جاں کنی کی حالت میں ہے۔ مہمان نے کہا مجھے اندر لے چلو۔ لوگ اسے اندر لے گئے تو اس نے دیکھا کہ شیخ بے ہوش پڑا ہے اور خون بہہ رہا ہے۔ اس نے شیخ کے منہ پر پانی چھڑکا۔ جب اسے ہوش آیا تو مہمان نے پوچھا 'تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے جواب دیا 'اے میرے بھائی! جب میں تیرے پاس سے گیا تو بیٹھ کر خدا کی صنعتوں پر غور کرنے لگا اور اپنے دل میں کہا کہ جو چیزیں خدا نے آدمی کے لئے پیدا کی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہے مثلاً خدا نے ہاتھ پکڑنے کے لئے بنائے ہیں 'پاؤں چلنے کے لئے' آنکھیں دیکھنے کے لئے' کان سننے کے لئے اور اسی طرح سے اور بھی' مگر خسیوں میں کوئی فائدہ نہیں' اس لئے میں نے ایک استرا لے کر انہیں کاٹ ڈالا۔ بس اسی سے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ یہ سن کر مہمان اس کے پاس سے چلا گیا اور کہنے لگا کہ یہ کسی نے سچ کہا ہے کہ جو ملا بچوں کو پڑھاتا ہے اس کی عقل ناقص ہوتی ہے خواہ وہ تمام علوم میں کیسا ہی کامل کیوں نہ ہو۔

○ ان پڑھ ملا کی کہانی

ایک پردیسی نہ لکھنا جانتا تھا نہ پڑھنا محض دھوکا دے کر لوگوں کی روٹیاں کھاتا' ایک بار اسے یہ خیال آیا کہ ایک مکتب کھول کر لڑکوں کو پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ اس نے تختیاں اور لکجھے ہوئے کاغذ لا کر ایک گھر میں لٹکائے اور ایک بڑی سی پگڑی باندھ کر مکتب کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے پاس سے گزرتے اس کی پگڑی' تختیاں اور کاغذ دیکھ کر خیال کرتے کہ یہ بڑا عالم ہو گا۔ وہ اپنے لڑکوں کو اس کے پاس لاتے۔ یہ ایک سے کہتا' پڑھا اور دوسرے سے کہتا' پڑھ۔ اس طرح لڑکے ایک دوسرے کو لکھاتے پڑھاتے۔ ایک دن یہ اپنی عادت کے موافق مکتب کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا' دور سے دیکھا کہ ایک عورت ہاتھ میں خط لئے چلی آ رہی ہے۔ اپنے دل میں کہنے

لگا عورت ضرور میرے پاس خط پڑھوانے آ رہی ہے اور مجھے پڑھنا تو آتا نہیں، اب کیا کروں؟ اتر کر بھاگنے کا ارادہ کیا عورت نے اسے آ پکڑا اور کہنے لگی کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ عورت بولی ظہر کی نماز میں تو ابھی دیر ہے، پہلے میرا یہ خط پڑھ دے۔ مجبوراً اس نے خط لے لیا اور اسے الٹا پکڑ کر دیکھنے لگا۔ کبھی پگڑی ہلاتا کبھی بھوئیں مٹکاتا اور ناراضگی کا اظہار کرتا۔

عورت کا شوہر سفر پر تھا، اس نے بیوی کو یہ خط لکھا تھا۔ جب اس نے ملا کی یہ حالت دیکھی تو اپنے دل میں کہنے لگی ہو نہ ہو میرا شوہر مر گیا ہے اور ملا ایسی بری خبر کہتے ہچکچا رہا ہے۔ عورت نے کہا اے میرے آقا اگر وہ مر گیا ہے تو مجھ سے صاف صاف کہہ دے۔ ملا سر ہلا کر چپ ہو گیا۔ عورت نے پوچھا کیا میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالوں؟ اس نے جواب دیا کہ پھاڑ ڈال۔ عورت نے کہا، کیا میں اپنا منہ پیٹوں؟ اس نے کہا کہ پیٹ۔ اب وہ اس کے ہاتھ سے خط لے کر گھر گئی اور سارا گھر رونے پینے لگا۔ ایک پڑوسی نے رونا بیٹنا سنا تو پوچھا کہ اس عورت کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا خط آیا ہے کہ اس کا شوہر مر گیا۔ اس شخص نے کہا یہ جھوٹی بات ہے کیونکہ اس کے شوہر نے میرے پاس کل ایک خط بھیجا ہے کہ میں خیر و عافیت سے ہوں اور دس دن کے بعد اپنی بیوی کے پاس جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص فوراً اس عورت کے پاس گیا اور پوچھا کہ تیرے پاس جو خط آیا ہے کہاں ہے؟ عورت وہ خط لے آئی۔ اس شخص نے اسے لے کر پڑھا۔ دیکھا اس میں لکھا ہوا تھا:

”حمد ثنا کے بعد معلوم ہو کہ میں تندرست اور بخیر و عافیت ہوں۔ دس دن کے بعد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا اور تمہارے لئے ایک چادر ایک پٹکا بھیجتا ہوں۔“

عورت یہ خط لے کر دوبارہ ملا کے پاس گئی اور کہنے لگی تو نے میرے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ میرا پڑوسی تو کہتا ہے کہ میرا شوہر صحیح و سلامت ہے اور اس نے میرے لئے چادر اور پٹکا بھیجا ہے۔ ملا بولا تو سچ کہتی ہے مگر میں اس وقت غصے میں تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• چار سو چوتھی رات

جب چار سو چوتھی رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عورت نے ملا سے کہا تو نے میرے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ وہ بولا میں اس وقت غصے میں تھا اور پریشانی کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ پنکا چادر میں لپٹا ہوا ہے اس لئے میں نے خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے اور اسے کفن پہنایا گیا ہے۔ عورت دانت پیستی اور یہ کہتی کہ تو معذور ہے، خط لے کر چلی آئی۔

○ بادشاہ اور پارسا عورت کی کہانی

ایک بادشاہ بھیس بدل کر اپنی رعایا کا حال دریافت کرنے نکلا اور ایک بڑے گاؤں کے پاس پہنچ کر تنہا اس میں داخل ہوا۔ اسے پیاس لگ آئی تھی۔ وہ گاؤں کے ایک دروازے پر جا کر ٹھہر گیا اور پانی مانگا۔ مکان میں سے ایک خوبصورت عورت پانی کا کونہ لے کر نکلی اور بادشاہ کو دیا۔ بادشاہ نے پانی پیا اور عورت کو دیکھ کر لٹو ہو گیا۔ اسے پھسلانے لگا۔ عورت بڑی پارسا تھی، وہ بادشاہ کو لے کر مکان کے اندر گئی، بٹھایا اور ایک کتاب دے کر کہا جب تک میں بن سنور کر تیرے پاس آؤں تو اسے پڑھ۔ بادشاہ بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگا۔ دیکھا کہ اس میں زنا کی سخت ممانعت اور زانی کے لئے اس سخت عذاب کا ذکر ہے جو خدا نے اس کے لئے رکھا ہے۔ پڑھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے خدا کے آگے توبہ کی اور عورت کو بلا کر کتاب اس کے حوالے کی اور چلتا ہوا۔ عورت کا شوہر اس وقت باہر گیا ہوا تھا۔ جب وہ لوٹا تو بیوی نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اسے بڑا تعجب ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو بادشاہ کی غرض اس سے وابستہ ہے، وہ اس کے بعد بیوی سے ہم بستر نہ ہوا۔

بہت دن ہو گئے تو عورت نے اپنے رشتے داروں سے اپنے شوہر کی بے اعتنائی بیان کی۔ وہ اسے لے کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا خدا بادشاہ کی عزت قائم رکھے! اس شخص نے ہم سے کھیتی کرنے کی خاطر ایک کھیت لگان پر لیا تھا، مدت تک اس میں کھیتی کی لیکن اب کھیتی کرنا چھوڑ دیا، نہ تو خود کھیتی کرتا ہے نہ چھوڑتا ہے کہ ہم اسے کسی دوسرے کو لگان پر دے دیں۔ کھیت کو نقصان پہنچ رہا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ بے کار رہنے سے کہیں کھیت میں خرابی نہ پیدا ہو جائے کیونکہ اگر کھیتی بند کر دی جائے تو کھیت خراب ہو جاتا ہے۔ بادشاہ نے اس شخص سے پوچھا کونسی چیز تجھے اپنا کھیت جوتنے بونے سے روکتی ہے؟ اس نے جواب دیا خدا بادشاہ کی عزت قائم رکھے! مجھے خبر ملی ہے کہ کھیت میں ایک شیر آیا ہوا ہے، مجھے اس سے ڈر لگتا ہے اور اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں پڑتی۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس کا کچھ نہیں کر سکتا اور وہ چاہے تو میری مٹی خراب کر دے۔ بادشاہ سارا قصہ سمجھ گیا اور اس سے کہنے لگا، اے شخص، تیرے کھیت میں کوئی شیر نہیں آیا ہے اور اس میں اچھی پیداوار ہو سکتی ہے۔ جا اس میں کھیتی کر، خدا تجھے برکت دے! شیر اس پر ہرگز حملہ نہ کرے گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے انہیں انعام دینے کا حکم دیا اور رخصت کیا۔

○ رخ کے بچے کی کہانی

ایک مغربی نے بہت سے ملکوں کا سفر کیا تھا اور بے شمار جنگل اور سمندر طے کئے تھے۔ قسمت سے وہ ایک بار کسی ایسے جزیرے میں پہنچا جہاں رخ کا جوڑا رہتا تھا وہاں بہت دن تک ٹھہر کر اپنے وطن کو لوٹا تو اپنے ساتھ رخ کے اس بچے کے پر کی کلی لایا جو ابھی انڈے سے بھی باہر نہیں نکلا تھا۔ اس کلی کے اندر ایک مشک پانی سا سکتا تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ جب رخ کا بچہ انڈے میں سے نکلتا ہے تو اس کے بازو کی

لسبائی ایک ہزار ہاتھ ہوتی ہے۔ لوگ اس کلی کو دیکھ کر اچنبھا کرتے تھے۔ اس شخص کا نام عبدالرحمن مغربی تھا لیکن چینی کے نام سے اس کی شہرت تھی کیونکہ وہ چین میں مدت تک رہا تھا۔ اسے عجیب و غریب قصے یاد تھے۔ منجملہ بہت سی کہانیوں کے ایک یہ ہے کہ اس نے ایک بار بحر چین کا سفر کیا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو پانچویں رات

جب چار سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عبد الرحمن مغربی چینی عجیب و غریب قصے بیان کرتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ اس نے ایک بار لوگوں کے ساتھ بحر چین کا سفر کیا۔ انہیں دور سے ایک جزیرہ نظر آیا۔ وہاں پہنچ کر کشتی نے لنگر ڈالا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ جزیرہ بہت بڑا اور وسیع ہے۔ کشتی والے پانی اور لکڑیاں لینے کی غرض سے اس جزیرے میں اتر گئے کھانا پیاں، رسیاں اور مشکیں اپنے ساتھ لے لیں۔ یہ شخص بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جزیرے میں انہیں ایک سفید چمکتا ہوا گنبد دکھائی دیا جس کی بلندی سو ہاتھ ہو گئی۔ اسے دیکھ کر وہ ادھر روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا وہ رخ کا انڈا ہے۔ اس کے اندر رخ کا بچہ ہے جو مثل ایک مضبوط پہاڑ کے تھا۔ انہوں نے چاہا کہ اس کے بازو سے ایک پر توڑ لیں لیکن انہیں اس وقت تک کامیابی نہ ہوئی جب تک کہ سب نے مل کر زور نہ لگایا حالانکہ ابھی تک بچے کے پر پورے نہ نکلے تھے۔ پھر بچے کا گوشت جتنا لے جاسکتے تھے لے گئے اور ایک بالوں کو تیز ہڈی سے کاٹ کر کشتی کے لنگر اٹھا دیئے۔ رات بھر چلتے رہے۔ ہوا موافق تھی اور کشتی چلی جا رہی تھی۔ صبح ہونے لگی تو بادل کی طرح رخ آ پہنچا۔ اس کے دونوں بچوں میں پہاڑ کے برابر دو پتھر تھے، کشتی سے کہیں بڑے بڑے۔ جب رخ ہوا میں ٹھیک کشتی کے اوپر پہنچا تو اس نے پتھر کو کشتی اور کشتی والوں پر چھوڑ دیا۔ چونکہ کشتی تیزی کے ساتھ چلی جاتی تھی پتھر اس کے پیچھے سمندر میں گرا اور اس زور سے گرا کہ لوگ ڈر گئے ان کی قسمت میں سلامتی لکھی تھی، خدا نے انہیں ہلاکت سے بچا لیا۔ اب انہوں نے وہ گوشت پکا کر کھایا۔ ان میں بعض سفید داڑھی والے بھی تھے، جب دن اچھی طرح نکل آیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی داڑھیاں

کالی ہو گئی ہیں۔ اور باقی لوگوں میں سے جن جن نے وہ گوشت کھایا تھا کبھی بوڑھے نہ ہوئے۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ بوڑھوں کے جوان ہونے اور جوانوں کے بوڑھے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس ڈوئی سے دیگی چلائی گئی تھی وہ نشاب کے درخت کی تھی۔ بعضوں کا قول یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ رخ کے بچے کا گوشت تھا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے۔

○ عدی بن زید اور نعمان بن منذر کی بیٹی کے عشق کی کہانی

عرب کے بادشاہ نعمان بن منذر کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ہند تھا۔ عیدالضحیٰ کے دن جو عیسائیوں کا تہوار ہے وہ بیضا نامی دیر میں چڑھاوا چڑھانے گئی۔ اس وقت اس کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ اس کا حسن اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے زیادہ تھا۔ اسی روز عدی بن زیدی بھی کسریٰ کے پاس سے ہدیہ لے کر نعمان بن منذر کے پاس حیرہ آیا تھا۔ وہ بھی چڑھاوا لے کر بیضا کے دیر میں پہنچا۔ اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ عدی کا قد چھریا، عادتیں دل کش، آنکھیں خوب صورت تھیں اور چہرہ چکنا چڑا۔ ہند بنت نعمان کے ہمراہ ایک لڑکی تھی جس کا نام ماریہ تھا۔ ماریہ کو عدی سے محبت تھی لیکن اس کی رسائی اس تک نہ ہوتی۔ لڑکی نے عدی کو دیر میں دیکھا تو وہ ہند سے کہنے لگی اس جوان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ، تو نے اس سے زیادہ خوب صورت نہ دیکھا ہو گا۔ ہند نے پوچھا وہ کون ہے؟ لڑکی نے جواب دیا عدی بن زید۔ ہند بنت نعمان نے کہا میں اسے قریب سے جا کر دیکھوں تو ڈر ہے کہیں وہ مجھے پہچان نہ لے۔ ماریہ بولی وہ پہچان کیسے لے گا، اس نے کبھی تجھے دیکھا تو ہے نہیں۔ اب وہ اس کے پاس گئی، دیکھا کہ وہ اپنے ساتھ والے جوانوں سے مذاق کر رہا ہے۔ حسن، شیریں کلامی، فصاحت اور لباس کی خوبی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسے

دیکھتے ہی وہ لٹو ہو گئی، حواس جاتے رہے، رنگ فق ہو گیا۔ ماریہ نے دیکھا کہ ہند کا میلان عدی کی طرف ہے تو اس سے کہا عدی سے بات چیت کر۔ اس نے اس سے گفتگو کی اور چل دی۔ جب عدی نے اسے دیکھا اور اس کی باتیں سنیں تو وہ بھی اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس کے بھی ہوش گم ہو گئے، دل دھڑکنے لگا، منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں یہاں تک کہ اس کے ساتھی اسے پہچان نہ سکے۔ آخر اس نے ایک ساتھی سے اپنے دل کی بات کہہ دی کہ وہ اس کے پیچھے جانا چاہتا ہے اور ہند کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ واپس آ کر اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ نعمان کی بیٹی ہند ہے۔ دیر سے نکلا تو عشق نے اس کی عقل کھو دی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کدھر جائے۔ گھر پہنچ کر اس نے بڑے رنج و غم میں رات گزاری۔ لمحہ بھر کو آنکھ نہ جھپکی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو کے بعد چھٹی رات

جب چار سو کے بعد چھٹی رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عدی رات بھر جاگتا رہا صبح ہوئی تو ماریہ اس کے پاس آئی۔ عدی نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس سے پہلے وہ اس کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا تھا۔ اس نے ماریہ سے پوچھا کہ تیرا آنا کس طرح ہوا؟ ماریہ نے جواب دیا مجھے تجھ سے ایک کلام ہے۔ عدی بولا بیان کر، خدا کی قسم جو کچھ تو مجھ سے مانگے گی میں دوں گا۔ ماریہ نے کہا مجھے تجھ سے عشق ہے اور میں تیرے ساتھ تنہائی چاہتی ہوں۔ عدی نے منظور کر لیا اور اس شرط پر کہ وہ کسی تدبیر سے ہند کو اس سے ملا دے۔ پھر ماریہ کو حیرے کی ایک گلی کے اندر ایک شراب خانے میں لے گیا اور اس سے ملاقات کی۔ ماریہ وہاں سے نکل کر ہند کے پاس گئی اور کہا تو عدی کو دیکھنا چاہتی ہے؟ ہند نے کہا میں تو کل سے اس کے لئے بے قرار ہوں۔ کسی کروٹ مجھے چین نہیں آتا، مگر میں اسے کیونکر دیکھ سکتی ہوں، ماریہ نے کہا میں اسے فلاں جگہ لے آؤں گی تو محل پر سے اسے دیکھ لیجیو۔ ہند نے کہا جیسی تیری مرضی اور دونوں نے اس جگہ کا فیصلہ کر لیا۔ جب عدی وہاں آیا تو ہند نے اسے اوپر سے دیکھا، بے تاب ہو گئی۔ قریب تھا کہ نیچے گر پڑے۔ اس نے ماریہ سے کہا اگر تو اسے آج رات میرے پاس نہ لائی تو میں مر جاؤں گی۔ یہ کہتے کہتے اسے غش آ گیا۔ لونٹیاں بانٹیاں اسے اٹھا کر محل میں لے گئیں۔ ماریہ نے نعمان کے پاس جا کر سارا ماجرا بے کم و کاست بیان کر دیا اور کہا تیری بیٹی عدی کی محبت میں گرفتار ہے، اگر تو نے اس کی شادی عدی سے نہ کی تو بدنامی کا ڈر ہے۔ وہ اس کی محبت میں جان دے دے گی اور عربوں میں تیری ناک کٹ جائے گی۔ اس رسوائی کا علاج یہی ہے کہ دونوں کی شادی ہو جائے۔ نعمان اپنا سر جھکا کر بیٹی

کے بارے میں سوچنے لگا۔ بڑی دیر کے بعد کہنے لگا تو ہی بتا کہ دونوں کی شادی کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ میں تو ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔ ماریہ بولی عدی کا عشق اس سے بھی بڑھ کر ہے، وہ اسے بے حد چاہتا ہے۔ دیکھ میں کوئی تدبیر ایسی نکالتی ہوں جس سے وہ یہ نہ سمجھے کہ تو اس کے حال سے آگاہ ہے اور اے بادشاہ تیری بدنامی بھی نہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ عدی کے پاس گئی، اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ بادشاہ کی دعوت کر جب وہ شراب پی کر مست ہو جائے تو اس کے آگے شادی کی تجویز پیش کر، اس وقت وہ تیری تجویز رد نہ کرے گا۔ عدی نے کہا مجھے ڈر ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے اور ہمارے درمیان دشمنی پڑ جائے۔ ماریہ بولی میں اس سے ساری باتیں طے کرنے کے بعد تیرے پاس آئی ہوں۔ پھر اس نے نعمان کے پاس جا کر کہا تو عدی سے کہہ کہ وہ اپنے مکان پر تیری دعوت کرے۔ نعمان رضا مند ہو گیا اور تیسرے دن اس نے عدی سے کہا میں اور میرے مصاحب تیرے ہاں ناشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ عدی نے منظور کر لیا اور نعمان دعوت کھانے گیا۔ ناشتے کے بعد شراب کا دور چلا۔ شراب اپنا کام کر چکی تو عدی نے اٹھ کر شادی کی تجویز پیش کی۔ نعمان نے انکار نہ کیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اور تین دن کے بعد رخصتی ہو گئی۔ تین سال تک دونوں نے نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کی۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو ساتویں رات

چار سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عدی اور ہند بنت نعمان نے تین برس تک نہایت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد نعمان کسی بات پر عدی سے ناراض ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ ہند بہت غم زدہ رہنے لگی۔ نعمان نے حیرہ کے باہر اس کے لئے ایک دیر بنوایا وہاں بیٹھ کر اس نے دنیا سے کنناہ کشی اختیار کر لی اور مرتے دم تک عدی کی یاد کرتی اور روتی پھٹی رہی۔ اس کا دیر جو حیرے کے باہر ہے اب تک مشہور ہے۔

○ دعبل خزاعی اور لڑکی کی کہانی

دعبل خزاعی کا بیان ہے میں کرخ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لڑکی وہاں سے گزری۔ ایسی حسین اور موزوں قد و قامت والی کبھی میری نظر سے نہ گزری تھی۔ وہ ایسی منک منک کر چلتی کہ لوگ اس کی چال دیکھ کر فریفتہ ہو جاتے تھے۔ جوں ہی میری نظر اس پر پڑی میں عاشق ہو گیا۔ میرے سینے کے اندر ہلچل مچ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے۔ میں اس کے پاس گیا یہ شعر پڑھا: ”میری آنکھوں کے آنسو جاری ہیں اور پلکوں کی نیند بند ہو گئی ہے۔“ اس نے منہ پھیر کر میری طرف دیکھا اور فوراً اس شعر سے جواب دیا: ”جسے بیمار آنکھیں بلائیں اس کے لئے تو یہ کچھ بھی نہیں۔“ اس کی حاضر جوابی اور شیریں بیانی پر میں دنگ رہ گیا اور ایک دوسرا شعر پڑھا کہ: ”کیا میری آقا دل سے میری طرف متوجہ ہو گی کیونکہ میرے آنسو بند نہیں ہوتے؟“ وہ کب بند ہونے والی تھی بے تکلف جواب میں یہ شعر پڑھنے لگی: ”اگر تو میری محبت کا خواہش مند ہے تو محبت تو دونوں طرف سے ہونا چاہیے۔“

مجھ کو آج تک نہ ایسی میٹھی میٹھی باتیں سننے کا اتفاق ہوا تھا نہ ایسی پیاری صورت دیکھی تھی۔ میں نے امتحان قافیہ بدل کر یہ شعر پڑھا: دیکھ زمانہ ہمیں وصال سے خوش کرنے والا ہے اور عاشق و معشوق کو ملانے والا ہے۔" یہ سن کر وہ اس انداز سے مسکرائی کہ میں نے اس جیسا خوب صورت منہ کبھی دیکھا نہ تھا اس جیسے پیارے دانت۔ پھر اس نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا: "زمانے اور اس کے فیصلے کی کیا حقیقت" میرے لئے تو ہی زمانہ ہے لہذا مجھے اپنے وصال سے دل شاد کر۔"

میں فوراً اس کے ہاتھ چومنے لگا اور کہا مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ زمانے نے مجھے ایسا اچھا موقع دیا۔ چل میرے پیچھے پیچھے آ مگر اسے حکم یا زبردستی نہ سمجھ بلکہ میرے اوپر اپنی عنایت خیال کر۔ یہ کہہ کر میں چل کھڑا ہوا اور وہ میرے پیچھے پیچھے ہو لی۔

اس وقت میرے پاس کوئی ایسی جگہ نہ تھی جو ایسی محبوبہ کے لائق ہوتی اس لئے میں اپنے دوست مسلم بن الولید کے پاس پہنچا۔ اس کا مکان نہایت خوب صورت تھا۔ میں نے دروانہ کھٹکھٹایا۔ وہ نکلا، میں نے سلام کیا اور کہا ایسے ہی وقت دوست کام آتے ہیں۔ وہ بولا اندر آؤ۔ جب ہم اندر گئے تو میں نے دیکھا اس کے ہاں کھانے پینے کو کچھ نہیں۔ اس نے مجھے ایک رومال دیا اور کہا کہ بازار جا کر اسے بیچ ڈال اور کھانے وغیرہ جس چیز کی ضرورت ہو خرید لا۔ میں دوڑتا ہوا بازار گیا، رومال کو بیچ کر کھانے پینے کی وہ چیزیں خریدیں جن کی مجھے ضرورت تھی اور واپس پھرا۔ آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ مسلم اس لڑکی کے ساتھ تمہ خانے میں اکیلا بیٹھا ہے۔ اس نے میری آہٹ سنی تو جھٹ میرے پاس پہنچا اور کہنے لگا اے ابو علی، جو بھلائی تو نے میرے ساتھ کی ہے خدا تجھے اس کی جزا دے، ثواب عطا کرے اور قیامت کے دن تیری نیکیوں میں ایک نیکی اور بڑھائے! یہ کہہ کر اس نے مجھ سے کھانے پینے کی چیزیں لے لیں اور میری ناک کے سامنے دروانہ بند کر لیا۔ اس کی ان باتوں پر مجھے بہت غصہ آیا۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کروں اور وہ دروازے کے پیچھے کھڑا مارے خوشی کے وجد کر رہا تھا۔ میں اس کی بد سلوکی اور بے مروتی پر برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگا۔ پہلے

تو وہ چپ سنتا رہا کچھ نہ بولا۔ جب میں برا بھلا کہہ چکا تو مسکرایا اور کہنے لگا ابے پاگل، تو میرے گھر آیا، میرا رومال بیچا اور میرے دام خرچ کئے، پھر اے کٹنے تو کس بات پر ناراض ہے؟ یہ کہتا ہوا وہ پھر میرے پاس سے لڑکی کے پاس چلا گیا۔ میں نے اس سے کہا تیرا کہنا سچ ہے، واقعی میں پاگل ہوں اور کتنا بھی۔ اس کے بعد غم زدہ ہو کر چلا آیا جس کا اثر آج تک میرے دل پر ہے۔ اس دن سے نہ وہ ملی اور نہ کہیں اس کا پتہ چلا۔

○ اسحق موصلی اور مغنیہ کنیز کی کہانی

اسحق بن ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ ایک بار خلیفہ کے محل میں رہتے رہتے اور خدمت کرتے کرتے میں اتنا تھک گیا کہ دوسرے روز صبح ہی وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور ارادہ کر لیا کہ آج شہر میں جا کر کر سیر کروں گا اور اپنے غلاموں سے کہتا گیا کہ اگر خلیفہ کا پیادہ یا کوئی اور شخص آئے تو کہہ دینا کہ وہ صبح کسی ضروری کام کے لئے گیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ کہاں گیا ہے۔ میں بازاروں، گلیوں میں سیر کرنے اور پھرنے لگا۔ جب گرمی زیادہ پڑنے لگی تو میں ایک سڑک پر ٹھہر گیا جو حرم کے نام سے مشہور ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو آٹھویں رات

چار سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- اسحق بن ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ جب گرمی زیادہ پڑنے لگی تو میں ایک سڑک پر ٹھہر گیا جو حرم کے نام سے مشہور ہے تا کہ دھوپ سے پناہ ملے۔ جس مکان کے پاس میں ٹھہرا تھا اس کا ساہبان وسیع تھا اور سڑک کی طرف نکلا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر ٹھہرا ہوں گا کہ ایک حبشی غلام ایک گدھا ہانکتا ہوا آیا جس پر ایک لڑکی سوار تھی۔ گدھے کی پیٹھ پر اس کے نیچے ایک ہیرے نکا ہوا رومال پڑا تھا۔ اس کی پوشاک ایسی تھی کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ اس کے قد و قامت میں عجیب دل کشی تھی، آنکھیں بڑی بڑی اور اور انداز ایسا نرالا کہ آدمی دیکھا کرے۔ میں نے ایک راہ چلنے والے سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ایک گانے والی ہے۔ اسے دیکھتے ہی میرا دل اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا اور مجھ پر ایسی بدحواسی چھائی کہ میں اپنی سواری پر سے گرتے گرتے بچا۔ آتے آتے وہ اسی مکان میں داخل ہوئی جس کے دروازے پر میں کھڑا تھا۔ اب میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ کس تدبیر سے اس تک رسائی ہو۔ کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دو خوب صورت جوان آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی۔ مکان والے نے ان کو اجازت دی اور وہ سواریوں سے اترے تو میں بھی اتر پڑا اور ان کے ساتھ ساتھ اندر چلا گیا۔ ان دونوں کا خیال ہوا کہ میں بھی مکان والے کا بلایا ہوا ہوں۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کھانا آیا اور ہم سب نے کھایا۔ پھر اس مکان والے نے شراب لا کر ہمارے آگے رکھ دی۔ اتنے میں وہی لڑکی عود لئے ہوئے نکلی، وہ گاتی جاتی تھی اور ہم شراب پیتے جاتے تھے۔ اتفاق سے مجھے استنجنے کی ضرورت ہوئی، میں اٹھ کر باہر گیا تو مکان کے مالک نے دونوں شخصوں سے میرے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم اسے نہیں پہچانتے ہیں۔ اس نے کہا خیر طفیلی ہو گا لیکن آدمی خوب معلوم

ہوتا ہے اس لئے اس کی آؤ بھگت کرنی چاہیے۔ تھوڑی دیر بعد میں آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ لڑکی نہایت خوش الحانی سے گانے لگی اور گانے کا پورا حق ادا کیا۔ لوگوں نے بہت پسند کیا اور شراب کا دور چلنے لگا۔ پھر اس نے نئے نئے انداز سے مختلف راگ گائے۔ ان راگوں میں ایک میرا بنا ہوا راگ بھی تھا اور وہ اس نے سب راگوں سے بہتر گایا۔ اس کے بعد اور بہت سے نئے پرانے راگ گائے اور ان میں بھی ایک میرا راگ تھا لیکن اس کے گانے میں کچھ غلطیاں تھیں۔ اس راگ کو دوبارہ گانے کے لئے میں نے کہا۔ غرض یہ تھی کہ اس کی اصلاح کر دوں کہ ان دونوں شخصوں میں سے ایک میرے سر ہو گیا اور کہنے لگا تجھ سے زیادہ بے شرم طفیلی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ کیا تیرے لیے طفیلی ہونا کافی نہ تھا کہ تو نے بے حیائی پر بھی کمر باندھ لی۔ یہ مثل تیرے اوپر پوری اترتی ہے کہ طفیلی اور بے حیا! میں نے مارے شرم کے اپنا سر نیچا کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے دوست نے بہت چاہا کہ اس سے میرا پیچھا چھڑائے لیکن وہ باز نہ آیا۔ خدا خدا کر کے نماز کا وقت ہو گیا اور لوگ نماز پڑھنے اٹھے۔ میں اور ذرا دیر تک بیٹھا رہا اور عود لے کر اس کے تار خوب اچھی طرح ملائے۔ ساز کو درست کر چکا تو جا کر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب ہم نماز پڑھ چکے تو وہ شخص پھر مجھے برا بھلا کہنے لگا۔ خوب ڈانٹا ڈپٹا، میں نے سانس تک نہ لیا۔ اتنے میں لڑکی نے عود اٹھا کر جو اس کے تاروں پر ہاتھ پھیرا تو دنگ ہو گئی اور کہنے لگی کہ میرے ساز کو کس نے ہاتھ لگایا ہے؟ وہ بولے ہم میں سے تو کسی نے چھوا نہیں۔ اس نے کہا واللہ کسی ایسے شخص نے ہاتھ لگایا ہے جو اس فن کا ماہر اور استاد ہے۔ تار اس طرح ملائے ہیں جیسے کہ کوئی بڑا استاد ہے۔ میں نے کہا میں نے ملائے ہیں۔ وہ بولی خدا کی قسم تو ہی اسے لے کر بجا۔ میں نے ایک ایسا عجیب و غریب مشکل راگ بجایا جس سے زندہ مردے اور مردے زندہ ہو جائیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• چار سو نویں رات

چار سو نویں ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب اسحاق بن ابراہیم موصلی اپنا راگ ختم کر چکا تو سب کے سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آ بیٹھے اور کہنے لگے اے ہمارے آقا، خدا کے لئے ہمیں ایک راگ اور سنا۔ میں نے دوسرا راگ بجایا ان پر ایک قسم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کبھی کھڑے ہوتے اور کبھی زمین پر گر پڑتے۔ راگ تمام ہوا تو عود رکھ کر میں خاموش ہو گیا۔ انہوں نے کہا خدا کے لئے ہمارے اوپر یہ ظلم نہ ڈھا اور ایک راگ اور سنا دے۔ خدا تجھے اس سے زیادہ نعمتیں عطا کرے! میں بولا اے لوگو، میں تمہیں ایک راگ نہیں دو تین چار جتنے کہو گے سنا دوں گا لیکن پہلے میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ میں اسحاق بن ابراہیم موصلی ہوں۔ واللہ یہ راگ میں خلیفہ کو سنا تا ہوں جب وہ مجھے طلب کرتا ہے اور تم نے مجھے آج گندی سے گندی باتیں سنائی ہیں۔ خدا کی قسم جب تک اس بد زبان کو یہاں سے نکال نہ دو گے نہ میں یہاں بیٹھوں گا اور نہ کوئی بات کروں گا۔ یہ سن کر ان دونوں شخصوں میں سے جو معقول تھا دوسرے سے کہنے لگا اسی بات سے تو میں تجھے ڈراتا تھا اور تیرے متعلق ڈرتا تھا۔ پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا۔ اب میں نے عود لے کر وہ راگ گائے جو کینز نے گائے تھے اور جو میرے بنائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میں نے مکان کے مالک سے چپکے سے کہا کہ کینز نے میرے دل پر قبضہ کر لیا اور میں اس کے لئے بے چین ہوں۔

اس نے جواب دیا وہ تیری ہے مگر ایک شرط کے ساتھ۔ میں نے پوچھا وہ کیا شرط ہے؟ اس نے کہا اگر تو ایک مہینے میرے ہاں ٹھہر جائے، تو کینز اس کے لباس اور زیور سب تیرے ہیں۔ میں نے کہا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ قصہ مختصر ایک مہینے تک میں اس کے ہاں ٹھہرا اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی کہ میں کہاں ہوں۔

خلیفہ جا بجا مجھے تلاش کراتا اور میرا پتہ نہ چلتا۔ جب مہینہ پورا ہو گیا تو اس نے کنیز اور اس کی تمام قیمتی چیزیں میرے حوالے کر دیں۔ اس کے علاوہ ایک اور لونڈی مجھے عطا کی۔ میں ان سب کو لے کر اپنے گھر پہنچا اور کنیز کے ملنے کی مجھے اتنی خوشی ہوئی گویا سای دنیا مل گئی۔ اب میں فوراً سوار ہو کر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سامنے پہنچا تو اس نے کہا کم بخت اسحق تو کہاں تھا؟ میں نے اسے ساری داستان سنائی تو وہ بولا اس شخص کو ابھی میرے پاس لا۔ میں نے اس کے گھر کا پتہ بتایا۔ خلیفہ نے اسے طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس سے سارا قصہ پوچھا۔ اس نے بیان کیا۔ خلیفہ نے کہا تو با مروت شخص ہے، مناسب ہے کہ تیری اس خوبی کی وجہ سے تیری مدد کی جائے۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ اسے ایک لاکھ درہم دیئے جائیں اور مجھ سے کہا اے اسحق کنیز کو حاضر کر۔ میں نے حاضر کیا اور اس نے گا کر خلیفہ کو بہت خوش کیا۔ مجھے بھی بہت مسرت ہوئی۔ خلیفہ نے کہا کہ وہ ہر جمعرات کو یہاں آ کر پردے کے پیچھے سے گلیا کرے اور اسے پچاس ہزار درہم عطا کئے۔ کنیز نے بھی فائدہ اٹھایا اور میں بھی مزے میں رہا۔

○ تین جنازوں کی کہانی

عتی کا بیان ہے کہ ایک روز میں پڑھے لکھ آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ادھر ادھر کے قصے ہو رہے تھے کہ یک بیک عاشقوں کی کہانیاں ہونے لگیں اور ہر ایک نے کوئی نہ کوئی افسانہ سنایا یہاں تک کہ جتنی باتیں یاد تھیں ختم ہو گئیں۔ اس مجمعے میں ایک بڑھا بھی تھا، جب سب لوگ اپنی اپنی داستانیں سنا چکے تو وہ بولا میں بھی تمہیں ایک قصہ سناتا ہوں، ایسا تم نے کبھی نہ سنا ہو گا۔ ہم نے کہا سنا، اس نے کہا سنو میری ایک بیٹی تھی۔ وہ ایک جوان کی محبت میں مبتلا ہو گئی۔ جوان ایک مغنیہ کنیز پر

عاشق تھا اور کنیز میری بیٹی کو بہت چاہتی تھی لیکن ان باتوں کے ہمیں کچھ پتے نہ تھے۔
ایک دن میرا جانا ایک مجلس میں ہوا جہاں وہ جوان بھی تھا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی

○○○

• چار سو دسویں رات

چار سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بوڑھے نے کہا ایک دن میں ایک مجلس میں گیا جہاں وہ جوان اور مغنیہ دونوں موجود تھے۔ جب کنیز نے گانا سنایا تو جوان نے کہا واللہ اے میری آقا، کیا خوب! تیری اجازت ہے کہ میں جان دے دوں؟ کنیز بولی ہاں پردے کے پیچھے بشرطیکہ تو عاشق ہے۔ جوان نے ایک تکتے پر سر رکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں شراب کا دور اس تک پہنچا تو ہم نے اسے ہلایا مگر وہ مر چکا تھا۔ اب ہم سب اس کے آس پاس جمع ہو گئے اور ہمارا مزہ کرکرا ہو گیا۔ ہم بہت غمگین ہوئے اور فوراً مجلس برخاست کر دی۔ میں گھر پہنچا تو لوگوں کو تعجب ہوا کیونکہ میں وقت سے پہلے آ گیا تھا۔ میں نے ان سے جوان کا قصہ بیان کیا تا کہ انہیں تعجب ہو۔ میری بیٹی نے مجھے یہ کہتے سنا تو وہ میرے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں بھی اس کمرے میں گیا، دیکھا کہ وہ بھی اسی طرح تکیے پر سر رکھے پڑی ہے جیسا کہ جوان کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے۔ میں نے اسے جنبش دی تو وہ بھی مردہ تھی ہم اس کی تجئیر و تنکھیں میں مشغول ہوئے اور دوسری صبح کو اس کا جناہ نکالا اسی وقت جوان کا بھی جناہ نکلا۔ ہم قبرستان کی طرف جا ہی رہے تھے کہ ہمیں ایک تیسرا جناہ ملا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس کنیز کا جناہ ہے۔ اسے میری بیٹی کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے بھی وہی کیا جو میری بیٹی نے کیا تھا اور مر گئی۔ ہم نے تینوں کو ایک ساتھ دفن کیا۔ اس سے زیادہ عجیب و غریب قصہ عاشقوں کا سننے میں نہیں آیا۔

○ عاشق معشوق کے ایک ساتھ جان دے دینے کی کہانی

قاسم بن عدی سے بنو تمیم کے ایک شخص نے روایت کی کہ میں اپنی ایک گمشدہ اونٹنی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بنو طے کے ایک تالاب پر پہنچا۔ دیکھا کہ دو فریق پاس کھڑے ہیں۔ دونوں کی زبان ایک سی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک فریق کے ساتھ ایک جوان ہے جو بیماری سے کمزور ہو کر سوکھی کھال کی طرح ہو گیا ہے اور عشقیہ اشعار پڑھ رہا ہے۔ جب دوسرے فریق کی ایک لڑکی نے اس کے اشعار سنے تو وہ نکل کر اس کی طرف چلی۔ اس کے ساتھیوں نے پیچھے دوڑ کر روکنا چاہا اور وہ ان سے لڑنے جھگڑنے لگی۔ جوان نے جو یہ دیکھا تو وہ بھی اس کی طرف دوڑا مگر اس کے گروہ والوں نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ ادھر وہ جوان اپنے آپ کو ان سے چھڑانے لگا ادھر وہ لڑکی یہاں تک کہ دونوں اپنے آپ کو چھڑا کر ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ دونوں فریقوں کے سامنے گلے لپٹ گئے اور مر کر گر پڑے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو گیارہویں رات

چار سو گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- لڑکا اور لڑکی دونوں مر کر گر گئے۔ اب خیموں میں سے ایک بوڑھا نکلا اور ان دونوں کے پاس کھڑے ہو کر اس نے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھا، زور زور سے رونے لگا اور بولا خدا تم دونوں پر رحم کرے! خدا کی قسم تم زندگی میں ایک ساتھ نہ ہو سکے تو مرنے کے بعد تم دونوں کو ملا دوں گا۔ پھر اس نے کہا کہ ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ دونوں کو غسل دے کر ایک کفن میں لپیٹا۔ ان کے لئے ایک ہی قبر کھودی گئی اور لوگوں نے دونوں جنازوں کی ایک ساتھ نماز پڑھ کر انہیں ایک ہی قبر میں دفن کیا۔ دونوں فریقوں میں کوئی مرد عورت ایسا نہ تھا جو ان پر روتا اور منہ نہ پیٹتا ہو۔ میں نے دونوں کے متعلق بوڑھے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے اور وہ میرا بھتیجا ہے۔ ان کی محبت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ تو نے خود دیکھ لیا۔ میں نے کہا خدا تجھے نیکی دے! تو نے ان کی شادی آپس میں کیوں نہ کر دی؟ وہ بولا کہ مجھے بدنامی اور فضیحت کا ڈر تھا لیکن وہی ہو کر رہا۔ یہ بھی عاشقوں کی عجیب و غریب کہانی ہے۔

○ مجنون عاشق کی کہانی

ابو العباس مبرو بیان کرتا ہے کہ ایک بار میں چند ہمراہیوں کو لے کر ڈاک کے ساتھ کسی کام کے لئے جا رہا تھا۔ ہمارا گزر دہر ہر قل کی طر سے ہوا اور ہم اس کے سائے میں سستانے کے لئے ٹھہر گئے۔ ایک شخص نے ہمارے پاس آ کر کہا کہ دیر میں چند مجنون ہیں، ان میں سے ایک شخص بڑی حکمت کی باتیں کرتا ہے۔ اگر تم اسے دیکھو تو اس کی باتوں پر تمہیں بڑا تعجب ہو گا۔ ہم سب اٹھ کر دیر میں گئے، دیکھا کہ

ایک شخص سر کھولے ایک کمرے میں بوریئے پر بیٹھا ہوا ہے اور دیوار کی طرف اس کی نظر ہے۔ ہم نے اسے سلام کیا، اس نے بغیر ہماری طرف دیکھے سلام کا جواب دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ کوئی شعر پڑھ۔ جب وہ شعر سنتا ہے تو باتیں کرتا ہے۔ میں نے شعر پڑھے تو اس نے بھی اشعار سے جواب دیا اور پوچھنے لگا کہ میں نے اچھے شعر پڑھے ہیں یا برے؟ ہم نے کہا تو نے برے شعر نہیں پڑھے ہیں بلکہ اچھے اور عمدہ۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ ایک پتھر کی طرف بڑھایا جو اس کے قریب پڑا ہوا تھا اسے اٹھا لیا۔ یہ خیال کر کے وہ پتھر ہماری طرف مارے گا ہم اس کے پاس سے بھاگے لیکن وہ اس پتھر کو اپنے سینے پر زور زور سے مارنے لگا اور کہا ڈرو نہیں، میرے پاس آؤ۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو اس نے مجھ سے کہا تجھے احباب کا حال معلوم ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں، وہ فوت ہو چکے ہیں، خدا ان پر رحم کرے! یہ سن کر اس کا رنگ فق ہو گیا اور وہ جھٹ اٹھ کھڑا ہو اور کہنے لگا تجھے ان کی موت کا علم کیونکر ہوا؟ میں نے کہا اگر وہ زندہ ہوتے تو تجھے اس طرح نہ چھوڑتے۔ وہ بولا واللہ تو سچ کہتا ہے، ان کے بعد اب میں بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر وہ کانپنے لگا اور منہ کے بل گر پڑا۔ ہم نے آگے بڑھ کر اسے ہلایا تو وہ مر چکا تھا، خدا اس پر رحم کرے! ہمیں بڑی حیرت ہوئی اور ہم نے بڑا افسوس کیا اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو بارہویں رات

چار سو بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- مبرو کا بیان ہے کہ وہ شخص مر کر گر گیا تو ہمیں بڑا افسوس ہوا اور ہم نے اس کی تجینز و تکفین کر کے اسے دفن کیا۔ جب میں بغداد واپس آیا اور متوکل کے پاس گیا تو اس نے دیکھا میرے چہرے پر آنسوؤں کے آثار ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے قصہ سنایا تو اسے بھی بہت افسوس ہوا اور وہ کہنے لگا کہ واللہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے اس پر افسوس نہیں ہوا تو میں تجھے سزا دیتا، اور وہ دن بھر غمگین رہا۔

○ چالیس راہبوں کے مسلمان ہونے کی کہانی

ابو بکر بن محمد انباری کا بیان ہے کہ ایک بار میں انبار سے سفر کر کے عموریہ چلا جو روم کے ملک میں ہے۔ چلتے چلتے ہم دیرالا نوار میں اترے جو عموریہ کے قریب ایک قصبہ ہے۔ دیر کے راہبوں کا رئیس اور اس کا مالک جس کا نام عبدالمسیح تھا، آ کر ہمیں دیر کے اندر لے گیا۔ وہاں چالیس راہب تھے، انہوں نے میری بڑی آؤ بھگت کی اور اس رات نہایت عمدہ کھانا کھلایا۔ ان جیسی ریاضت اور عبادت کرتے میں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ صبح ہوتے میں وہاں سے آگے روانہ ہوا اور عموریہ میں اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر انبار واپس آیا۔ دوسرے سال جب میں حج کرنے کے گیا، طواف کر رہا تھا کہ میری نظر عبدالمسیح راہب پر پڑی۔ دیکھا وہ اپنے پانچ راہبوں کے ساتھ طواف کر رہا ہے۔ اچھی طرح پہچان گیا تو میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا کیا تو عبدالمسیح راہب ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، اب میں عبد اللہ راغب ہوں۔ یہ سن کر میں اس کے سفید بال چومنے اور رونے لگا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حرم کے ایک

طرف لے گیا اور کہا اپنے اسلام لانے کا سبب بتا۔ وہ بولا یہ بھی عجیب و غریب واقعہ ہے۔ سن، ایک بار مسلمانوں زاہدوں کی ایک جماعت اس قصبے کی طرف سے گزری جہاں ہمارا دیر تھا۔ انہوں نے ایک جوان کو کھانا خریدنے کے لئے بھیجا۔ بازار میں اس کی نظر ایک عیسائی عورت پڑی جو روٹیاں پیچتی تھی اور جس کا ناک نقشہ نہایت خوب صورت تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ جوان غش کھا کر منہ کے بل گر پڑا۔ ہوش آیا تو اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا اور کہا تمہارا جہاں جی چاہے جاؤ، میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ انہوں نے اسے لعنت ملامت کی اور بہت سمجھایا بجھایا لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ لاچار قافلہ آگے بڑھ گیا اور جوان قصبے میں اس عورت کی دکان کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔ عورت نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں تجھ پر عاشق ہوں۔ عورت یہ سنتی ہوئی منہ پھیر کر چل دی، جوان وہیں بیٹھا رہا۔ وہ نہ کھانا کھاتا نہ پانی پیتا بلکہ اس کے منہ کو تکتا رہتا۔ جب تین دن گزر گئے اور جوان اس کے پاس سے نہ ملا تو اس نے جا کر اپنے گھر والوں کو خبر دی۔ انہوں نے لڑکوں کو اس کے پیچھے لگا دیا اور لڑکوں نے اسے اتنے پتھر مارے کہ اس کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ سر زخمی ہو گیا مگر وہ پھر بھی نہ ہٹا۔ اب قصبے والوں نے اس کے قتل کی ٹھان لی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے آ کر خبر دی۔ میں اس کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کے چہرے سے خون پونچھا اور دیر میں لے جا کر اس کی دوا دارو کی۔ چودہ دن کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو دیر سے نکلا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو تیرہویں رات

چار سو تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- راہب عبداللہ نے کہا کہ چودہ دن کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو دیر سے نکل کر لڑکی کی دکان کے دروازے پر جا بیٹھا اور اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس کے پاس آ کر کہنے لگی خدا کی قسم مجھے تجھ پر رحم آتا ہے، اگر تو میرا دین قبول کر لے تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گی۔ اس نے جواب دیا خدا نہ کرے کہ میں توحید کے دین کو چھوڑ کر شرک کے دین میں داخل ہوں! لڑکی نے کہا اچھا میرے گھر چل اور اپنی مراد پوری کر کے چلتا بن۔ جوان نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ایک لمحے کی شہوت کے لئے باہر برس کی عبادت کو ضائع کروں۔ لڑکی بولی تو پھر دور ہو۔ جوان نے جواب دیا میرا دل نہیں مانتا۔ وہ منہ پھیر کر چلتی ہوئی۔ لڑکے سمجھ گئے اور اسے پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ جوان منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا میرا سر پرست اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور جو تمام نیک بندوں کا سر پرست ہے۔

میں نے دیر سے نکل کر لڑکوں کو بھگایا، اس کا سر زمین سے اٹھایا اور اسے یہ کہتے سنا خدا وندا، مجھے اس سے جنت میں ملا میں اسے اٹھا کر دیر کو روانہ ہوا لیکن وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا دم نکل گیا۔ اب میں اسے گاؤں کے باہر لے گیا اور قبر کھود کر دفن کیا۔ آدھی رات ہوئی تو وہ عورت اپنے بچھونے میں لیٹے لیٹے چیخیں مارنے لگی۔ سارے گاؤں والے جمع ہو گئے۔ سب پوچھا۔ اس نے کہا سوتے سوتے میں نے خواب میں دیکھا کہ وہی مسلمان میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر جنت کی طرف لے چلا۔ میں اس کے ساتھ جنت کے دروازے پر پہنچی تو دربان نے مجھے اندر جانے سے روکا اور کہا جنت کافروں پر حرام ہے۔ یہ سن کر میں اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی۔ اس کے ساتھ اندر گئی اور اس میں ایسے ایسے محل اور درخت دیکھے جن کی تعریف میں تمہارے آگے

نہیں کر سکتی۔ وہ مجھے ایک ہیرے کے محل میں لے گیا اور کہا یہ محل میرے اور تیرے لئے ہے۔ میں اس کے اندر تیرے بغیر نہیں جاؤں گا۔ پانچ دن کے بعد تو انشاء اللہ میرے ساتھ محل میں ہو گی۔ یہ کہہ کر اس نے ایک درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا جو اس محل کے دروازے پر تھا اور اس میں سے دو سیب توڑ کر مجھے دیئے اور کہنے لگا ایک کو تو خود کھالے اور دوسرے کو رکھ لے جب تو اس راہب کو دیکھو تو اسے دے دیجیو۔ چنانچہ ایک سیب میں نے کھا لیا، اس سے بہتر میری نظر سے کبھی نہ گزرا ہو گا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو چودھویں رات

چار سو چودھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- عورت نے کہا کہ اس سے اچھا میری نظر سے کبھی نہ گزرا ہو گا۔ اس کے بعد وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لایا اور میرے گھر تک پہنچا گیا۔ میں جاگی تو سیب کا مزہ میرے منہ میں باقی تھا اور دوسرا میرے پاس۔ میں نے وہ سیب نکالا تو اندھیری رات میں وہ ایسا چمکتا تھا جیسے روشن تارا۔ جب وہ سیب کو لے کر لوگوں کے ساتھ میرے پاس آئی تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور سیب مجھے دے دیا۔ میں نے دنیا کے پھلوں میں اس جیسا کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے چھری سے کر اس کے اتنے ٹکڑے کئے جتنے کہ میرے ساتھ تھے۔ اس کا ذائقہ اور خوشبو اللہ اکبر! لوگ آپس میں کہنے لگے ہو نہ ہو شیطان اس ذریعے سے عورت کو بہکانا چاہتا ہے۔ اور اس کے گھر والے اسے لے کر چل دیئے مگر اس نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ پانچویں دن بچھونے سے اٹھی، گھر سے نکل کر اس مسلمان کی قبر پر پہنچی اور اس پر گر پڑی۔ اس کی روح پرواز کر گئی کسی کو خبر نہ ہوئی۔ سویرا ہوا تو دو مسلمان بوڑھے ادنی کپڑے پہنے گاؤں میں آئے۔ ان کے ساتھ اسی ہیئت کی دو عورتیں تھیں۔ انہوں نے کہا اے گاؤں والو! تمہارے ہاں خدا کے برگزیدہ لوگوں میں سے ایک عورت ہے اور بجائے تمہارے ہم اس کے متولی ہیں۔ گاؤں والوں نے اسے ڈھونڈا تو وہ قبر پر مردہ ملی۔ لوگوں نے کہا یہ ہماری ہے، ہمارے دین پر مری ہے اور ہم اس کے والی وارث ہیں۔ بوڑھوں نے کہا نہیں بلکہ وہ مسلمان مری ہے اور ہم اس کے والی ہیں۔ اب فریقین میں سخت جھگڑا ہونے لگا۔

فساد بڑھ چلا تو ایک بوڑھے نے کہا اس کے مسلمان ہونے کی یہ دلیل ہے کہ چالیس راہب مل کر اسے قبر پر سے اٹھائیں، اگر انہوں نے اٹھا لیا تو وہ عیسائی ہے اور اگر نہ اٹھا سکے تو ہم میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر اسے کھینچے گا، اگر وہ اس کے ساتھ

آگئی تو مسلمان ہے۔ اس بات کو گاؤں والوں نے مان لیا اور چالیس راہب مل کر اس کے پاس آئے کہ اسے اٹھا لے جائیں لیکن نہ لے جاسکے۔ اس کے بعد ہم نے لڑکی کی کمر میں رسی باندھ کر کھینچا، رسی ٹوٹ گئی اور اسے جنبش تک نہ ہوئی، پھر تمام گاؤں والوں نے مل کر یہی کیا، وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔ جب ہم ساری ترکیبیں کر کے تھک گئے تو ہم نے ایک بوڑھے سے کہا اب تو آگے بڑھ کر اسے اٹھا۔ بوڑھا آگے بڑھا اور اسے اپنی چادر میں لپیٹ کر کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم وعلی ملتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ وہ دونوں اسے لے کر ایک غار میں گئے جو پاس ہی تھا، وہاں اتارا۔ دونوں عورتوں نے آ کر اسے غسل دیا، کفن پہنایا، پھر دونوں بوڑھوں نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی اور مسلمان کی قبر کے پہلو میں دفن کر کے چلے گئے۔ یہ تمام باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہوئیں۔ اس کے بعد جب ہم تنہا ہوئے تو آپس میں کہنے لگے سچائی ہی اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، سچائی کا اب ہم نے آنکھ سے مشاہدہ کر لیا ہے اور اسلام کی سچائی کی دلیل اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جو ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزری ہے۔ چنانچہ میں اور سارے دیر کے راہب مسلمان ہو گئے اور علی ہذا القیاس تمام گاؤں والے۔ پھر ہم نے عراق سے ایک فقیہ بلوایا تا کہ وہ ہمیں اسلام کے ارکان اور دین کے احکام سکھائے۔ وہاں سے ایک پار سافقیہ آیا اور اس نے ہمیں نماز اور اسلام کے احکام سکھائے۔ اب ہم پر خدا کی بڑی مہربانی ہے ہم اس کی تعریف کرتے اور اس کے شکر گزار ہیں۔

○ ابو عیسیٰ بن الرشید کے عشق اور علی بن ہشام کی دریا دلی کی کہانی

عمرو بن مسعدہ روایت کرتا ہے کہ ابو عیسیٰ جسے ہارون الرشید کا بیٹا اور مامون کا بھائی کہتے ہیں، علی بن ہشام کی کنیزہ قرہ العین پر عاشق تھا اور وہ بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ ابو عیسیٰ اپنی محبت پوشیدہ رکھتا، کسی کے آگے اپنا درد بیان نہ کرتا اس لئے کسی

کو اس کا بھید معلوم نہ تھا۔ یہ وجہ تھی کہ اس کے غرور اور اتانیت کی۔ اس نے طرح طرح کی تدبیریں کیں کہ کنیز کو اس کے مالک سے خرید لے لیکن ناکام رہا۔ جب وہ بالکل مایوس ہو گیا، محبت زور پکڑتی چلی گئی اور کوئی تدبیر بن نہ آئی تو وہ حج کے دن مامون کے پاس پہنچا۔ سب لوگ اٹھ گئے تو اس نے کہا اے امیر المومنین، کاش تو آج اپنا دل بہلائے اور لوگوں کے پاس ان کی بے خبری میں پہنچ جائے کہ تجھے معلوم ہو کہ ان میں سے کوئی سخی ہے اور کس درجے اور ہمت کا آدمی ہے۔ ان باتوں سے ابو عیسیٰ کا محض یہ مقصد تھا کہ وہ قرہ العین کے ساتھ اس کے مالک کے مکان میں ہم صحبت ہو۔ مامون نے جواب دیا تیرا کہنا ٹھیک ہے اور حکم دیا کہ اس کی طیار نامی کشتی تیار کی جائے۔ کشتی تیار کر کے لائی گئی اور وہ اپنے مصاحبوں کو لے کر سوار ہو گیا۔ پہلا محل جو سامنے آیا حمید الطویل طوسی کا تھا وہ سب بغیر خبر کئے اس کے محل میں داخل ہو گئے۔ دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو پندرہویں رات

جب چار سو پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- مامون اور اس کے مصاحبوں نے دیکھا کہ حمید طوسی بوسے پر بیٹھا ہوا ہے، گویے عود اور نفریاں لئے اس کے سامنے گا بجا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مامون کے آگے کھانا پیش کیا گیا جس میں چوپاؤں کا گوشت تھا مگر پرندوں کا بالکل نہ تھا۔ اس لئے مامون نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ ابو عیسیٰ نے کہا اے امیر المومنین، ہم اس جگہ بے خبر کئے آگئے ہیں اور مکان والے کو تیرے آنے کا بالکل علم نہ تھا لہذا ایسی جگہ چل جہاں تیری شان کے لائق مجلس تیار کی گئی ہو۔

خلیفہ اپنے مصاحبوں اور اپنے بھائی ابو عیسیٰ کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور سب کے سب علی بن ہشام کے گھر پہنچے۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے بہت عمدہ طریقے سے ان کا خیر مقدم کیا۔ خلیفہ کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور ان کو لئے ہوئے محل کے اندر گیا۔ ایک کمرہ کھولا جس سے زیادہ خوب صورت کسی کی نظر سے نہ گزرا ہو گا۔ اس کی زمین، ستون اور دیواریں طرح طرح کے مرمر کی تھیں۔ ان پر رومی مینا کاری تھی اور سندھی قالینیں بچھی ہوئی جن پر بھری فرش تھا۔ فرش کی لمبائی چوڑائی کمرے کے برابر تھی۔ مامون بیٹھ کر تھوڑی دیر تک کمرے اور چھت اور دیواروں کو غور سے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا ہمارے لئے کھانا لا۔ میزبان نے فوراً تقریباً سو قسم کے پرندوں کا گوشت پیش کیا، علاوہ بریں دوسرے گوشت، 'ثرید'، 'قورے' اور ٹھنڈائیاں۔ کھانے سے فارغ ہو کر مامون نے کہا اے علی، اب کچھ پلا، اس نے سونے چاندی اور بلور کے برتنوں میں سہ آتشہ نبیذ پیش کی جس میں پھل اور خوشبو دار جڑی بوٹیاں پڑی ہوئی تھیں اور جس کے ساقی چاند سے خوب صورت لڑکے تھے۔ ان کا لباس اسکندری تھا جس پر سونے کا کام تھا۔ ان کے سینوں پر بلور کی صراحیاں تھیں

جن میں مشک آمیز گلاب کا عرق۔

یہ تمام چیزیں دیکھ کر مامون دنگ رہ گیا اور آواز دی اے ابو الحسن! وہ دوڑ کر فرش کے پاس پہنچا اور اسے بوسے دے کر خلیفہ کے آگے کھڑا ہو گیا۔ عرض کیا امیر المومنین، میں حاضر ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ سرور لانے والے گیت سنو۔ اس نے اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ گانے والی کنیزوں کو حاضر کر۔ ملازم بسر و چشم کہہ کر چل دیا اور تھوڑی دیر کے بعد دس خادموں کو لے کر لوٹا جن کے ہاتھوں میں دس سونے کی کرسیاں تھیں۔ کرسیاں بچھا دی گئیں۔ پھر دس کنیزیں آئیں جو چاند کی طرح خوب صورت اور باغوں کی طرح شگفتہ تھیں۔ ان کی پوشاکیں سیاہ اطلس کی اور ان کے سروں پر سونے کے تاج تھے۔ وہ آکر کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور طرح طرح کے راگ گانے لگیں۔ مامون نے ایک کنیز کی طرف دیکھا جو اسے بہت پیاری معلوم ہوئی اور اس سے پوچھا اے کنیز، تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین، سراج۔ خلیفہ نے کہا اے سراج، کچھ سنا۔ اس نے کئی راگ گا کر سنائے۔ مامون نے کہا اے کنیز، کیا خوب گایا! یہ اشعار کس کے ہیں؟ اس نے جواب دیا عمرو بن معدیکرب کے اور موسیقی معبد کی۔ اس کے بعد مامون اور ابو عیسیٰ اور علی بن ہشام پھر پینے لگے۔ وہ کنیزیں رخصت ہو گئیں اور دوسری دس کنیزیں آئیں۔ ان کے لباس یمنی تھے جو سونے کے کلابتون سے بنے ہوئے تھے۔ وہ بھی کرسیوں پر بیٹھ کر طرح طرح کے راگ گانے لگیں۔ اب مامون کی نظر ایک کنیز پر پڑی جو ریگستانی نیل گائے کی طرح تھی۔ اس سے نام پوچھا اس نے کہا اے امیر المومنین، میرا نام ظبیہ ہے۔ خلیفہ نے کہا اے ظبیہ، اب تو کچھ گا کر ہمیں سنا۔ اس نے گا کر سنایا۔ وہ گا چکی تو مامون نے کہا ماشاء اللہ تو نے کیا خوب گایا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو سولہویں رات

جب چار سو سولہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- مامون کہنے لگا ماشاء اللہ تو نے کیا خوب گایا! یہ شعر کس کے ہیں؟ اس نے جواب دیا جریر کے اور موسیقی اب سرتح کی۔ پھر مامون اور اس کے ساتھی پینے میں مشغول ہو گئے اور کنیزیں رخصت ہو گئیں اور ان کے بعد دس اور کنیزیں آئیں جو یا قوت کی طرح تھیں۔ ان کا لباس سرخ اطلس کا تھا۔ سنہری کلام سے مزین، موتی اور جواہرت ٹنکے ہوئے اور ان کے سر کھلے ہوئے تھے۔ وہ کرسیوں پر بیٹھ کر طرح طرح کے راگ گانے لگیں۔ مامون نے ان میں سے ایک کنیز کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جو سورج کی طرح خوب صورت تھی۔ اس سے کہا اے کنیز، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فاتن، اے امیر المومنین۔ خلیفہ نے کہا اے فاتن، تو کچھ گا کر ہمیں سنا اور اس نے گانا شروع کیا۔ خلیفہ نے کہا سبحان اللہ، اے فاتن! یہ اشعار کس کے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ عدی بن زید کے اور انداز پرانا ہے۔ اب پھر مامون اور ابو عیسیٰ اور علی بن ہشام شراب نوشی کرنے لگے۔ کنیزیں چلی گئیں اور دوسری دس کنیزیں آئیں جو موتیوں کی طرح پیاری تھیں۔ ان کے لباس پر سرخ سونے کے بیل بوٹے تھے اور کمروں سے پیٹیاں بندھی ہوئی تھیں جن میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ وہ کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور طرح طرح کے راگ گانے لگیں۔ مامون کی نظر ان میں بھی ایک کنیز پر پڑی جو بید کی چھڑکی طرح تھی۔ اس سے پوچھا اے کنیز تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین، میرا نام رشا ہے۔ خلیفہ نے کہا: اے رشا! ہمیں کچھ گا کر سن۔ اس نے گانا شروع کیا۔ مامون نے کہا: اے کنیز! کیا خوب! اور سن۔ کنیز نے اٹھ کر اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور پھر گانے لگی۔ اس پر مامون کو وجد آگیا۔ جب کنیز نے اسے وجد میں دیکھا تو وہ اسی راگ کو بار بار گانے لگی۔ اس

کے بعد مامون نے کہا: طیار لاؤ، اس کا ارادہ تھا کہ سوار ہو کر رخصت ہو جائے لیکن علی بن ہشام نے اٹھ کر کہا: اے امیر المومنین! میرے پاس اور ایک کنیز ہے جو میں نے دس ہزار دینار کو مول لی ہے۔ وہ میرے دل پر بالکل حاوی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اسے امیر المومنین کے سامنے پیش کروں اور اگر تجھے پسند آئے اور تو اسے منظور کرے تو تیری نذر ہے ورنہ اس کا گناہی سن لے۔ خلیفہ نے کہا: اچھا اسے بلا۔ چنانچہ ایک کنیز نکلی جو بید کی چھڑ کی طرح تھی۔ اس کی آنکھیں فتنہ تھیں اور بھویں کمان۔ اس کے نیچے ایک فیتے پر یہ شعر لکھا ہوا تھا: ”یا تو وہ خود پری ہے یا اس کے قبضے میں کوئی جن ہے جس نے ایسی کمان سے لوگوں کے دلوں پر تیر چلانا سکھایا ہے جس کا چلہ نہیں۔“ یہ کنیز غزال کی طرح اٹھلاتی ہوئی آئی جس سے عبادت گزاروں کی توبہ ٹوٹ جائے اور آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو سترہویں رات

جب چار سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ! کنیز آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ مامون نے اسے دیکھا تو حیرت میں آ گیا اور ابو عیسیٰ کے دل میں ایک تیر سا لگا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ مامون نے کہا اے ابو عیسیٰ تیرا کیا حال ہوا؟ اس نے کہا اے امیر المومنین، مجھے کبھی کبھی دودھ پڑ جاتا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کیا تو اس لڑکی کو پہلے سے جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین، ہاں۔ چاند کہیں چھپ سکتا ہے۔ مامون نے کنیز سے پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین، میرا نام قرہ العین ہے۔ خلیفہ بولا اے قرہ العین کچھ گا کر سنا۔ اس نے گانا شروع کیا۔ خلیفہ نے کہا شاباش! یہ اشعار کس کے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ دعبل خزاعی کے اور راگ چھوٹے زر زور کا ہے۔ ابو عیسیٰ نے اس کی طرف دیکھا اور آنسوؤں سے اس کا گلا گھٹنے لگا۔ یہاں تک کہ تمام مجلس والے حیران ہو گئے۔ کنیز نے مامون کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین، اگر اجازت ہو تو کچھ اور سناؤں۔ مامون نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے گا۔ جب وہ گا چکی تو ابو عیسیٰ نے کہا کہ اے امیر المومنین ----- اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اٹھارہویں رات

جب چار سو اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب قرہ العین گا چکی تو ابن عیسیٰ نے کہا کہ اے امیر المومنین اوکھلی میں دیا سر تو موسلوں کا کیا ڈر۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ سناؤں۔ خلیفہ نے کہا ہاں جو تیرا جی چاہے سن۔ ابو عیسیٰ نے آنسو ضبط کر کے گانا شروع کیا۔ اس کے بعد قرہ العین نے عود لے کر ایسے راگ بجائے کہ لوگوں کو وجد آ گیا۔ قرہ العین بجا چکی تو ابو عیسیٰ رونے اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگا۔ علی بن ہشام کو سارا ماجرا معلوم ہو گیا تو اس نے اٹھ کر ابو عیسیٰ کے قدم چومے اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا، خدا نے تیری دعا قبول کر لی۔ تیری مناجات سن لی اور تجھے اجازت دے دی کہ تو اسے مع اس کی تمام قیمتی چیزوں کے، لے جائے بشرطیکہ امیر المومنین اسے لینا نہ چاہتا ہو۔ مامون نے کہا کہ اگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی تو میں اپنی ذات پر ابو عیسیٰ کو ترجیح دیتا اور مقصد بر آری میں اس کی مدد کرتا۔ یہ کہہ کر مامون اٹھ کھڑا ہوا۔ طیار میں سوار ہو گیا اور ابو عیسیٰ کو پیچھے چھوڑ دیا تا کہ وہ قرہ العین کو لے کر آئے، چنانچہ ابو عیسیٰ کنیر کو لے کر خوش خوش اپنے گھر سدھارا۔ یہ تھی دیا دلی علی بن ہشام کی۔

○ امین اور اس کے چچا ابراہیم کی کہانی

ایک روز مامون کا بھائی امین اپنے چچا ابراہیم بن مہدی کے گھر گیا۔ دیکھا کہ ایک نہایت حسین کنیر عود بجا رہی ہے۔ امین کا دل اس پر آ گیا۔ ابراہیم کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کنیر کو مع اس کے نفیس پوشاکوں اور قیمتی جواہرات کے امین کے ہاں بھیج دیا۔ امین کو یہ گمان ہوا کہ اس کا چچا ابراہیم کنیر کے ساتھ ہم بستر ہو چکا ہے اور

اسے اپنے تصرف میں لانا پسند نہ کیا۔ وہ ہدیئے تو قبول کر لئے جو اس کے ساتھ آئے اور کنیز کو واپس کر دیا۔

ابراہیم کو بعض خادموں سے اس بات کا پتہ چل گیا۔ اس نے ایک کار چوبی قیص پر یہ دو شعر لکھے: ”خدا کی قسم! مجھے اس کے دامن کے نیچے بالکل خبر نہیں اور سوا بات چیت اور دیکھنے کے“ میں نے اس کے ساتھ کوئی دست درازی نہیں کی۔“ قیص کنیز کو پہنائی اور اس کے ہاتھ میں عود دے کر دوبارہ امین کے پاس بھیجا۔ جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوئی تو زمین کو بوسہ دیا اور عود کے تار ملا کر گانے بجانے لگی۔ بجا چکی تو امین کی نظر اس کی قیص پر پڑی اس پر جو لکھا تھا پڑھا اور وہ اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو انیسویں رات

چار سو انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب امین نے کنیز کی قمیص کے دامن پر وہ شعر لکھے ہوئے دیکھے تو اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے قریب جا کر اس کے بوسے لئے۔ ایک محل سرا اس کے لئے مخصوص کر دی۔ اپنے چچا ابراہیم کا بہت شکر گزار ہوا اور رے کی ولایت اسے عطا کر دی۔

○ متوکل علی اللہ اور فتح بن خاقان کی کہانی

ایک بار متوکل بیماری کی حالت میں دوا کا استعمال کر رہا تھا۔ لوگ اس کے پاس طرح طرح کے تحفے اور ہدیئے بھیجتے تھے۔ اسی سلسلے میں فتح بن خاقان نے اس کے لئے ایک باکہ کنیز بھیجی جس کا سینہ ابھرا ہوا جو بے حد حسین تھی۔ اس کے ہمراہ کچھ بلور کے کوزے بھی بھیجے جن میں سرخ شراب تھی اور ایک سرخ جام جس پر سیاہی سے لکھا ہوا تھا: جب امام صحیح و سالم ہو جائے تو اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں کہ اس جام سے شراب پیئے۔ اور اس مہر کو توڑے جو اسے نذر کی جاتی ہے کیونکہ دوا کے بعد اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ جس وقت کنیز مع ان تمام چیزوں کے خلیفہ کے پاس پہنچی تو یوحنا طبیب اس کے پاس موجود تھا۔ جام پر لکھے ہوئے اشعار پڑھ کر ہنسنے لگا اور بولا اے امیر المومنین، خدا کی قسم طب کے فن میں فتح مجھ سے زیادہ ماہر ہے۔ خلیفہ کو اس نسخے سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ خلیفہ نے طبیب کی رائے مان کر اس دوا کا ویسا ہی استعمال کیا جیسا کہ اشعار میں بیان کیا گیا تھا اور خدا نے اسے کامل شفا دی۔

○ ایک واعظہ عورت کی کہانی

ایک فاضل کا بیان ہے کہ میں نے ایک بغدادی واعظہ عورت سیدہ المشائخ نامی سے زیادہ ذہین، حاضر جواب، عالم، طباع اور خلیق نہیں دیکھا وہ ۵۶۱ھ میں حمہ آئی ہوئی تھی۔ کرسی پر بیٹھ کر لوگوں میں نہایت عمدہ وعظ کہتی۔ بہت سے فقیہ، عالم اور ادیب اس کے گھر جا کر فقہی مسائل پر بحث مباحثہ کرتے۔ ایک بار میں اور میرا ایک دوست اس کے ہاں گئے۔ ہم وہاں جا کر بیٹھے تو اس نے ایک سنی پھلوں کی ہمارے سامنے رکھی اور خود جا کر پردے کے پیچھے بیٹھ گئی۔ کھا چکے تو فقہی مسئلوں پر بحث چھڑ گئی اور میں اس سے ایک مسئلے پر الجھ گیا جس میں آئمہ کے درمیان اختلاف تھا۔ اس نے جواب دینا شروع کیا اور میں کان لگا کر سننے لگا۔ اس کا بھائی جس کے حسن کی تعریف نہیں ہو سکتی ہماری خدمت کے لئے کھڑا تھا۔ میرے دوست کی توجہ بحث و مباحثے سے ہٹ کر اس لڑکے کی طرف لگ گئی۔ وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ عورت نے بھی پردے کے پیچھے سے یہ سارا ماجرا دیکھ لیا۔ جب وہ اپنی بحث ختم کر چکی تو اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ میرے خیال میں تو مردوں کو عورتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اس نے کہا، ہاں۔ عورت نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ خدا نے مرد کو عورت پر ترجیح دی ہے۔ اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو بیسویں رات

جب چار سو بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- شیخ نے کہا اس لئے کہ خدا نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔ میں فاضل سے محبت کرتا ہوں نہ کہ مفضول سے۔ عورت بولی کیا تو مجھ سے اس مسئلے پر مباحثہ کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا 'ہاں۔ عورت نے پوچھا تیرے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے؟ اس نے جواب دیا دو طرح کی دلیلیں۔ منقول اور معقول۔ منقول قرآن اور سنت کی بنا پر۔ خدا فرماتا ہے کہ "الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض....." اس کے علاوہ خدا کا ارشاد کہ اگر گواہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں سہی۔ میراث کے بارے میں حکم ہے کہ اگر بھائی اور بہنیں ہوں تو ایک بھائی کا حصہ دو بہنوں کے برابر۔ ان تمام موقعوں پر خدا نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے اور کہا کہ عورت مرد سے آدھی ہے لہذا مرد عورت سے افضل ہے۔ اب سنت کو لیجئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی دیت مرد سے آدھی قرار دی ہے اور معقول دلیل یہ ہے کہ مرد فاعل ہے اور عورت مفعول۔ عورت نے کہا اے میرے آقا خوب کہا! لیکن تو نے اپنی زبان سے اپنے خلاف ثبوت پیش کر دیا اور ایسے دلائل دیئے جو تیرے موافق نہیں بلکہ مخالف ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ خدا نے مرد کو محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر فضیلت دی۔ اس میں میرے اور تیرے درمیان کوئی اختلاف نہیں مگر مرد ہونے میں بچہ، لڑکا، جوان، ادھیڑ اور بوڑھا سب برابر شامل ہیں اور اس لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں۔ اب چونکہ فضیلت محض مرد ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے تیری طبیعت بوڑھے کی طرف بھی ویسی ہی مائل ہونی چاہیے۔ جیسی کہ لڑکے کی طرف کیونکہ مرد ہونے کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جو اختلاف میرے اور

تیرے درمیان ہے وہ معاشرت اور مزہ اٹھانے کے لحاظ سے ہے اور اس بارے میں تو نے کوئی دلیل پیش نہ کی۔ جس سے لڑکے کی فضیلت عورت پر ثابت ہو۔ اس نے جواب دیا اے میری آقا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ قد و قامت کا اعتدال، رخساروں کا گلابی ہونا، مسکراہٹ کی ملاحت اور شیریں کلامی لڑکے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس لئے لڑکے اس اعتبار سے عورتوں سے بہتر ہیں۔ اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ لڑکوں کو دیر تک نہ دیکھا کرو کیونکہ ان کی نظر میں حوروں کی سی بات پائی جاتی ہے۔ علاوہ بریں لڑکے کی فضیلت لڑکی پر سب لوگ جانتے ہیں۔ شعرا نے اس کا ذکر اپنے کلام میں کیا ہے اور جب کوئی لڑکی کی تعریف بیان کرتا ہے تو اسے لڑکے سے مشابہت دیتا ہے۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اکیس ویں رات

چار سو اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- شیخ نے کہا جب کوئی لڑکی کی تعریف بیان کرتا ہے تو اسے لڑکے سے تشبیہ دیتا ہے لہذا اگر لڑکا افضل نہ ہوتا تو لڑکی کی تشبیہ اس سے نہ دی جاتی اور سن، خدا تیرا بھلا کرے! لڑکا آسانی سے قابو میں آ جاتا ہے اور اس سے جلد مطلب برآری ہوتی ہے، اس کی صحبت اور ناز و انداز بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ انکار نہیں کرتا بالخصوص جبکہ اس کے رخساروں پر خط آنے لگتا ہے، مونچھوں کا سبزہ آغاز ہوتا ہے، جوانی کی سرخی اس کے گالوں پر پھرنے لگتی ہے اور وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو جاتا ہے۔

یہ ہیں خوبیاں لڑکوں کی جو عورتوں کو نہیں دی گئی ہیں اور یہ اس برتری کا کافی ثبوت ہیں جو لڑکوں کو لڑکیوں پر حاصل ہے۔ واعظ نے کہا کہ خدا تجھے معاف کرے! تو مباحثہ کرنے پر تلا ہوا ہے، تو نے بہت سی باتیں بیان کی ہیں اور اپنے دعوے کی دلیلیں بھی پیش کی ہیں لیکن سچائی ظاہر ہونے سے نہیں رہتی۔ اب تو اس سے نہ بھاگیو۔ اگر دلیلوں کو اجمال سے بیان کرنے پر تو قناعت نہ کرے گا تو میں تفصیل کے ساتھ بیان کروں گی۔ خدا کے لئے تو ہی بتا کہ لڑکے کا لڑکی سے کیا مقابلہ، کہاں کوڑا کرکٹ اور کہاں سورج! لڑکی شیریں کلام اور خوبصورت، قد و قامت والی، وہ گویا ریحان کی شاخ ہے، اس کے دانت بابونے کی طرح ہیں، بال باگ کی مانند، رخسار شقائق النعمان جیسے اور چہرہ سیب کی مثل، ہونٹ شراب کا جام، سینہ انار اور شانے شاخوں کی طرح، اس کا قد سڈول ہے جسم بٹا ہوا اور تیزی تلوار جیسی، ماتھا کشادہ، بھومیں ملی ہوئیں اور آنکھیں کالی کالی، اگر وہ بات کرتی ہے تو اس کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں، دل اس کی طرف کھینچ جاتے ہیں اور اگر وہ مسکراتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

ہونٹوں کے بیچ میں سے چاند چمک رہا ہے، وہ گھورتی ہے تو اس کی آنکھوں سے تلواریں
کھینچنے لگتی ہیں۔ اس پر خویوں کا خاتمہ ہے۔ مسافر اور مقیم سب اس پر مرتے ہیں۔
اس کے سرخ ہونٹ مکھن سے زیادہ نرم ہیں اور خالص شہد سے زیادہ میٹھے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• چار سو بائیسویں رات

جب چار سو بائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- واعظہ نے کہا کہ اس کے لال لال ہونٹ مکھن سے زیادہ نرم ہیں اور خالص شہد سے زیادہ میٹھے۔ پھر وہ کہنے لگی اس کا سینہ شاہراہ کی طرح ہے اور اس پر دونوں پستان جیسے ہاتھی دانت کی ڈبیا۔ پیٹ تازے پھولوں کی طرح چمکا چڑا، اس کی شکنیں ایک دوسرے پر پڑی ہوئیں، ملی ہوئی رانیں جیسے موتی کے دو ستون! کولہے بلور کے سمندر یا نور کے پہاڑوں کی طرح منکتے ہوئے، دو ہلکے ہلکے پاؤں اور سونے کی ڈھلی ہوئی ڈلیوں جیسی ہتھیلیاں۔ دیکھ اے مسکین، انسان اور جنات میں کتنا تفاوت ہے! تجھے معلوم نہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ اور شرفا اور عورتوں کی خوشامد کرتے اور ان کا لطف اٹھاتے ہیں۔ عورتوں کا مقولہ ہے کہ مردوں کی گردنوں کی مالک ہم ہیں اور ہم عقل سلب کر لیتی ہیں۔ عورتوں ہی نے سینکڑوں امیروں کو غریب بنا دیا اور شریفوں کو رذیل کر دیا اور آقاؤں کو نوکر بنا دیا ہے۔ پڑھے لکھوں کو انہوں نے اپنے پھندے میں پھانس لیا، پارساؤں کو رسوا کر دیا، امیروں کو در در بھیک منگوائی اور سعید کو شقی کر دکھایا۔ باوجود ان تمام باتوں کے کوئی عقل مند نہیں جو ان سے روز بروز محبت نہ کرتا ہو، ان کا سکھ نہ مانتا ہو، ان کے آگے سر نہ جھکاتا ہو۔ کتنے بندے ایسے ہوں گے جنہوں نے عورتوں کے لئے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور ماں باپ سے منہ موڑ لیا۔ کیا وجہ؟ ان کی محبت جو دلوں پر چھا جاتی ہے۔ اے مسکین، تجھے معلوم نہیں کہ ان کے لئے محل بنائے جاتے ہیں اور ان کے آگے پردہ گرایا جاتا ہے۔ ان کے لئے کنیریں مول لی جاتی ہیں اور انہی کے لئے آنسو بہائے جاتے ہیں۔ انہی کے لئے خالص مشک اور زیور اور عنبر خرید کیا جاتا ہے۔ انہی کے لئے فوجیں جمع کی جاتی ہیں۔ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ دنیا سے مراد عورتیں ہیں سچ کہا ہے۔

اب رہیں وہ حدیثیں جو تو نے بیان کی ہیں وہ تیرے خلاف ثبوت دیتی ہیں نہ کہ تیرے موافق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں کہ لڑکوں کی طرف دیر تک نہ دیکھو الخ۔ لڑکوں کو حوروں سے تشبیہ دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس چیز سے کسی کی تشبیہ دی جائے وہ چیزیں اس سے بہتر ہوتی ہے۔ اگر عورتیں افضل اور بہتر نہ ہوتیں تو ان کے ساتھ دوسروں کو تشبیہ نہ دی جاتی۔ تیرا یہ کہنا کہ لڑکی کی تشبیہ لڑکے سے دی جاتی ہے، درست نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لڑکے کی تشبیہ لڑکی سے دی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں لڑکا ایسا ہے جیسے لڑکی، کمین، فاسق و فاجر جن کی خدا نے مذمت کی ہے لڑکی کو لڑکے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایسیے لعینوں، گنہگاروں، نفس اور شیطان کی پیروی کرنے والوں کا کیا اعتبار، وہ حق سے دور جا پڑے ہیں اور جو تو نے رخسار کے خط کی خوبی اور مونچھوں کا سبزہ آغاز ہونا بیان کیا ہے کہ اس سے لڑکا زیادہ حسین و جمیل ہو جاتا ہے، غلط ہے اور سچائی سے دور۔ اس سے تو خوبصورتی بد صورتی میں بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں واعظہ نے اس شخص سے کہا کہ سبحان اللہ العظیم.....

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو تیس ویں رات

جب چار سو تیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- واعظہ نے اس شخص سے کہا سبحان اللہ العظیم.... یہ تجھے معلوم نہیں کہ انتہائی درجے کی لذت عورت میں ہے اور بغیر ان کے دیر پا لطف کسی اور چیز میں نہیں آتا۔ اسی وجہ سے خدا نے انبیاء اور اولیا کے لئے جنت میں حوروں کا وعدہ کیا ہے اور نیک کاموں کے بدلے انہیں دیا ہے۔ اگر خدا جانتا کہ ان کے علاوہ اور کسی میں لطف اٹھایا جا سکتا ہے تو وہ ان کے لئے اس کا وعدہ کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت مجھے دی گئی۔ عورتوں کی، خوشبو کی اور نماز کی جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ لڑکوں کے سپرد تو جنت میں نبیوں اور ولیوں کی خدمت ہے کیونکہ وہ نعمتوں اور مزوں کا گھر ہے جو بغیر لڑکوں کی خدمت کے پوری نہیں ہو سکتیں۔ لیکن خدمت کے علاوہ ان سے کوئی کام لینا زہر ہے اور وبال۔

پھر وہ کہنے لگی اے لوگو! تم نے مجھے حیا اور شرافت کے دائرے سے نکال کر ایسی لغو اور فحش باتوں میں پھنسا دیا جو علما کی شان سے گری ہوئی ہیں لیکن مثل ہے کہ شریفوں کے سینے رازوں کی قبریں ہوتی ہیں اول تو مجلس کی باتیں بطور امانت کے سمجھنی چاہئیں، دوسرے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ میں خدا سے اپنے اور تمہارے باقی تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہوں، وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ اس کے بعد ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس کے مناظرے سے جو ہمیں فائدہ پہنچا اس سے ہم خوش تھے اور اس کی جدائی پر ہمیں افسوس ہوا۔

○ ابو سويد اور بڑھيا کی کہانی

ابو سويد کا بيان ہے کہ ایک دن میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کچھ پھل خریدنے ایک باغ میں گیا۔ دیکھا کہ باغ کے اندر ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے جس کا چہرہ نہایت خوبصورت ہے مگر بال سفید ہیں اور وہ ہاتھی دانت کی کنگھی سے کنگھی کر رہی ہے۔ ہم جا کر اس کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس نے خیال بھی نہ کیا کہ کون آیا نہ اپنا سر ڈھانک۔ میں نے کہا کہ اے بڑھیا، اگر تو اپنے بال کالے رنگ لیتی تو نوجوان لڑکی سے نیاہ خوبصورت ہوتی۔ ایسا تو کیوں نہیں کرتی؟ اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چار سو چوبیسویں رات

جب چار سو چوبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- ابو سدید کہتا ہے جب میں نے بڑھیا سے یہ کہا تو اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور آنکھیں پھاڑ کر یہ اشعار پڑھے: ”جب تک زمانہ رنگ لگاتا رہا میں بھی رنگ لگاتی رہی لیکن زمانے کا رنگ برقرار رہا اور میرا رنگ اتر گیا۔“ میں نے کہا کہ اے بڑھیا، کیا خوب کہا!

○ علی بن محمد کے کنیز خریدنے کی کہانی

علی بن محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے ایک کنیز خریدنے کے لئے بلوائی۔ یہ کنیز فاضلہ، ادیبہ اور شاعرہ تھی۔ علی نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، خدا امیر کو عزت بخشے! میرا نام مونس ہے۔ علی کو اس کا نام پہلے سے معلوم تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے علی نے سر جھکا لیا اور پھر سر اٹھا کر یہ شعر پڑھا ”اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے جو تیری محبت کی بیماری میں اس قدر گرفتار ہے کہ ششدر ہو گیا ہے؟“ کنیز نے کہا خدا امیر کی عزت قائم رکھے! اور یہ شعر پڑھا ”جب ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی عاشق عشق کے مرض میں مبتلا ہے تو ہم اس کی دل دہی کرتے ہیں۔“ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا، اسے ستر ہزار درہم میں خرید لیا اور اس سے عبید اللہ بن محمد پیدا ہوا جس کے بڑے کارنامے ہیں۔

○ علی مصری اور بغداد کے سلطان کی کہانی

قاہرہ میں ایک تاجر رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار مال و دولت، نقدی، جواہرات، معدنیات اور املاک تھیں۔ اس کا نام حسن جوہری بغدادی تھا۔ خدا نے اسے ایک بیٹا دیا تھا جس کا چہرہ خوبصورت، قد سڈول، رخسار گلابی تھے اور نہایت حسین و جمیل تھا۔ اس نے اس کا نام علی مصری رکھا تھا، اسے قرآن، علوم، فصاحت اور ادب کی اتنی تعلیم دی تھی کہ وہ ان میں ماہر ہو گیا تھا اور باپ کی نگرانی میں تجارت کرتا تھا۔ جب باپ بیمار پڑا، اس کا حال خراب ہونے لگا اور اسے موت کا یقین آ گیا تو اس نے بیٹے کو بلایا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو پچیسویں رات

چار سو پچیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب بغدادی جوہری تاجر بیمار پڑا اور اسے موت کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے علی مصری کو بلوایا اور اس سے کہنے لگا، بیٹا دنیا فانی ہے اور آخرت باقی، سب کو ایک نہ ایک روز مرنا ہے۔ بیٹا اب میری موت قریب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تجھے وصیت کروں۔ اگر تو نے اس پر عمل کیا تو خدا سے ملنے تک تو نیک بخت اور امن و امان سے رہے گا، اگر تو نے اس پر عمل نہ کیا تو تجھے بڑی مشکلوں کا سامنا ہو گا اور تو میری نصیحت نہ ماننے پر پشیمان ہو گا۔ بیٹے نے کہا، ابا جان یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تیری نصیحت نہ سنوں اور نہ مانوں کیونکہ تیری فرمانبرداری میرے اوپر فرض ہے اور تیری نصیحت پر عمل کرنا واجب۔

باپ نے کہا کہ بیٹا، میں نے تیرے لئے اتنی املاک، محل اور مال و دولت مہیا کی ہے جس کا حد و حساب نہیں حتیٰ کہ اگر تو ہر روز پانچ سو دینار بھی خرچ کرے تو کچھ کمی نہ ہو گی لیکن بیٹا، خدا سے ڈرتا رہو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو نہ چھوڑو، ان کے اوامر اور نواہی پر عمل درآمد کیجیو، ہمیشہ نیکی کیجیو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھیو، نیکیوں، پارساؤں اور عالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھا رکھیو، فقیروں اور مسکینوں کی خبر گیری کیجیو، بخل اور کنجوسی سے بچو، شریر اور مشکوک لوگوں کے پاس نہ پھٹکیوں، نوکروں چاکروں اور اہل و عیال کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور ایسا ہی سلوک اپنی بیوی سے رکھیو کیونکہ وہ بڑے خاندان کی لڑکی ہے اور تجھ سے حاملہ ہے یقین ہے کہ خدا تجھے اس سے نیک اولاد دے گا۔

وہ اسی قسم کی وصیت کرتا، روتا جاتا اور کہتا تھا کہ بیٹا، میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے ہر تکلیف سے بچائے اور آرام سے رکھے۔ یہ سن کر بیٹا زار زار رونے لگا

اور کہا، ابا جان، مجھے ان باتوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے تو تو مرنے والے کی سی باتیں کرتا ہے۔ اس نے کہا بیٹا درست ہے، میں اپنے حال سے بخوبی واقف ہوں اس لئے میری وصیت کو نہ بھولیو۔ یہ کہہ کر وہ شہادت کا کلمہ اور قرآن کی آیتیں پڑھنے لگا اور جب مرنے کا وقت آ پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا، بیٹا قریب آ۔ جب وہ قریب آیا تو باپ نے اسے بوسے دیئے اس کے آنسو جاری ہو گئے اور روح بدن سے پرواز کر گئی، خدا اس پر رحم کرے! بیٹا نہایت غمزہ ہوا، گھر میں رونا پیٹنا مچ گیا اور باپ کے دوست آ پہنچے۔ اب اس نے باپ کی تجویز و تکلیفیں شروع کی، بہت مال لٹایا اور نماز پڑھے کے لئے جنازہ باہر لے گئے۔ نماز پڑھ کر جنازے کو قبرستان لے گئے اور اسے دفن کر کے قبر پر قرآن خوانی کی اور گھر لوٹ آئے۔ بیٹے سے تعزیت کرنے کے بعد لوگوں نے اپنی اپنی راہ لی۔

بیٹے نے فاتحہ اور ختم کی رسم ادا کی۔ یہ رسمیں چالیس دن تک ہوتی رہیں۔ اس اثناء میں وہ مسجد میں جانے اور ہر جمعہ کو باپ کی قبر کی زیارت کرنے کے سوا گھر سے باہر نہ نکلتا۔ اس کے بعد ایک زمانے تک نماز اور قرآن خوانی اور عبادت میں لگا رہا یہاں تک کہ ایک روز اس کے تاجر دوست آ پہنچے اور اسے سلام کر کے کہنے لگے کہ اس سوگ میں تو کب تک پڑا رہے گا اور اپنا کاروبار، تجارت اور دوستوں سے ملنا جلنا کہاں تک بند رکھے گا۔ ایسا کرنے سے تجھے بہت تکلیف پہنچے گی اور تیری تندرستی بہت خراب ہو جائے گی۔ جب یہ سوداگر زادے اس کے پاس آئے تو معلوم ابلیس ان سے کتنا پھوسی کرتا جاتا کہ وہ اسے بازار جانے کی ترغیب دیں اور دنیا کا سبز باغ دکھائیں۔ دوسری طرف وہی ابلیس اس سے بھی کہتا تھا کہ ان کا کہنا مان لے اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ جا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو چھبیس ویں رات

چار سو چھبیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب تاجر زادے حسن جوہری کے بیٹے علی مصری کے پاس آئے تو انہوں نے اسے بازار جانے کا شوق دلایا۔ وہ خدا کے ارادے کے مطابق تیار ہو گیا اور ان کے ساتھ گھر سے نکلا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے خچر پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ فلاں باغ میں چل تا کہ ہم سب مل کر وہاں سیر کریں اور تیرا غم غلط ہو۔ وہ خچر پر سوار ہو کر اور ایک غلام کو ساتھ لے کر یاروں کے جھمگٹ میں اس باغ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں وہ جانا چاہتے تھے۔ باغ میں پہنچا تو ان میں سے ایک ناشتہ تیار کر کے باغ میں لے آیا۔ سب نے مل کر کھلایا اور ہنسی مذاق ہونے لگا، شام تک بیٹھے باتیں چیتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ سب سوار ہو کر وہاں سے پلٹے اور اپنے گھر جا کر سو رہے۔

دوسری صبح ہوئی تو وہ پھر اس کے پاس جا پہنچے اور کہنے لگے کہ چل۔ اس نے کہا کہاں؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں باغ میں۔ وہ کل والے باغ سے بھی زیادہ خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔ علی مصری سوار ہو کر ان کے ساتھ اس باغ میں پہنچ گیا۔ باغ میں پہنچ کر ان میں سے ایک ناشتہ لایا۔ اب کے ناشتے کے ساتھ شراب بھی تھی۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے شراب پیش کر کے کہا کہ اس سے غم غلط ہوتا ہے، خوشی حاصل ہوتی ہے اور اس کی اتنی تعریف کی کہ علی مصری کو ماننا پڑا اور ان کے ساتھ شراب پینے لگا اور شام تک پینے پلانے کا شغل رہا۔

اس کے بعد اور سب تو اپنے اپنے گھر چلتے بنے مگر علی مصری سے نہ اٹھا گیا۔ اس کو اتنے چکر آ رہے تھے کہ بہ مشکل وہ اپنے خچر پر سوار ہو سکا۔ لشم پشم گھر پہنچا تو بیوی نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ آج تیرا رنگ بدلا ہوا کیوں ہے؟ اس نے

جواب دیا کہ ہم سب تفریح کر رہے تھے کہ ایک دوست شراب لے آیا۔ سب کے ساتھ میں نے بھی پی، اسی سے مجھے یہ چکر آ رہے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اے میرے آقا، کیا تو اپنے باپ کی وصیت کو بھول گیا اور انہی مشکوک لوگوں کی صحبت اختیار کر لی جن سے اس نے منع کیا تھا؟ علی مصری کہنے لگا کہ وہ سوداگر زادے ہیں۔ ایسے ویسے مشکوک آدمی نہیں، نہایت شریف بڑے خوش مزاج۔

الغرض وہ اسی طرح ہر روز ان کے ساتھ جاتا۔ آج کہیں تو کل کہیں اور سب مل کر خوب کھاتے پیتے یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے اس سے کہا، اب ہماری بابیاں ختم ہو گئیں اور تیری باری ہے۔ علی مصری بولا سر آنکھوں پر اگلے دن اس نے ان سے کئی گنا کھانے پینے کا سامان مہیا کیا اور باورچیوں، فراشوں اور قہوہ بنانے والوں کو ساتھ لے کر وہاں گیا جہاں باغ اور میدان تھے اور پورے ایک مہینے تک کھانے پینے، گانا سننے اور مزے اڑانے میں مشغول رہا۔ جب مہینہ ختم ہوا تو اس نے دیکھا کہ جو کچھ وہ لایا تھا، سب ختم ہو چکا۔

ملعون شیطان نے اس کے کان میں کہا کہ جتنا تو خرچ کر چکا ہے اگر اتنا ہر روز بھی خرچ کرے تو بھی تیری دولت کم نہیں ہو گی اس نے بے دھڑک خرچ کرنا شروع کر دیا۔ تین سال تک برابر خرچ کرتا رہا۔ اس کی بیوی نصیحت کرتی اور باپ کی وصیت یاد دلاتی لیکن وہ اس کی بات نہ سنتا، حتیٰ کہ جس قدر نقد تھا سب خرچ ہو گیا اور اب وہ جواہرات بیچ بیچ کر صرف کرنے لگا۔ آخر جواہرات بھی ختم ہو گئے۔ اس کے بعد مکانات اور جاگیروں کا نمبر آیا، ان کا بھی خاتمہ ہو گیا، پھر باغات اور زمینیں بیچ ڈالیں۔ رفتہ رفتہ جب کل املاک بک گئیں، اس کے مکان کے سوا کچھ باقی نہ رہا جس میں وہ رہتا تھا تو وہ اس کا مرمر اور اینٹیں نکال نکال کر بیچنے لگا۔ گھر کو کھنڈر کرنے کے بعد پھر خرچ کی ضرورت ہوئی تو اس کھنڈر کے بھی کوڑے کر ڈالے۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ وہ شخص آیا جس نے اس کا گھر خریدا تھا اور کہنے لگا کہ

اب تو کہیں اور جا کر رہ، مجھے اپنے گھر کی ضرورت ہے۔ علی مصری کے ہاں اسی اثنا میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو بچے پیدا ہو چکے تھے لیکن بیوی اور ان بچوں کے سوا اس کے پاس اور کیا تھا جس کے لئے محل یا کسی بڑی حویلی کی ضرورت ہوتی۔ نہ لونٹیاں نہ باندیاں تھیں نہ مال و اسباب۔ اس لئے اس نے ایک حاطے میں ایک کوٹھڑی کرائے پر لے لی۔ عیش عشرت کی زندگی گزارنے اور نوکروں چاکروں اور مال و دولت کی افراط کے بعد اس کوٹھڑی میں اٹھ آیا۔ اس دن اس کی حالت یہ تھی کہ ایک وقت کا کھانا پینا بھی اس کے پاس نہ تھا۔ بیوی نے کہا میں تجھے اس دن سے ڈراتی اور تجھے باپ کی وصیت یاد دلاتی تھی لیکن تو نے ذرا نہ سنا۔ ”لا حول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم۔“

اب چھوٹے چھوٹے بچے کہاں سے کھائیں گے؟ اٹھ اپنے دوستوں کے پاس جا جو سوداگر زادے ہیں، ممکن ہے کہ وہ تجھے کچھ دیں جس سے آج کا کھانا پینا چلے۔ وہ اٹھا اور ایک ایک دوست کے پاس گیا جس کے پاس پہنچتا، وہی چھپ جاتا، جو ملتا بھی تو کھری کھری سناتا اور کچھ نہ دیتا۔ آخر دھکے کھا کر الٹا آ گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ انہوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ بیوی پڑوسیوں کے پاس گئی کہ ان سے کچھ مانگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو ستائیس ویں رات

چار سو ستائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب علی مصری کی بیوی پڑوس میں گئی کہ ان سے اس روز کے کھانے کے لئے کچھ مانگ کر لائے تو وہ ایک عورت کے پاس پہنچی جسے وہ پہلے سے جانتی تھی۔ اس عورت نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور روتے ہوئے پوچھا تم لوگوں پر کیا مصیبت گزری؟ علی کی بیوی نے اسے اپنے شوہر کا سارا قصہ سنایا تو وہ کہنے لگی۔ مرحبا اہلاً و سہلاً جس چیز کی تجھے ضرورت ہو مجھ سے بلا معاوضے کے لے۔ اس نے کہا خدا تجھے نیک بدلہ دے! عورت نے اسے اتنا سامان دیا جو دونوں میاں بیوی اور ان کے بچوں کو پورے ایک مہینے کے لئے کافی تھا اور وہ اسے لے کر گھر آئی۔ اس کے شوہر نے یہ سامان دیکھا تو وہ رونے لگا اور کہا کہ یہ چیزیں تجھے کہاں سے ملیں؟ بیوی بولی کہ فلاں عورت نے دی ہیں۔ میں نے اس سے اپنی حالت بیان کی تو اس نے ہر طرح سے میری خدمت کی اور کہا کہ جس چیز کی تجھے ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کر۔ اس کے شوہر نے کہا کہ اب چونکہ تیرے پاس یہ تمام چیزیں آگئی ہیں، مجھے اجازت دے کہ کسی اور جگہ چلا جاؤں۔ ممکن ہے کہ خدا ہماری روزی کھول دے۔ اس کے بعد اس نے بچوں کو بوسہ دیا اور چل کھڑا ہوا۔ کوئی منزل مقصود سامنے نہ تھی۔ مگر چلا جاتا تھا چلتے چلتے بولاق پہنچ گیا۔ دیکھا کہ ایک جہاز دمیاط جانے کے لئے تیار کھڑا ہے۔ اتنے میں اس پر ایک شخص کی نظر پڑی جو اس کے باپ کا دوست تھا، اس نے سلام علیک کر کے پوچھا کہ کہاں جاتا ہے؟ علی نے جواب دیا دمیاط جانے کا قصد ہے، وہاں اپنے دوستوں سے مل کر ان کی خیریت دریافت کروں گا اور لوٹ آؤں گا۔ وہ شخص اسے اپنے گھر لے گیا، خاطر تواضع کی۔ اس کے لئے راہ کا کھانا پینا تیار کیا اور چند دینار

دے کر اسے اس جہاز میں بیٹھا دیا جو دمیاط جا رہا تھا۔

جہاز دمیاط پہنچا تو لوگ اترنے لگے۔ علی بھی جہاز سے اترتا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائے۔ دو قدم چلتا اور ٹھٹھک جاتا۔ ایک سوداگر نے اس کی بد حالی تاڑ لی اور ترس کھا کر اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ علی ایک مدت تک وہاں رہنے کے بعد کہنے لگا آخر کب تک میں گھر میں بیٹھا رہوں گا اور سوداگر کے گھر سے چلنے کی ٹھان لی۔ معلوم ہوا کہ ایک جہاز دمشق جا رہا ہے، اس میں سفر کا ارادہ کیا، میزبان نے اس کے لئے توشہ تیار کرایا اور جہاز میں سوار کر دیا۔ چلتے چلتے دمشق جا پہنچا۔ وہاں وہ گلی کوچوں میں پھر ہی رہا تھا کہ ایک بھلے مانس سے مڈ بھڑ ہو گئی۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ وہاں کچھ دن بسر کرنے کے بعد ایک روز اس نے دیکھا کہ ایک قافلہ بغداد جا رہا ہے اور اس نے ان کے ساتھ بغداد جانے کا قصد کیا۔ اپنے میزبان سوداگر کے پاس آیا اور اس سے مشورہ کر کے قافلے کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ خدا نے ایک شخص کے دل میں اس کی طرف سے رحم ڈال دیا اور اس نے اسے اپنے ساتھ لے کر اسے کھانے پینے کو دیا یہاں تک کہ بغداد تک ایک دن کی مسافت رہ گئی۔ اب ان پر ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے چھاپہ مارا اور سارا مال لوٹ لیا۔ قافلے والے بہت تھوڑے زندہ بچے۔ وہ بھی اپنی اپنی جانیں لے کر بھاگے اور چھپ گئے۔ علی مصری سیدھا بغداد کی طرف روانہ ہوا اور سورج غروب ہوتے ہی وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ دربان دروازے بند کر رہے ہیں۔ ان سے کہنے لگا کہ مجھے اندر آ جانے دو۔ انہوں نے اسے اندر لے لیا اور پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اس نے جواب دیا میں قاہرہ سے آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ سوداگری کا مال، خچر، غلام اور نوکر چاکر تھے، میں ان سے پہلے روانہ ہو گیا تھا تا کہ اپنا مال اتارنے کے لئے جگہ ڈھونڈوں۔ میں اپنے خچر پر سوار ہو کر آگے بڑھا ہی تھا کہ ڈاکوؤں نے مجھے آ کر گھیرا، میرا خچر اور تمام سامان لوٹ لیا۔ خود میں مرتے مرتے بچا۔ یہ سن کر لوگوں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور کہا کہ خوش آمدی! آج ہمارے پاس ٹھہر جا۔ صبح کے وقت ہم تیرے لئے کوئی

مناسب جگہ تلاش کر دیں گے۔ علی نے اپنی جیب ٹٹولی تو اسے ایک دینار ملا جو ان دیناروں میں سے بچ رہا تھا جو اسے بولاق والے سوداگر نے دیئے تھے۔ یہ دینار اس نے ایک دربان کو دے کر کہا کہ اسے تڑا کر کھانا لے آ۔ دربان اس دینار کو لے کر بازار گیا اور اسے تڑا کر روٹی اور سالن لایا۔ سب نے کھایا اور وہ سو گیا۔

صبح ہوئی تو ایک دربان اسے لے کر بغداد کے ایک تاجر کے پاس گیا اور اس کا ماجرا بیان کیا۔ تاجر سچ سمجھا اور اسے یقین آ گیا کہ وہ تاجر ہو گا اور سوداگری کا مال لے کر آیا ہو گا۔ اس لئے وہ اسے اپنی دکان میں لے گیا اور بڑی خاطر مدارت سے پیش آیا۔ آدمی کو گھر بھیج کر اس کے لئے اپنے کپڑوں میں سے ایک عمدہ پوشاک منگوائی اور اسے حمام میں لے گیا۔

تاجر حسن جوہری کے بیٹے علی مصری کا بیان ہے میں اس کے ساتھ حمام گیا، وہاں سے نکلا تو وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ ناشتہ پیش کیا۔ ہم نے کھایا اور خوب لطف اٹھایا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک غلام سے کہا اے مسعود، اپنے آقا کو لے جا کر وہ دونوں گھر دکھا جو فلاں جگہ ہیں۔ ان میں سے اسے جو پسند ہو اس کی کنجی اسے دے کر واپس آ جا۔ غلام مجھے لے کر ایک گلی میں پہنچا جہاں تین نئے مکان برابر برابر تھے، تینوں میں قفل پڑے ہوئے۔ اس نے پہلا مکان کھولا۔ میں نے اسے اندر سے دیکھا۔ وہاں سے نکل کر دوسرے مکان کی طرف چلے۔ اسے بھی اس نے کھولا اور میں نے اسے بھی اندر سے دیکھا۔ غلام نے پوچھا دونوں میں سے کس مکان کی کنجی میں تجھے دوں؟ میں نے کہا یہ بڑا مکان کس کا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بھی ہمارا ہی ہے۔ میں نے کہا کہ اسے بھی کھول، میں اسے بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ غلام بولا۔ اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ اس میں بھوت رہتے ہیں اور کوئی اس میں جا کر رہتا ہے، صبح کو مردہ پایا جاتا ہے اور ہم لاش دروازے سے نہیں نکالتے بلکہ دونوں مکانوں میں سے ایک کی چھت پر چڑھ کر ادھر سے لے جاتے ہیں۔ اسی لئے میرے آقا نے اسے چھوڑ رکھا ہے اور کسی کو رہنے کے لئے نہیں

دیتا۔ میں نے کہا کھول تو سہی، میں بھی اسے دیکھو اور اپنے دل میں سوچا کہ یہی تو میرا مقصد ہے کہ آج رات بھر میں اس میں رہوں، صبح کو مرا ہوا پایا جاؤں اور سارے جھنجھٹ سے چھٹکارا ملے۔ بالآخر اس نے وہ مکان کھولا میں نے اندر جا کر دیکھا کہ وہ بڑا بے نظیر مکان ہے۔ غلام سے کہا کہ میں اسی مکان کو لینا چاہتا ہوں، اس کی چابی مجھے دے دے۔ غلام بولا جب تک میں اپنے آقا سے پوچھ نہ لوں تجھ چابی نہیں دے سکتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو اٹھائیس ویں رات

جب چار سو اٹھائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- غلام بولا جب تک میں اپنے آقا سے پوچھ نہ لوں تجھے چاہی نہیں دے سکتا۔ غلام نے اپنا آقا کے پاس جا کر کہا کہ مصری تاجر اس بڑے مکان کے سوا اور کسی میں نہیں رہنا چاہتا۔ یہ سن کر تاجر خود علی مصری کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا، تو اس گھر میں رہنے کی جرات نہ کر۔ علی مصری نے جواب دیا، اگر میں رہوں گا تو اسی مکان میں، میں ایسی وہی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس نے کہا اچھا تو مجھے لکھ کر دے کہ اگر تجھے کوئی نقصان پہنچے تو میں ذمہ دار نہیں۔ علی نے کہا یہ مانا۔ اب اس نے قاضی کے محلے سے ایک گواہ بلوایا۔ تحریر لکھوا کر اپنے پاس رکھ لی اور اسے کنجی دے دی۔ علی مصری کنجی لے کر مکان میں داخل ہو گیا۔ تاجر نے ایک غلام کے ہاتھ فرش بھجوا دیا اور غلام اسے دروازے کے پیچھے چوکی پر بچھا کر لوٹ آیا۔ اس کے بعد علی مصری نے اندر جا کر دیکھا کہ مکان کے صحن میں ایک کنواں ہے اور اس پر ڈول رکھا ہوا ہے۔ اس نے ڈول کنوئیں کے اندر ڈالا، پانی بھر کر وضو کیا، نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہی غلام آقا کے گھر سے شام کا کھانا لے کر آیا، ایک موم بتی، شمع دان، تشت، لوٹا اور صراحی لایا اور سب چیزوں کو رکھ کر فوراً چل دیا۔ علی نے فوراً موم بتی جلائی، شام کا کھانا کھایا، خوش ہوا، عشا کی نماز پڑھی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ بچھونا لے کر اوپر چلیں اور وہیں سوئیں، یہاں نیچے سونے سے تو اوپر سونا بہتر ہو گا چنانچہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بچھونا اٹھا کر اوپر پہنچا۔ دیکھا کہ وہاں ایک بڑا کمرہ ہے جس کی چھت پر سنرا کام ہے۔ فرش اور دیواریں رنگ برنگ کے مرمر کی ہیں۔ اس نے وہاں بستر بچھا دیا اور بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے لگا۔ بیٹھا ہی تھا کہ کسی شخص نے آواز دی، اے علی، اے ابن حسن، کیا میں سونا برساؤں؟

علی نے جواب دیا کہ سونا ہے کہاں کہ تو برسائے گا؟ ابھی وہ یہ فقرہ ختم کرنے بھی نہ پایا تھا کہ مینہ کی طرح سونا برسنے لگا اور اتنا سونا برسا کہ کمرہ بھر گیا۔ جب سونا برس چکا تو اس آواز دینے والے نے کہا۔ اب مجھے آزاد کر دے تا کہ میں اپنی راہ لوں کیونکہ میں اپنی خدمت ادا کر چکا اور تیری امانت تجھے پہنچا دی۔

علی مصری نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس سونے کی وجہ بتا۔ اس نے کہا کہ یہ سونا مدت سے تیرے لئے جمع کیا تھا اور جو کوئی اس مکان میں آتا۔ ہم اس سے کہتے اے علی، اے ابن حسن، کیا ہم سونا برسائیں؟ وہ ہماری باتیں سن کر چیخیں مارتا۔ ہم اتر کر اس کی گردن مروڑ دیتے اور چلے جاتے۔ آج جبکہ تو آیا اور ہم نے تیرا اور تیرے باپ کا نام لے کر پکارا اور کہا کہ کیا ہم سونا برسائیں؟ اور تو نے جواب دیا سونا کہاں ہے؟ تو ہم سمجھ گئے کہ تو اس کا مالک ہے۔ ہم نے سونا برسا دیا۔ اس کے علاوہ یمن کے ملک میں ایک خزانہ تیرے لئے اور باقی ہے۔ بہتر ہے کہ میں جا کر اسے بھی تیرے پاس یہیں لے آؤں اور پھر تجھ سے درخواست کروں کہ مجھے آزاد کر کے جانے دے۔

علی نے جواب دیا واللہ میں تجھے اس وقت سے پہلے آزاد نہیں کروں گا جب تک تو یمن کا خزانہ نہ لے آئے۔ جن نے کہا جب میں اسے لے آؤں تو کیا تو مجھے اور اس خزانے کے موکل کو آزاد کر دے گا؟ علی بولا ہاں۔ جن نے کہا کہ اچھا قسم کھا اور اس نے قسم کھا لی۔ جن جانے ہی والا تھا کہ علی مصری نے کہا کہ میری تجھ سے ایک اور حاجت ہے۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ علی نے جواب دیا کہ قاہرہ میں فلاں جگہ میرے بیوی بچے ہیں، انہیں جا کر بغیر تکلیف دیئے میرے پاس لے آ۔ جن نے کہا کہ انشاء اللہ میں انہیں اس خزانے کے ساتھ، جو یمن میں ہے، اڑن کھٹولے پر بٹھا کر جلوس اور نوکر چاکروں کے ساتھ لیتا آؤں گا۔ جن نے اسے تین دن کی مہلت دی اور سارا مال و متاع اس کے پاس چھوڑ کر چل دیا۔ جن کے جانے کے بعد علی کمرے میں ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں وہ سونے کو چھپا

کر رکھے۔ اسے کمرے کے صدر کی طرف ایک مرمر کی اینٹ دکھائی دی جس میں ایک نلی لگی ہوئی تھی۔ نلی کو کھینچنے سے اینٹ ہٹ گئی اور وہاں ایک دروانہ دکھائی دیا۔ وہ دروانہ کھول کر اندر گیا تو دیکھا کہ وہ بہت بڑا گودام ہے اور اس کے چاروں طرف کپڑے کی تھیلیاں پڑی ہوئی ہیں۔ وہ تھیلیوں کو لے کر ان میں سونا بھرتا اور گودام میں رکھتا جاتا۔ اس طرح سے اس نے سارا سونا لے کر گودام میں رکھ دیا اور قفل لگا کر نلی کو کھینچا۔ اینٹ اپنی جگہ پر آگئی پھر وہ نیچے اتر کر آیا اور اسی چوکی پر بیٹھ گیا جو دروازے سے لگی ہوئی تھی۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اٹھ کر دروانہ کھولا تو دیکھا کہ مکان والے کا غلام تھا۔ اسے دیکھتے ہی غلام تیزی کے ساتھ اپنے آقا کی طرف بھاگا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو انتیس ویں رات

جب چار سو انتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- غلام نے تیزی کے ساتھ اپنے مالک کے پاس جا کر خوش خبری دی کہ جو تاجر سائے والے گھر میں رہا تھا خیریت سے ہے اور دروازے کے پاس چوکی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا مالک خوش خوش اٹھا اور ناشتہ لے کر اس کے گھر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اس نے آ کر علی کو صحیح سالم دیکھا تو اس کے گلے لپٹ گیا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ علی نے جواب دیا! اچھا کیا، میں چھت پر اسی کمرے میں سویا تھا جس میں مر مر جڑا ہوا ہے۔

مکان کے مالک نے پوچھا کہ کیا تیرے پاس کوئی آیا تھا تو نے کوئی چیز دیکھی تھی؟ علی نے کہا نہیں، میں نے قرآن پڑھا اور سو گیا۔ جب صبح کو سو کر اٹھا تو وضو کر کے نماز پڑھی اور نیچے آ کر اس چوکی پر بیٹھ گیا۔ تاجر نے کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ تو صحیح و سلامت رہا اب وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر گیا اور علی کے پاس غلام، کنیریں اور فرش بھیجے۔ انہوں نے مکان میں اوپر سے لے کر نیچے تک جھاڑو دی اور نہایت نفیس فرش بچھایا۔ تین گورے تین کالے غلام اور چار کنیریں اس کی خدمت کے لئے وہیں رہ گئے۔ باقی اپنے آقا کے پاس چلے گئے۔

دوسرے دن تاجروں کے کان تک یہ قصہ پہنچا تو انہوں نے اس کے پاس طرح طرح کے تحفے بھیجے حتیٰ کے کھانے اور پینے کی چیزیں بھی۔ اسے اپنے ساتھ بازار لے گئے اور پوچھا کہ تیرا مال کب آئے گا؟ اس نے جواب دیا کہ تین دن بعد۔ جب تین دن گزر چکے تو اس کے پاس پہلے خزانے کا خادم آیا جس نے سونا برسایا تھا اور کہنے لگا کہ چل کر اس خزانے کو دیکھ لے جو میں تیرے لئے یمن سے لایا ہوں اور اپنے بیوی بچوں سے بھی مل لے۔ ان کے ساتھ سارا خزانہ سوداگری کے سامان کی صورت

میں ہے، 'خجر' گھوڑے، 'اونٹ' نوکر اور غلام جتنے تو دیکھے گا، سب جنات میں سے ہیں۔ جس وقت یہ جن خادم قاہرہ گیا تو اس نے دیکھا کہ علی کے بیوی بچے اس اثنا میں بھوکے ننگے ہو گئے ہیں۔ وہ انہیں اٹن کھٹولے پر بٹھا کر قاہرہ سے باہر لایا اور یمن کے خزانے میں سے انہیں عمدہ کپڑے پہنائے۔ غرض کہ جن نے ان تمام چیزوں کے آنے کی خبر علی کو سنائی تو اس نے سوداگروں کے پاس جا کر کہا، 'آؤ شہر کے باہر چل کر اس قافلے سے ملیں جو ہمارا تجارتی مال لایا ہے اور اپنی بیویوں سے کہو کہ وہ بھی تشریف لا کر میری بیوی سے ملیں۔ وہ تیار ہو گئے اور اپنی اپنی بیویوں کو بلوا کر سب کے سب شہر کے باہر ایک باغ میں جا بیٹھے۔ ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ جنگل کی طرف سے ایک غبار اٹھا۔

لوگ دیکھنے لگے کہ یہ غبار کیسا ہے۔ غبار ہٹا تو آدمی، ساربان اور فراش نظر آئے۔ لوگ گاتے بجاتے چلے آ رہے تھے۔ قریب پہنچ کر ساربانوں کا سردار تاجر حسن جوہری کے بیٹے علی مصری کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ چوم کر کہنے لگا اے میرے آقا، ہم کل ہی پہنچنے والے تھے مگر اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ ہمیں ڈاکوؤں کا ڈر تھا۔ ہم وہیں ٹھہر گئے۔ حتیٰ کہ خدا نے ہم سے انہیں دور کر دیا۔ اس لئے ہمیں چار دن لگ گئے۔ اب تاجر اپنے اپنے خجروں پر سوار ہو کر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے اور بیویاں علی مصری کے ساتھ اس وقت تک رکی رہیں جب تک کہ ان کا جلوس سوار ہوا، پھر یہ جلوس بھی بڑے جلوس کے ساتھ آ کر مل گیا۔ خجروں پر اتنے صندوق لدے دیکھ کر تاجروں کو تعجب ہوتا تھا اور تاجروں کی بیویاں تاجر علی کی بیوی اور بچوں کے لباس کو دیکھ کر حیران تھیں اور کہتی تھیں کہ ایسا لباس تو نہ بغداد کے سلطان کے پاس ہو گا اور نہ کسی اور بادشاہ، امیر اور تاجر کے پاس۔ لوگ برابر برابر اسی طرح چلتے رہے۔ مرد تاجر علی مصری کے ساتھ اور عورتیں اس کی بیوی کے ساتھ، یہاں تک کہ وہ اس کے گھر پہنچ گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• چار سو تیسویں رات

جب چار سو تیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- یہاں تک کہ وہ گھر پہنچ گئے اور اتر کر خچروں کو مع سامان کے صحن میں لے گئے۔ سامان اتار کر کوٹھڑیوں میں رکھا اور بی بیوں کی بیوی کے ساتھ اوپر کے کمرے میں گئیں۔ دیکھا کہ وہ دلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ اس کا فرش نہایت نفیس ہے۔ وہ سب وہاں بیٹھ گئیں اور ظہر تک بیٹھی مزے اڑاتی رہیں۔ اس کے بعد بہتر سے بہتر کھانے اور حلوے ان کے سامنے پیش کئے گئے۔ انہوں نے کھائے اور عمدہ عمدہ شربت پیئے۔ گلاب کے عرق اور عطروں سے معطر ہو کر سب مرد عورت اپنے اپنے گھر رخصت ہوئے۔ گھر پہنچ کر تاجروں نے اپنی حیثیت کے موافق ہدیئے بھیجے اور بی بیوں نے اس کی بیوی کے لئے تحفے تحائف روانہ کئے، اس طرح ان کے پاس اس قدر کنیزیں، کالے اور گورے غلام، غلہ اور لشکر وغیرہ جمع ہو گیا کہ حساب سے باہر تھا۔ لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد بغدادی تاجر جو مکان کا مالک تھا، وہیں جما بیٹھا رہا اور علی سے کہا کہ غلاموں اور نوکروں کو حکم دے کہ وہ خچروں اور دوسرے جانوروں کو ایک گھر میں لے جائیں تا کہ وہ وہاں آرام کریں۔ اس نے جواب دیا کہ آج ہی رات فلاں جگہ جانے والے ہیں اور ان سے کہا کہ شہر کے باہر جا کر رات کا انتظار کرو اور روانہ ہو جاؤ۔ انہیں یقین نہ آتا تھا کہ انہیں واقعی اجازت مل گئی ہے اور وہ اس کی مرضی سے روانہ ہو گئے اور شہر کے باہر پہنچ کر ہوا میں اڑ گئے اور اپنی جگہ پہنچ گئے۔

تاجر علی اپنے میزبان کے ساتھ بیٹھ کر تہائی رات تک باتیں کرتا رہا، پھر مجلس برخاست ہوئی، میزبان اپنے گھر چلا گیا اور تاجر علی نے اپنی بیوی بچوں کے پاس جا کر انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ میرے پیچھے اتنی مدت تک تم پر کیا گزری؟ بیوی نے اپنی فاقہ

کشی، برہنگی اور مصیبت بیان کی جو انہوں نے جھیلی تھی۔ علی نے کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ تم سب صحیح و سلامت ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم لوگ آئے کس طرح؟ بیوی نے کہا کہ میرے آقا، کل رات میں بچوں کے ساتھ سو رہی تھی یکا یک کسی نے مجھے اور بچوں کو زمین سے اٹھا لیا اور ہم ہوا میں اڑنے لگے لیکن ہمیں کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ اڑتے اڑتے ہم زمین پر ایک ایسی جگہ اترے جو عربوں کے محلے کی سی تھیں۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ خچر لدے ہوئے کھڑے ہیں اور دو بڑے خچروں پر پاکی بندھی ہوئی ہے، ارد گرد بہت سے خادم، غلام اور پیادے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ یہ سامان کیسا ہے اور ہم کس جگہ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حسن جوہری کے بیٹے علی مصری کے خادم ہیں۔ اس نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں لے کر اس کے پاس بغداد پہنچا دیں۔ میں نے کہا کہ یہاں سے بغداد دور ہے یا نزدیک؟ انہوں نے جواب دیا نزدیک ہے اور صرف رات بھر کی راہ ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہمیں پاکی میں بٹھا دیا اور ابھی سویرا نہ ہونے پایا تھا کہ ہم تمہارے پاس پہنچ گئے اور ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔

اب اس نے پوچھا کہ تم کو یہ پوشاکیں کہاں سے ملیں؟ بیوی نے جواب دیا کہ قافلہ سالار نے ان صندوقوں میں سے ایک صندوق کھولا جو خچروں پر تھے اور پوشاکیں نکال کر ایک مجھے پہنا دی اور ایک ایک بچوں کو۔ پھر اس صندوق میں قفل ڈال کر جس میں سے پوشاکیں نکالی تھیں اس کی کنجی میرے حوالے کر دی اور کہا اسے حفاظت سے رکھو اور اپنے شوہر کو دیجیو۔ دیکھ یہ کنجی میرے پاس ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کنجی نکال کر اسے دی۔

علی نے کہا کہ تو اس صندوق کو پہچانتی ہے؟ کہا ہاں، پہچانتی ہوں۔ بیوی کو لے کر کوٹھڑی میں گیا اور صندوق دکھائے۔ بیوی نے ایک صندوق دیکھ کر کہا کہ یہ ہے وہ صندوق جس میں سے پوشاکیں نکالی گئی تھیں۔ علی نے کنجی نکال کر قفل کھولا، دیکھا

کہ اس میں بے شمار پوشاکیں ہیں اور تمام صندوقوں کی کنجیاں بھی۔ کنجیاں نکال کر اس نے ایک صندوق کھولنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ ان میں سے ایسے ایسے جواہرات اور قیمتی معدنیات ہیں جن کی نظیر کسی بادشاہ تک کے پاس نہ ہو گی۔ دیکھ بھال کر اس نے انہیں پھر مقفل کر دیا اور کنجیاں اپنے پاس رکھ لیں اور کہا کہ یہ سب خدا کی مہربانی ہے۔ بعد ازاں بیوی کے اوپر کے کمرے میں اس مہر کی انیٹ کے پاس لے گیا جس میں نلی لگی ہوئی تھی۔ اسے اوپر کی طرف کھینچ کر کوٹھڑی کا دروازہ کھولا اور اندر جا کر بیوی کو وہ سونا دکھایا جو اس نے وہاں رکھا تھا۔ بیوی نے پوچھا یہ سب تیرے پاس کہاں سے آیا؟ اس نے جواب دیا۔ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔ جب قاہرہ میں تجھ سے رخصت ہوا تھا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اکتیس ویں رات

جب چار سو اکتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- علی مصری نے کہا کہ جب میں قاہرہ میں تجھ سے رخصت ہو کر چلا تو چلتے چلتے بولاق پہنچا، دیکھا ایک جہاز دمیاط جانے کے لئے تیار کھڑا ہے۔ میں سوار ہو کر دمیاط پہنچا۔ وہاں ایک تاجر سے ملاقات ہوئی جو میرے باپ کو جانتا تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گیا، میری آؤ بھگت کی اور مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں دمشق جانا چاہتا ہوں کیونکہ وہاں میرے دوست ہیں۔ اس کے بعد اس نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ بیوی نے کہا کہ اے میرے آقا، یہ ساری چیزیں تیرے باپ کی دعا کا ثمر ہیں جو اس نے مرنے سے پہلے کی تھی میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ اگر وہ تجھے تکلیف میں گرفتار کرے تو جلد اس سے چھٹکارا دے دے۔

شکر ہے خدا کا کہ اس نے تجھے نجات دی اور جو کچھ تیرا مال ضائع ہوا تھا۔ اس سے زیادہ تجھے عطا کیا۔ اے میرے آقا، خدا کے لئے پھر مشکوک لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو اور ظاہر اور باطن میں خدا سے ڈرتے رہو۔ اس طرح وہ دیر تک نصیحت کرتی رہی۔ شوہر نے کہا کہ میں تیری نصیحت مانتا ہوں اور خدا سے التجا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں برے ساتھیوں سے دور رکھے اور اپنی فرمانبرداری اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی توفیق دے۔ اس کے بعد وہ اس کی بیوی اور بچے نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

اس نے تاجروں کے بازار میں ایک دکان لی اور وہاں کچھ جواہرات اور قیمتی معدنیات لے کر بیٹھا، اپنے بچوں اور غلاموں کو ساتھ بٹھایا اور بغداد میں سب سے بڑا تاجر ہو گیا۔ جب بغداد کے بادشاہ نے اس کا حال سنا تو اپنا ایک ایلچی بھیج کر اسے بلوایا۔ ایلچی نے اس کے پاس آ کر کہا کہ بادشاہ تجھے بلاتا ہے، وہاں چل۔

اس نے بادشاہ کے لئے ہدیہ تیار کیا۔ سرخ سونے کی چار سینیاں لے کر ان میں ایسے ایسے جواہرات بھرے جن کی نظیر کسی بادشاہ کے پاس نہ ہو گی۔ ان سینیوں کو لے کر بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا۔ جب اس کے سامنے حاضر ہوا تو زمین کو بوسہ دیا اور اسے دعا دی کہ خدا تیری عزت اور نعمتیں قائم رکھے! اور نہایت عمدہ طریقے سے گفتگو کی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے تاجر، تو نے ہمارے ملک کو عزت بخشی۔ اس نے کہا جہاں پناہ، غلام تیرے لئے ایک ہدیہ لایا ہے اور امید کرتا ہے کہ تو مہربانی فرما کر اسے قبول کرے گا۔ یہ کہہ کر اس نے چاروں سینیاں پیش کیں۔ بادشاہ نے انہیں کھول کر غور سے دیکھا کہ ان میں ایسے ایسے جواہرات ہیں جو اس کے پاس بھی نہیں اور جن کی قیمت خزانے کے خزانے ہیں پھر کہنے لگا اے تاجر، تیرا ہدیہ قبول ہے اور ان شاء اللہ ہم تجھے اسی طرح کا بدلہ دیں گے۔ تاجر نے بادشاہ کے ہاتھ چومے اور چلا گیا۔

علی رخصت ہوا تو بادشاہ نے امراء کو بلا کر پوچھا کہ کتنے بادشاہوں نے میری بیٹی کا پیغام بھیجا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بہتروں نے۔ بادشاہ نے کہا ان میں سے کسی نے ایسا ہدیہ بھیجا ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا نہیں، ان میں سے کسی کے پاس بھی اس طرح کی چیزیں نہیں۔ بادشاہ بولا میں نے اپنی بیٹی کی شادی اس تاجر سے کرنے کے بارے میں خدا سے استخارہ کیا ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جیسی تیری مرضی۔ اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ چاروں سینیوں کو لے کر محل سرا میں جائیں اور خود ملکہ سے مل کر سینیاں اس کے سامنے رکھ دیں۔ ملکہ نے انہیں کھولا، دیکھا کہ ان میں ایسی ایسی چیزیں ہیں جن کی مثل اس کے پاس ایک بھی نہیں۔ وہ کہنے لگی کہ یہ کس بادشاہ کے پاس سے آیا ہے؟ غالباً بادشاہوں میں سے کسی نے بھیجا ہے جو ہمای بیٹی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ ایک مصری تاجر نے جو ہمارے شہر میں آیا ہے۔ جب میں نے اس کے متعلق سنا تو میں نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا تا کہ میں اس سے مل کر دریافت کروں کہ اس کے پاس ایسے

بھی ہیرے جواہرات ہیں جو میں اپنی بیٹی کے جینز کے لئے خرید سکوں۔ وہ حکم بجا لایا اور ہمارے لئے یہ چار سیناں لایا اور ہدیئے کے طور پر پیش کیا۔

میں نے دیکھا کہ وہ بڑا خوش رو جوان ہے، شاندار، عقل مند حسین، ممکن ہے کہ وہ بادشاہوں کی اولاد میں سے ہو۔ اس کی صورت سیرت مجھے بہت پسند آئی۔ اس نے میرے دل میں اپنی جگہ کر لی اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دوں۔

اس کے لائے ہوئے ہدیئے میں نے امرا کو دکھا کر پوچھا کہ کتنے بادشاہوں نے میری بیٹی کا پیغام بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بہتروں نے۔ میں نے پوچھا کہ ان میں سے کسی نے ایسی چیزیں میرے لئے بھیجی ہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا نہیں جہاں پناہ، ایسی چیزیں ان کے پاس کہاں! میں نے کہا کہ میں نے خدا سے استخارہ کیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ جو تیری مرضی۔ اب تیری کیا رائے ہے؟

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو بتیس ویں رات

جب چار سو بتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بغداد کے بادشاہ نے ملکہ سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا جہاں پناہ، پہلا حکم خدا کا اور دوسرا تیرا۔ اللہ کو جو منظور ہے، وہی ہو گا۔ بادشاہ نے کہا انشاء اللہ میں اپنی بیٹی کی شادی اس کے سوا اور کسی سے نہیں کروں گا۔ رات گزر چکی تھی اور صبح ہوئی تو بادشاہ نے اپنے دربار میں جا کر علی مصری اور بغداد کے کل تاجروں کو بلایا۔ سب حاضر ہو گئے تو اس نے ان سے کہا بیٹھو، وہ بیٹھ چکے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ سرکاری قاضی کو بلایا جائے۔ قاضی حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میری بیٹی کا نکاح نامہ تاجر علی مصری کے ساتھ مرتب کر۔

علی مصری نے کہا کہ اے میرے مولیٰ سلطان معاف کر، یہ ٹھیک نہیں کہ ایک تاجر بادشاہ کا داماد بنے۔ بادشاہ بولا۔ یہ عزت میں تجھے دیتا ہوں اور تجھے وزیر بناتا ہوں۔ یہ کہہ کر فوراً علی مصری کو وزارت کا خلعت پہنایا۔ وزارت کی کرسی پر بیٹھ کر اس نے عرض کیا جہاں پناہ، تو نے مجھ پر یہ عنایت کی اور مجھے عزت بخشی، لیکن ذرا میری بات سن لے۔ بادشاہ نے کہا کہ اور ڈر نہیں۔ اس نے کہا چونکہ تیرا حکم صادر ہو چکا ہے کہ تیری بیٹی کی شادی ہو جائے، اس لئے مناسب ہے کہ اس کی شادی میرے بیٹے سے کر دی جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا تیرا کوئی بیٹھا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ بادشاہ نے کہا، اسے فوراً بلوا۔ علی مصری نے اپنا ایک غلام بھیج کر بیٹے کو بلوایا۔ وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا تو زمین چوم کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ وہ شہزادی سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے۔ قد سڈول اور چہرہ حسن کی تصویر۔ پوچھا کہ بیٹا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا اے میرے آقا سلطان، میرا نام حسن ہے۔ اس وقت اس کی عمر چودہ سال تھی۔

بادشاہ نے قاضی سے کہا کہ میری بیٹی حسن الوجود کا نکاح نامہ تاجر علی مصری کے بیٹے حسن کے ساتھ لکھ دے۔ قاضی نے نکاح نامہ لکھ دیا اور تمام باتیں بخیر و خوبی انجام پائیں۔ سارے درباری چلے گئے اور تمام تاجر، وزیر علی مصری کے جلو میں روانہ ہوئے۔ اسی وزارت کے لباس میں وہ گھر پہنچا اور تاجر اسے مبارکباد دے کر چلے گئے۔ جب وزیر علی مصری اپنی بیوی کے پاس آیا اور بیوی نے اسے وزارت کا خلعت پہنے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا یہ کیا؟ علی نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور کہا بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے حسن سے کر دی ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور علی مصری نے رات نہایت شادمانی سے گزاری۔

صبح ہوئی تو وہ دربار گیا، بادشاہ اس کے ساتھ نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اسے اپنے پہلو میں بٹھایا، اور کہا، اے وزیر ہمارا ارادہ ہے کہ ہم جشن کریں۔ وزیر نے کہا، اے میرے مولیٰ جو تجھے اچھا معلوم ہو وہی اچھا ہے۔ بادشاہ نے جشن منانے کا حکم دیا۔ لوگوں نے شہر کو سجایا اور تیس دن تک برابر خوشیاں مناتے رہے۔ ان تیسوں دن تک وزیر علی کا بیٹا حسن شہزادی کے حسن و جمال کے مزے لوٹتا رہا۔ ملکہ نے اپنے داماد کو دیکھا تو وہ اسے بہت چاہنے لگی۔ اسی طرح وہ اپنی سمجھن سے بھی بہت خوش تھی۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ وزیر زادے حسن کے لئے ایک محل تیار ہو۔ حکم کی دیر تھی جلد سے جلد محل بن گیا اور وزیر زادہ اس میں رہنے لگا۔ اس کی ماں کچھ دن اس کے ساتھ رہتی اور پھر اپنے گھر چلی جاتی۔ ملکہ نے اپنے شوہر سے کہا۔ جہاں پناہ، حسن کی ماں سے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ رہے اور وزیر کو چھوڑ دے اور نہ یہ کہ وہ وزیر کے ساتھ رہے اور اپنے بیٹے سے کناہ کش ہو جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہتی ہے اور حکم دیا کہ ایک تیسرا محل بنایا جائے جو وزیر زادے حسن کے محل کے پہلو میں ہو، یہ تیسرا محل بھی چند روز میں تیار ہو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وزیر کا سامان اس میں منتقل کر دیا جائے، وزیر اس میں رہنے لگا۔ تینوں محل ایک دوسرے کے پاس تھے۔ جب بادشاہ چاہتا وزیر سے باتیں کرے تو وہ رات کو وہاں چلا

جاتا یا اسے اپنے پاس بلا لیتا اور یہی حالت حسن اور اس کے ماں باپ کی تھی۔ ایک
مدت تک انہوں نے باہم عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• چار سو تینتیس ویں رات

جب چار سو تینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا 'اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ' وزیر اور وزیر زادہ ایک مدت تک عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ہاں تک کہ بادشاہ بیمار پڑا، بیماری روز بروز بڑھتی گئی۔ اس نے اپنی سلطنت کے امرا کو بلایا اور ان سے کہا کہ میری بیماری سخت ہے، ممکن ہے کہ یہ موت کا پیام ہو۔ میں نے تمہیں ایک مشورے کے لئے بلایا ہے، امید ہے کہ تم مجھے نیک مشورہ دو گے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ وہ کون سی بات ہے جس میں تو ہم سے مشورہ لینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بیمار ہوں، ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے بعد ملک دشمنوں کے ہاتھ میں نہ چلا جائے، اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ تم ایک شخص پر متفق ہو جاؤ تا کہ میں جیتے جی اس کی بیعت لے لوں اور تم آرام سے رہو۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم تیرے داماد حسن بن علی کو چاہتے ہیں، ہم اس کی عقل، اس کے کمال اور سمجھ کا امتحان لے چکے ہیں، وہ ہر بڑے اور چھوٹے درجے سے بخوبی واقف ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم سب اس پر متفق ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ ایسا تو نہیں کہ تم میرے لحاظ سے میرے سامنے ایسی باتیں کرتے ہو اور میری پیٹھ پیچھے دوسری باتیں۔

سب نے کہا خدا کی قسم ہماری باتیں ظاہر اور باطن میں ایک سی ہیں اور کسی قسم کا فرق نہیں، ہم دل سے اسے چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اگر یہ واقعہ ہے تو کل قاضی تمام حاجبوں، نوابوں اور امرا کو میرے پاس بلا لاؤ کہ ہم اس کام کو بخیر و خوبی انجام دے دیں۔ تمام علماء اور بڑے بڑے امرا کو فوراً خبر کر دی گئی، انہوں نے اندر جا کر سلام کیا اور کہنے لگے ہم سب تیری خدمت میں حاضر ہیں۔ بادشاہ ان سب سے مخاطب ہو کر بولا، اے بغداد کے امرا تم میرے بعد جسے اپنا بادشاہ بنانا چاہتے ہو، اسے انتخاب کرو

کہ مرنے سے پہلے میں تمہارے سامنے اس کی بیعت لے لوں۔ وہ بولے ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ تیرا داماد حسن بن علی وزیر زادہ بادشاہ بنے۔

بادشاہ نے کہا اگر یہی بات ہے تو تم سب اسے بلا کر میرے پاس لاؤ۔ سب اٹھ کر محل سرا میں داخل ہوئے اور حسن سے کہا کہ بادشاہ کے پاس چل۔ اس نے پوچھا کس لئے؟ انہوں نے جواب دیا ایک ایسی بات کے لئے جس میں ہمارے اور تیرے لئے بھلائی ہے۔ حسن ان کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچا اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ تو بادشاہ نے کہا بیٹا، بیٹھ۔ وہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے کہا اے حسن، تمام امراء تجھ سے خوش ہیں اور تجھے میرے بعد اپنا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں جیتے جی تیرے لئے بیعت لے لوں اور اس قضیے کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ سن کر حسن کھڑا ہو گیا اور بادشاہ کے سامنے زمین چوم کر کہنے لگا اے میرے مولیٰ سلطان امراء میں مجھ سے زیادہ عمر والے اور عالی مرتبت ہیں، مجھے اس سے معاف رکھ۔ امرا نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم سوا تیرے کسی کو اپنا بادشاہ بنانا نہیں چاہتے حسن نے کہا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے اور میں اور میرا باپ ایک چیز ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ مجھے اس پر ترجیح دی جائے۔ باپ نے اس سے کہا کہ جس بات سے میرے دوست خوش ہیں۔ اسی سے میں بھی خوش ہوں، وہ سب تجھ سے راضی ہیں اور تجھے بادشاہ بنانے پر متفق ہیں۔ لہذا بادشاہ کے حکم اور اپنے دوستوں کی مرضی کی مخالفت نہ کر۔ حسن نے بادشاہ اور اپنے باپ کی شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ بادشاہ نے ان سے کہا تم نے منظور کیا؟ انہوں نے کہا کہ منظور کیا۔ پھر تمام لوگوں نے سات بار فاتحہ پڑھی اور بادشاہ نے کہا کہ اے قاضی تو بھی شرعی طور پر قلمبند کر لے کہ ان امرا نے میرے داماد حسن کا بادشاہ ہونا منظور کر لیا ہے اور یہ کہ وہ ان کا بادشاہ بنایا گیا ہے۔

قاضی نے باقاعدہ تحریر کی اور جب سب نے اس کی بیعت کر لی تو قاضی نے اس پر اپنے دستخط کر دیئے۔ اب خود بادشاہ نے اس سے بیعت کی اور اسے حکومت کی کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ سب کھڑے ہو گئے اور وزیر کے بیٹے بادشاہ حسن کے ہاتھ چومے،

اسی کی فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ اس دن اس نے نہایت شان و شوکت سے بادشاہی کی، امراء کو عمدہ عمدہ خلعت بخشے اور دربار برخواست کر کے اپنے خسر کے پاس گیا، اس کے ہاتھ چومے، بادشاہ نے کہا اے حسن، رعیت کے معاملے میں خدا کا خوف دل میں رکھیو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو چونتیس ویں رات

جب چار سو چونتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ نے کہا بیٹا، رعیت کے معاملے میں خدا سے ڈرتا رہیو۔ اس نے کہا ابا جان، تیری دعا سے خدا مجھے اس کی توفیق دے گا۔ اس کے بعد وہ محل سرا میں داخل ہوا۔ اس کی بیوی، ساس اور دونوں کے نوکروں چاکروں نے اس کے ہاتھ چومے، اسے اس درجے پر پہنچنے کی مبارک باد دی اور کہا کہ خدا آج کا دن مبارک کرے! پھر وہ اپنے محل سے نکل کر اپنے باپ کے محل میں گیا، وہاں لوگ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ خدا نے اسے بادشاہت دی اور اس پر بڑی بخشش کی۔ باپ نے اسے نصیحت کی کہ خدا سے ڈرو اور رعیت پر مہربان رہیو۔ غرض کہ ہو جہاں جاتا خوشیاں منائی جاتیں۔ رات انتہائی مسرتوں میں گزری۔ صبح ہوئی تو وہ نماز اور وظیفے سے فارغ ہو کر دربار میں آیا، تمام لشکر اور منصب دار حاضر ہوئے، اس نے احکام جاری کئے، نیکی کی طرف ترغیب دلائی، برائی سے منع کیا۔ عمدے دیئے، معزولیاں کیں اور شام تک حکومت کے کاموں میں مشغول رہا۔ اس کے بعد بخیر و خوبی دربار برخاست ہوا اور ہر شخص نے اپنی اپنی راہ لی۔

وہ دربار سے اٹھ کر محل میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا خسر سخت بیمار ہے۔ وہ سرہانے کھڑا تھا کہ اس نے کہا گھبرا مت۔ بادشاہ نے آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ اے حسن اس نے جواب دیا! اے میرے آقا، حاضر ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اب میری موت آگئی ہے۔ میں تیری بیوی اور ساس کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ خدا سے ڈریو، ماں باپ کے ساتھ نیکی کیجیو اور اسے نہ بھولیو کہ خدا نے عدل اور نیکی کا حکم دیا ہے۔ بادشاہ حسن نے کہا کہ سر و چشم۔

اس کے تین دن بعد پرانا بادشاہ فوت ہو گیا، خدا اس پر رحمت کرے! اس کی تجنیز

و تکفین کی گئی اور چالیس دن تک برابر قرآن خوانی ہوتی رہی۔ وزیر کا بیٹا، بادشاہ حسن بادشاہت میں مستقل ہو گیا، رعایا بہت خوش رہی، اس کے دن بڑی راحت میں گزرے۔ اس کا باپ میمنے کا بڑا وزیر رہا اور میسرے کے لئے اس نے ایک اور وزیر مقرر کیا، کاروبار اچھی طرح سے چلنے لگا اور اس نے بغداد میں ایک عرصے تک حکومت کی اور نہایت عیش و عشرت سے اپنے وقت گزارے یہاں تک کہ لذتوں کو ملیا میٹ اور صحبتوں کو درہم برہم کرنے والی موت آ پہنچی۔ پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ قائم رہتی ہے اور جس کے ہاتھ میں بنانا بگاڑنا ہے۔

○ حاجی اور بڑھیا

ایک حاجی جو حجاج کے قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا، کسی منزل پر اتنی دیر تک سوتا رہا کہ جب جاگا تو سب حاجی چل دیئے تھے۔ اب وہ اٹھ کر اکیلا روانہ ہوا اور غلط راستے پر پڑ گیا۔ قدم بڑھاتے ہوئے چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک خیمہ پڑا ہوا ہے، دروازے پر ایک بڑھیا بیٹھی ہے اور اس کے پاس ایک کتا پڑا سو رہا ہے۔ حاجی نے خیمے کے قریب پہنچ کر بڑھیا کو سلام کیا اور کھانا مانگا۔ بڑھیا نے کہا اس وادی میں جا کر جتنی تجھے ضرورت ہو سانپ شکار کر لا۔ میں انہیں تل کر تجھے کھلا دوں گی۔ حاجی نے کہا مجھ میں سانپوں کے مارنے کی ہمت نہیں اور نہ کبھی میں نے سانپ کھائے ہیں۔ بڑھیا بولی ڈرنے کی کیا بات ہے، میں خود تیرے ساتھ چل کر سانپ ماروں گی۔ یہ کہہ کر بڑھیا اس کے ساتھ چل کھڑی ہوئی اور کتا ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ بڑھیا نے ضرورت کے موافق سانپ مارے انہیں تلنے لگی۔ حاجی نے دیکھا کہ بے کھائے مفر نہیں، بھوک اور کمزوری سے بے حال تھا۔ چنانچہ اس نے سانپوں کا گوشت کھایا۔ پھر اسے پیاس لگی اور بڑھیا سے پانی مانگا۔ بڑھیا نے کہا وہ کیا تیرے سامنے کنواں ہے۔ اٹھ اور پانی پی لے۔ وہ کنوئیں پر گیا، چکھا تو پانی کھاری، مگر پیاس اتنی شدت

کی تھی کہ باوجود کھاری ہونے کے اس نے پانی پیا، پی کر بڑھیا کے پاس آیا اور کہنے لگا اے بڑھیا، مجھے تجھ پر تعجب آتا ہے کہ تو نے اس جگہ آ کر قیام کیا ہے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چار سو پینتیس ویں رات

جب چار سو پینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- حاجی نے بڑھیا سے کہا، مجھے تعجب ہے کہ تو اس جگہ آ کر ٹھہری ہے اور اس قسم کا تیرا کھانا پینا ہے۔ بڑھیا بولی، اور تمہارا ملک کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں بڑے بڑے مکان ہیں، عجیب و غریب لذیذ پھل، کثرت سے میٹھا پانی، عمدہ عمدہ کھانے، چربی دار گوشت، بے شمار بھیڑ بکریاں اور طرح طرح کی نفیس چیزیں، جن کی نظیر سوائے جنت کے جس کا ذکر خدا نے اپنے نیک بندوں کے لئے کیا ہے، کہیں اور نہیں پائی جاتیں۔ بڑھیا کہنے لگی میں نے مانا، لیکن یہ بتا کہ تمہارے اوپر کوئی بادشاہ بھی ہے جو تم پر حکمرانی کرتا ہے اور ظلم و جور سے پیش آتا ہے اور تم اس کے محکوم ہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص جرم کرتا ہے تو وہ تمہارا مال چھین لیتا ہے، جب وہ چاہتا ہے تمہیں گھر سے نکال کر باہر کرتا ہے اور بیخ و بنیاد سے تباہ کر دیتا ہے۔ اس شخص نے کہا ایسا تو ضرور ہوتا ہے۔ بڑھیا نے کہا تو پھر اس کے ظلم و ستم کے ساتھ اچھے اچھے کھانے، عیش و عشرت اور لذیذ نعمتیں مسلک زہر ہیں اور ہماری غزا امن و امان کے ساتھ فائدہ مند تریاق۔ کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ اسلام کے بعد سب سے بڑی نعمت تندرستی اور امن ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب بادشاہ جو زمین پر خدا کا نائب ہے اور عادل ہو اور اچھی سیاست سے کام لے۔ پرانے سلاطین چاہتے تھے کہ ان کی ہیبت بس اتنی ہو کہ رعیت اسے دیکھ کر ڈرے۔ آج کل کے بادشاہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی سیاست زبردست ہو اور ان کا خوف مکمل۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اب پہلے سے آدمی نہ رہے اور ہمارے زمانے میں بری عادتیں اور برائیاں پھیل گئی ہیں کیونکہ رذالت اور سخت دلی کا دور دورہ ہے۔ بغض اور کینہ عام ہے۔ جب بادشاہ جو خدا کا سایہ

ہے، رعایا کے حق میں کمزور ہو یا اس میں سیاست اور ہیبت نہ ہو تو ملک ضرور تباہ ہو جائے گا۔ بزرگوں کا قول ہے کہ بادشاہ کا ظلم و ستم سو سال تک رہتا ہے اور رعایا کا ایک دوسرے پر فقط ایک سال۔ جس وقت رعایا میں جور و ستم کی زیادتی ہو جاتی ہے تو خدا ان پر ایک زبردست اور ظالم بادشاہ مامور کرتا ہے۔ تاریخ میں ہے کہ کسی شخص نے حجاج بن یوسف کے پاس ایک کہانی بھیجی جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ خدا سے ڈر اور خدا کے بندوں پر اتنا ظلم نہ کر۔ یہ کہانی پڑھ کر وہ منبر پر چڑھا۔ وہ فصیح تو تھا ہی اس نے کہنا شروع کیا۔ ”اے لوگو! خدا نے تمہارے اعمال کی وجہ سے مجھے تم مامور کیا ہے۔“

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو چھتیس ویں رات

جب چار سو چھتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- حجاج نے کہا کہ خدا نے تمہارے اعمال کی وجہ سے مجھے تم پر مامور کیا ہے۔ اگر میں مر بھی جاؤں تو تم اپنے برے اعمال کے سبب جور سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ خدا نے میری طرح بہت سے لوگ پیدا کئے ہیں، اگر میں نہ ہوا تو مجھ سے زیادہ جور و ستم کرنے والا ظالم اور طاقتور دوسرا آ جائے گا۔ جور سے لوگ ڈرتے ہیں اور عدل ہر چیز کی اصلاح کر دیتا ہے، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری اصلاح کرے!

○ تاجر ابوالحسن اور کنیر تودو کی کہانی

بغداد میں ایک شخص رہتا تھا جو بڑا با عزت، مالدار اور صاحب املاک تھا۔ اس کی بہت بڑی تجارت تھی، دنیا کی تمام چیزیں اس کے پاس موجود تھیں لیکن اولاد کی طرف سے نامراد تھا۔ نہ لڑکی نہ لڑکا۔ اس کی عمر زیادہ ہو گئی، ہڈیاں کمزور پڑ گئیں۔ کمر جھک گئی، نقاہت اور غم نے زور پکڑا تو اسے یہ ڈر ہوا کہ اگر کوئی اولاد نہ ہوئی جو میری وارث بنے اور جس سے میری یاد قائم رہے تو میرا سارا مال اور جائیداد ضائع ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ خدا کے آگے گڑگڑانے لگا! دن میں رونہ رکھتا، راتوں کو نمازیں پڑھتا، نذریں نیازیں مانتا، نیک بندوں کی زیارت کرتا اور خدا کے سامنے بڑی تضرع و زاری کرتا۔ آخر خدا نے اس کی التجا سن لی اور دعا قبول کر لی اور اس کی تضرع و زاری پر رحم کھایا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ اپنی بیویوں میں سے ایک سے ہم بستر ہوا اور فوراً اسی رات حمل بہ گیا۔ جب حمل کی مدت پوری ہوئی اور بچہ پیدا ہوا تو

وہ لڑکا تھا اور ایسا حسین جیسے چاند کا ٹکڑا۔ خدا کی شکر گزاری میں اس نے نذریں پوری کیں، خیراتیں کیں، غریبوں، یتیموں کو پوشاکیں پہنائیں اور پیدائش کے ساتویں دن اس کا نام ابو الحسن رکھا۔ دودھ پلایوں نے اسے دودھ پلایا، کھلایوں نے کھلایا، غلاموں اور

نوکروں چاکروں نے کندھوں پر بٹھایا یہاں تک کہ وہ پل بڑھ کر جوان ہوا۔ قرآن اور اسلام کے فرائض، دین کے احکام، خوش خطی، شعر، حساب، تیر اندازی سیکھی اور اپنے زمانے میں یکتا، اور فرد ہو گیا۔ اس کا چہرہ ملیح تھا، زبان فصیح، قد سڈول، چال آن بان والی، رخسار سرخ، ماتھا چمک دار اور خط سبز۔

ایک مدت تک وہ اسی طرح اپنے باپ کے ساتھ خوش و خرم رہا۔ باپ کی آنکھیں بھی ٹھنڈی رہیں یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گیا۔ ایک دن باپ نے اسے اپنے پاس بلا کر کہا بیٹا! اب میری زندگی ختم ہو گئی ہے، موت کے دن قریب آ گئے ہیں، خدا کے دیدار

کے سوا اور کوئی حسرت باقی نہیں رہی۔ میں تیرے لئے اتنا کچھ چھوڑے جاتا ہوں جو کئی پشتوں تک تیرے لئے کافی ہو گا یعنی مال و دولت، جاگیریں، املاک اور باغ۔ مگر بیٹا! اس ترکے میں خدا سے ڈرتا رہو اور اسی کی پیروی کیجیو جو تیری بھلائی چاہے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ بیمار ہوا اور مر گیا۔ بیٹے نے اس کی تجہیز و تکفین نہایت عمدہ طریقے سے کی اور اسے دفن کر کے گھر آیا۔ دن رات سوگ میں بیٹھا رہتا۔ دوست آشناؤں نے آ کر کہنا شروع کیا کہ جس نے تجھ جیسا بیٹا چھوڑا اسے مردہ نہ سمجھنا چاہیے۔ پھر جو مر گیا وہ مر گیا۔ اس سے زیادہ سوگ تو محض پردہ نشین لڑکیوں اور عورتوں کے لئے ہے۔ وہ اس قدر اس کے پیچھے پڑے رہے کہ بالآخر وہ

حمام گیا اور انہوں نے مل جل کر اس کا غم غلط کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو سینتیس ویں رات

چار سو سینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب خواجہ کے بیٹے ابو الحسن کو اس کے دوست حمام لے گئے اور اس کا غم غلط کیا تو اس نے باپ کی نصیحت بھلا دی۔ مال کی زیادتی کے سبب بے فکر ہو گیا۔ یہ سمجھا کہ زمانہ اس کے لئے ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے گا اور دولت میں زوال نہیں آ سکتا۔ بے کھٹکے اس نے کھانا پینا، مزے اڑانا، بخششیں کرنا اور سونا چاندی لٹانا شروع کر دیا۔ دن رات مرغیاں کھاتا، بوتلیں کھولتا، صراحیوں کے قہقہے اور رنڈیوں کے چہچہے سنتا۔ یہی اس کا شغل تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ گھر خالی ہو کر اس میں چوہے فلا بانیاں کھانے لگے۔ جو کچھ پاس تھا ختم ہو گیا، محض ایک کنیر باقی رہ گئی جو اسے باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ یہ کنیر حسن و جمال، تازگی و شگفتگی اور قد و قامت میں لاجوب اور فنون و آداب میں یکتا تھی۔ زمانے میں اس کا جوڑ نہ تھا، دل ربائی میں لاجواب، علم و عمل میں تمام حسینوں سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ قد میانہ، بھومیں ملی ہوئیں جیسے شعبان کا چاند، آنکھیں غزال کی طرح، ناک جیسے تلوار کی دھار، رخسار شقائق النعمان، منہ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی، دانت موتیوں کی لڑی۔ ناف ایسی کہ اس میں آدھ سیر تیل آ جائے، کمر عاشق کے بدن سے زیادہ پتلی، کولہے ریت کے تودوں سے زیادہ بھاری۔ عورت کیا چودھویں کا چاند تھا یا چوکرٹیاں بھرتا غزال، عمر نو دس سال کی، چاند اور سورج دونوں اس کے آگے مات تھے۔ رنگ صاف، خوشبو سے مہکتی ہوئی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ نور سے پیدا کی گئی ہے اور بلور سے بنائی گئی ہے۔ رخسار گلابی، بدن سانچے میں ڈھلا ہوا۔ جو اسے دیکھتا ہکا بکا ہو کر رہ جاتا اور اس کی مسکراہٹ پر سو جان سے مرنے لگتا۔ وہ دیکھنے والوں پر اپنی نظروں کے تیر چلاتی۔ ساتھ ہی وہ بڑی فصیح اور منتظم تھی۔ جب

ابوالحسن کی ساری دولت ختم اور حالت ناگفتہ بہ ہو گئی اور اس کنیز کے سوا اس کے پاس کچھ نہ رہا اور تین دن تک نہ اس نے کھایا نہ پیا تو کنیز نے اس سے کہا کہ اے میرے آقا مجھے امیر المومنین ہاروں الرشید کے پاس لے چل۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو اڑتیس ویں رات

جب چار سو اڑتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے اپنے آپ سے کہا اے میرے آقا مجھے ہارون الرشید کے پاس لے چل جو بنی عباس کا پانچواں خلیفہ ہے اور اس سے دس ہزار دینار میری قیمت مانگ۔ اگر وہ کہے کہ میں ان دامنوں میں مہنگی ہوں تو اس سے کہیو کہ امیر المومنین میری کنیز کی قیمت تو اس سے کہیں زیادہ ہے، اگر تو اس کا امتحان کرے گا تو اس کی قدر و قیمت تجھ پر کھل جائے گی۔ ایسی بے نظیر کنیز تیرے سوا کسی اور کے قابل نہیں۔ پھر اس نے مکرر کہا کہ اے میرے آقا جو قیمت میں نے کہی ہے خبر دار اس سے کم میں نہ بیچپیو کیونکہ میرے مقابلے میں یہ بھی کم ہے۔ ابو الحسن کو کنیز کی قدر و قیمت کا بالکل اندازہ نہ تھا۔ اسے مطلق خبر نہ تھی کہ یہ کنیز ایسی ہے جس کا دنیا میں جواب نہیں۔ قصہ مختصر وہ اسے ہارون الرشید کے پاس لے گیا اور پیش کر کے وہ باتیں عرض کیں جو کنیز نے اس سے کہی تھیں۔ خلیفہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام تودو ہے۔ خلیفہ نے کہا، اے تودو تو کن کن علوم سے بخوبی واقف ہے؟ اس نے عرض کیا اے میرے آقا میں نحو، شعر، فقہ، تفسیر اور لغت سے واقف ہوں اور موسیقی، علم الفرائض، ریاضی، مساحت اور تاریخ میں مجھے کافی دستگاہ ہے۔ قرآن پر بھی مجھے آگاہی حاصل ہے۔ میں نے ساتوں قرأتیں پڑھی ہیں۔ سورتوں، آیتوں، حزبوں، نصفوں، رباعوں، ثمنوں، عشروں اور سجدوں کا شمار معلوم ہے حتیٰ کہ حرفوں کا بھی، اور یہ بھی جانتی ہوں کہ کون سی سورتیں منیٰ، کون سی مکی ہیں اور ان کے نزول کا کیا سبب ہے۔ حدیث پر بھی مجھے وراثت اور روایت عبور ہے اور اس پر بھی کہ کون سی مسند اور کون سی مرسل ہیں۔ ریاضی، ہندسہ، فلسفہ، حکمت، منطق، اور معانی و بیان میں بھی میں کامل ہوں۔ علاوہ ان کے اور بہت سے علوم مجھے اذیر ہیں شعرو شاعری سے مجھے خاص تعلق ہے میں ساز

بجاتی ہوں، اس کے نغموں کے مقاموں، تاروں کے حرکات و سکنات کے موقعوں سے مجھے بخوبی واقفیت ہے۔ اگر میں گاؤں اور ناچوں تو فتنہ برپا کر دوں، اگر میں بناؤ سنگھار کروں تو قتل عام ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ میں تمام علوم و فنون میں اس درجے تک کمال رکھتی ہوں جو ان کے ماہرین کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اس کی باتیں سنیں تو حیرت میں آ گیا کہ اس کم سنی میں اسے اتنا کچھ آتا ہے اور اس کی شیریں کلامی دیکھ کر وہ اس کے آقا ابو الحسن کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، میں ایک شخص کو بلاتا ہوں جو اس کنیز سے ان تمام چیزوں میں مناظرہ کرے گا جن کا دعویٰ اس نے کیا ہے۔ اگر وہ صحیح جواب دے تو میں تیری منہ مانگی قیمت تجھے دے دوں گا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اگر وہ جواب نہ دے سکی تو پھر تو ہی اس کا آقا رہے گا۔

ابو الحسن رضا مند ہو گیا۔ امیر المومنین نے بھرے کے عامل کو خط لکھا کہ ابراہیم بن سيار النظام کو میرے پاس بھیج دے۔ یہ شخص حجت اور بلاغت، شعر اور منطق میں بے نظیر تھا۔ جب وہ آیا تو خلیفہ نے اس سے کہا کہ قاریوں، عالموں، طبیبوں، منجموں، حکیموں، مہندسوں اور فلسفیوں کو حاضر کر۔ ابراہیم سب سے بڑھ کر عالم تھا، تھوڑی ہی مدت میں سب کے سب دارالخلافہ میں آ گئے۔ کسی کو اس طلبی کا سبب معلوم نہ تھا۔ امیر المومنین نے ان سب کو اپنی مجلس میں طلب کیا اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو اس نے حکم دیا کہ کنیز تودو کو بلایا جائے۔ جب وہ آئی تو اس نے اپنی نقاب اٹھا دی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ کوئی تارا چمک رہا ہے۔ اس کے لئے سونے کی کرسی بچھائی گئی اور وہ سلام کر کے بیٹھ گئی اور نہایت شیریں کلامی سے اس نے کہا کہ اے امیر المومنین، جتنے عالم، قاری، طبیب، منجم، حکیم، مہندس اور فلسفی یہاں موجود ہیں، انہیں حکم دے کہ مجھ سے مناظرہ کریں۔

امیر المومنین نے ان لوگوں سے کہا، میں چاہتا ہوں کہ تم اس کنیز سے دین کے متعلق مناظرہ کرو اور جن چیزوں میں اس کا دعویٰ ہے اس کی دلیلیں کاٹو۔ انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین، خدا کا اور تیرا حکم سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد کنیز نے سر نیچا کر کے کہا کہ تم میں سے کون فقیہ، عالم، قاری، محدث ہے؟ ایک نے جواب دیا کہ جیسے شخص کو تو چاہتی ہے میں ہوں۔ کنیز نے کہا کہ پوچھ جو تو پوچھنا چاہتا ہے۔ وہ بولا کیا تو نے خدا کی پاک کتاب پڑھی ہے تجھے ناسخ و منسوخ کا علم ہے اور اس کی آیتوں اور حرفوں پر غور کیا ہے؟ کنیز نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا پہلے میں فرضوں اور سنتوں کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ بتا اے کنیز، یہ کیا ہیں اور تیرا رب کون ہے، نبی کون، امام کون، قبلہ کیا، بھائی کون، طریقہ کیا، اور کیا راستہ؟ کنیز نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے، میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرا امام قرآن، میرا قبلہ کعبہ، میرے بھائی مسلمان، میرا طریقہ بھلائی اور میرا راستہ سنت۔ خلیفہ کو اس کی باتیں سن کر بڑا تعجب ہوا کہ یہ کم سنی اور یہ فصاحت! اب اس شخص نے کہا اے کنیز، بتا کہ تو نے خدا کو کیونکر پہچانا؟ اس نے جواب دیا عقل سے۔ اس نے کہا کہ عقل کیا چیز ہے؟ کنیز نے جواب دیا کہ عقل دو طرح کی ہے، ایک فطری اور دوسری اکتسابی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو انتالیس ویں رات

جب چار سو انتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے کہا کہ عقل دو طرح کی ہے، ایک فطری اور دوسری اکتسابی۔ فطری وہ ہے جو خدا نے پیدا کی ہے اور جس سے جس بندے کو وہ چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اکتسابی وہ ہے جو انسان اپنی تعلیم و تربیت سے حاصل کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا شبلاش! اب اس نے پوچھا کہ عقل کہاں ہوتی ہے؟ کنیز نے جواب دیا خدا اسے دل میں ڈالتا ہے اور اس کی شعاعیں دماغ میں جا کر جاگزیں ہوتی ہیں۔ اس نے کہا شبلاش! اب اس نے پوچھا کہ تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچانا؟ کنیز نے جواب دیا قرآن پڑھنے سے اور نشانیوں سے، دلیلوں سے، حجتوں سے اور معجزوں سے۔ اس نے کہا شبلاش! پھر اس نے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے؟ کنیز نے جواب دیا کہ فرض تو پانچ ہیں۔

اول اس بات کا اقرار کہ ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبد و رسولہ“ دوسرے نماز، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے رمضان کے روزے رکھنا اور پانچواں خدا کے پاک گھر کا حج کرنا۔ ان لوگوں کے لئے جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ رہیں قائم رہنے والی سنتیں، ان کی تعداد چار ہے۔ رات اور دن، سورج اور چاند، یہی بنیاد ہیں عمر اور امیدوں کی۔ اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ ایمان کے شعائر کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا نماز اور زکوٰۃ رونہ اور حج، جہاد اور حرام سے بچنا۔ اس شخص نے کہا شبلاش! اب بتا کہ تو کس چیز کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑی ہوتی ہے؟ کنیز نے جواب دیا اس نیت کے ساتھ کہ میں بندہ ہوں اور خدا کی ربوبیت کا اقرار کرتی ہوں۔ اس نے کہا کہ اب بتا کہ نماز پڑھنے سے پہلے خدا نے کیا کیا چیزیں فرض کی ہیں؟ کنیز نے کہا کہ طہارت، شرم گاہ کا ڈھانکنا، ناپاک کپڑوں کا نہ پہننا، پاک جگہ پر کھڑا ہونا، قبلہ

کی طرف منہ کرنا، قیام نیت اور تکبیر، اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ جب تو گھر سے نماز کے لئے جاتی ہے تو کیا نیت کرتی ہے؟ کنیز نے کہا کہ عبادت کی نیت۔ اس نے پوچھا اور مسجد میں کس نیت سے داخل ہوتی ہے؟ کنیز نے کہا خدمت کی نیت سے۔ اس نے کہا کہ قبلہ رو کیوں ہوتی ہے؟ کنیز نے کہا کہ تین فرضوں اور ایک سنت کی وجہ سے۔ اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ نماز کی ابتدا کیا ہے اور تحلیل و تحریم کسے کہتے ہیں؟ کنیز نے کہا کہ ابتدا طہارت ہے، تحریم، تکبیر اور تحلیل سلام پھیرنا۔ اس نے کہا کہ نماز کے ترک کرنے والے پر کیا واجب آتا ہے؟ کنیز نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر کسی عذر کے نماز ترک کی، اس کے لئے اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو چالیس ویں رات

چار سو چالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے حدیث بیان کی تو اس فقیہ نے کہا کہ شلباش! اب بتا کہ نماز ہے کیا؟ کنیز نے کہا کہ نماز بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان ایک لڑی ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں: قلب کی روشنی، چہرے کی رونق، خدا کی خوشنودی، شیطان کی ناراضگی، بلا کا دور ہونا، دشمنوں کے شر سے بچا رہنا، رحمت کا زیادہ ہونا، عذاب سے محفوظ رہنا بندے کا اپنے مولیٰ سے تقرب، بری اور فحش باتوں سے دوری۔ نماز ہر ایک پر فرض کی گئی ہے اور وہ دین کی پشت و پناہ ہے۔ اس نے کہا شلباش! اب بتا کہ نماز کی کنجی کیا ہے؟ کنیز نے کہا وضو۔ اس نے کہا وضو کی کنجی؟ کنیز نے کہا خدا کا نام لینا۔ اس نے پوچھا اور خدا کے نام لینے کی کنجی؟ کنیز نے کہا یقین۔ اس نے پوچھا اور یقین کی کنجی؟ کنیز نے کہا توکل۔ اس نے پوچھا توکل کی کنجی؟ کنیز نے کہا امید۔ اس نے کہا امید کی کنجی؟ کنیز نے کہا طاعت؟ اس نے پوچھا طاعت کی کنجی؟ کنیز نے کہا خدا کی وحدانیت کا اعتراف اور اس کی ربوبیت کا اقرار۔ اس نے کہا شلباش! اب بتا کہ وضو میں کتنے فرض ہیں؟ کنیز نے کہا کہ امام شافعی محمد بن ادیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی رو سے چھ ہیں: منہ دھونے کے وقت نیت کرنا، منہ دھونا، دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا، سر کے ایک حصے کا مسح کرنا۔ دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا اور ترتیب۔ اور سنتیں دس ہیں: بسم اللہ پڑھنا اور برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہتھیلیوں کا دھونا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سارے سر کا مسح کرنا، نئے پانی سے کانوں کے اندر اور باہر مسح کرنا۔ گھنی داڑھی میں خلال کرنا، ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔ دہنی طرف کو بائیں پر مقدم کرنا اور ہر عضو کا تین بار دھونا

اور پے در پے وضو کرنا۔ جب وضو ختم کر چکے تو یہ پڑھے: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ
 وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبده و رسولہ“ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی
 من المتطہرین سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک....“
 حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی وضو کے بعد یہ دعا پڑھے اس کے لئے جنت
 کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس دروازے سے اس کا جی چاہے داخل ہو۔
 اس نے کہا: شاباش۔

اس شخص نے کہا کہ جب انسان وضو کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پاس فرشتے اور شیاطین
 کس طرح آتے ہیں؟ کنیز نے کہا کہ جب انسان وضو کی تیاری کرتا ہے تو دہنی طرف
 سے فرشتے اور بائیں طرف سے شیاطین اس کے پاس سے بھاگ جاتے ہیں اور فرشتے
 اس کے اوپر ایک نور کا خیمہ لگاتے ہیں جس میں چار طنائیں ہوتی ہیں اور ہر طناب کے
 ساتھ ایک فرشتہ جو اس وقت تک خدا کی تسبیح بیان کرتا اور بندے کے لئے مغفرت
 کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ چپ رہے یا ذکر کرتا رہے اور اگر اس نے وضو سے
 پہلے خدا کا ذکر کیا اور وضو کرتے وقت چپ نہ رہا تو اس پر شیاطین قبضہ کر لیتے ہیں،
 فرشتے لوٹ جاتے ہیں اور شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے
 شک پیدا ہو جاتا ہے اور وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ اچھا وضو شیطان کو بھگاتا اور بادشاہ کے ظلم سے بچاتا ہے، اور یہ بھی ارشاد
 کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بے وضو ہو اور اس پر کوئی بلا نازل ہو تو اسے چاہیے کہ
 محض اپنے آپ کو ملامت کرے۔ فقیہ نے کہا شاباش! اب یہ بتا کہ نیند سے اٹھ کر
 کیا کرنا چاہیے؟ کنیز نے کہا کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار انہیں دھونا
 چاہیے۔ فقیہ نے کہا شاباش! اب غسل کے فرائض اور سنتیں بیان کر۔ کنیز نے کہا
 کہ غسل کے فرائض یہ ہیں: نیت اور سارے جسم پر بال اور کھال سمیت پانی پہنچانا اور
 سنتیں: پہلے وضو کرنا، بدن ملنا اور بالوں میں خلال کرنا اور پاؤں دھونے میں تاخیر کرنا،

ایک قول کے مطابق غسل کے بعد تک۔ فقیہ نے کہا شاباش!
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• چار سو اکتالیس ویں رات

جب چار سو اکتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- فقیہ نے کہا کہ شاباش! اب بتا کہ تیمیم کس وقت کیا جاتا ہے اور اس میں کیا فرض ہے اور کیا سنت؟ کنیز نے کہا کہ تیمیم گے سبب سات ہیں: پانی کا ناپید ہونا، خوف، پانی کی ضرورت، اس کا سفر کے سامان گم ہو جانا، مرض، پٹی، زخم۔

اس کے فرائض چار ہیں: نیت اور مٹی منہ پر ہاتھ سے ملنا اور دونوں ہاتھوں پر۔ اس کی سنتیں: بسم اللہ پڑھنا اور دہنی طرف کو بائیں طرف پر مقدم کرنا۔ فقیہ نے کہا کہ شاباش! اب بتا کہ نماز کی شرائط اور اس کے ارکان اور سنتیں کیا ہیں؟ کنیز نے کہا کہ شرائط پانچ ہیں: اعضا کی پاکی، شرم گاہ کا ڈھانکنا، وقت کا ہونا، خواہ یقین یا گمان کے ساتھ، قبلہ رو ہونا اور پاک جگہ پر کھڑا ہونا۔ فاتحہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اور امام شافعی کے مذہب کی رو سے ایک آیت پڑھنا۔ اطمینان کے ساتھ رکوع کرنا، اطمینان کے ساتھ کھڑا ہونا۔ اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا۔ اطمینان کے ساتھ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، آخری تشہد کے لئے بیٹھنا۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، پہلا سلام اور ایک قول کے موافق نماز ختم کرنے کی نیت۔

نماز کی سنتیں یہ ہیں: اذان، اقامت، دونوں ہاتھ اٹھانا۔ نیت کرتے وقت افتتاحی دعا، اعوذ باللہ پڑھنا، آمین کہنا۔ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا، ایک حالت سے دوسری پر جاتے وقت اللہ اکبر کہنا، سمع اللہ لمن حمد و ربنا لک الحمد کہنا، بعض چیزیں زور سے پڑھنا اور بعض آہستگی سے، پہلا تشہد اور اس کے لئے بیٹھنا، دوسرے تشہد اور تسلیم کے وقت رسول

اللہ پر درود بھیجنا اور ان کی اولاد پر درود بھیجنا۔ فقیہ نے کہا کہ شاباش! اب یہ بتا کہ زکوٰۃ کن کن چیزوں میں واجب آتی ہے؟ کنیز نے کہا سونے، چاندی، اونٹوں، بھیڑوں،

بکریوں گائے بیلوں گہیوں جو باجرے اور آٹے پھلیوں چنوں چاولوں کشمشوں اور چھواریوں میں۔ فقیہ نے کہا شبلاش! اب فقیہ نے پوچھا کہ کتنے سونے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ کنیز نے کہا کہ بیس مثقال سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ جب بیس پورے ہو جائیں تو اس پر آدھا مثقال اور اسی حساب سے اس سے زیادہ پر۔ فقیہ نے کہا کہ کس قدر چاندی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ کنیز نے کہا کہ دو سو درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ اگر دو سو پورے ہو جائیں تو پانچ درہم اور اسی حساب سے اس سے زیادہ پر۔ فقیہ نے کہا کہ شبلاش! اب یہ بتا کہ اونٹوں میں کتنے پر واجب ہے؟ کنیز نے کہا پانچ سے پچیس اونٹوں تک ایک گاہن اونٹنی۔ فقیہ نے کہا شبلاش! اب یہ بتا کہ کتنی بھیروں پر زکوٰۃ واجب آتی ہے؟ کنیز نے کہا پوری چالیس پر ایک بھیر۔ اس نے کہا شبلاش! اب روزے اور اس کے فرائض کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے کہا روزے میں فرض یہ ہیں: نیت اور کھانے پینے جماع اور عمداً قے کرنے سے بچنا۔ رونہ ہر بالغ عاقل پر واجب ہے جو حیض و نفاس سے پاک ہو اور رونہ اس وقت فرض ہوتا ہے جب چاند دکھائی دے یا ایسا شخص گواہی دے جس کی سچائی پر اعتماد ہو واجب رات کے وقت نیت کرنا ہے۔ سنت: افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا اور سوائے اچھی باتوں کے زبان پر نہ لانا خدا کی یاد اور قرآن کی تلاوت۔ فقیہ نے کہا شبلاش! اب وہ چیزیں بتا جن سے رونہ نہیں ٹوٹتا۔ کنیز نے کہا کہ تیل اور سرمہ لگانا راہ کی گرد اور تھوک ٹگنا۔ احتلام سے منی کا خارج ہونا اور غیر عورت کی طرف دیکھنا فصد کھولنا اور سینگی لگوانا۔ ان تمام باتوں سے رونہ نہیں ٹوٹتا۔ فقیہ نے کہا کہ شبلاش! اب عیدین کی نماز کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا دو رکعتیں بغیر اذان اور اقامت کے لیکن نماز جماعت

سے ہونی چاہیے۔ پہلی رکعت میں علاوہ احرامی تکبیر کے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں علاوہ قیام کی تکبیر کے پانچ تکبیریں ہیں یہ ہے امام شافعی کا مذہب پھر تشدد اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• چار سو بیالیس ویں رات

چار سو بیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے فقیہ سے عیدین کی نماز کے متعلق بیان کیا تو اس نے کہا شاباش! اب سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے کہا کہ دو دو رکعتیں بغیر

اذان اور اقامت کے، ہر رکعت میں دو قیام، دو رکوع، دو سجدے، دو جلسے، دو تشہد اور دو سلام۔ فقیہ نے کہا شاباش! اب بارش طلب کرنے کی نماز کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا بغیر اذان اور اقامت کے، مگر تشہد پڑھا جائے اور سلام پھیرا جائے اور جس طرح عیدین کے خطبے میں تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اس میں خدا سے استغفار کیا جاتا ہے اور چادر الٹ کر اوڑھی جاتی ہے۔ اس طرح سے کہ نیچے کا حصہ اوپر، اوپر کا نیچے اور دعا مانگی اور تضرع و زاری کی جاتی ہے۔ فقیہ نے کہا شاباش! اب وتر کی نماز کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیاہ رکعتیں - اس

نے کہا شاباش! اور چاشت کی نماز کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا کم از دو اور زیادہ سے زیادہ باہ۔ وہ بولا شاباش! اچھا اعتکاف کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا وہ سنت ہے۔ پوچھا اس کی شرط کیا ہے؟ کنیز نے کہا کہ نیت اور یہ کہ معتکف بغیر ضرورت کے مسجد سے نہ نکلے۔ نہ عورتوں سے ہم بستر ہو، روزے رکھے اور بات چیت کرنا بند کر دے۔ اس نے کہا کہ شاباش! اب بتا کہ حج کب واجب ہوتا ہے؟ کنیز نے کہا بالغ اور عاقل مسلمان پر بشرطیکہ اسے استطاعت ہو اور وہ عمر میں ایک بار مرنے سے پہلے فرض ہے۔ اس نے پوچھا کہ حج کے فرائض کیا ہیں؟ کنیز نے کہا احرام اور عرفہ میں ٹھہرنا، طواف اور دوڑنا، سر منڈوانا اور بال کتروانا۔ اس نے پوچھا کہ عمرے کے

فرائض کیا ہیں؟ کنیز نے کہا احرام طواف اور دوڑنا۔ پوچھا کہ احرام میں کیا کیا چیزیں فرض ہیں؟ کنیز نے کہا سلعے ہوئے کپڑے نہ پہننا، نہ عطر لگانا، نہ سر منڈوانا، نہ ناخن کاٹنا، نہ شکار کرنا، نہ مجامعت کرنا۔ اس نے پوچھا حج میں سنتیں کیا کیا ہیں کنیز نے کہا لبیک کہنا، قدم کا طواف، وداع، مزدلفہ اور منی میں رات گزارنا اور کنکریاں پھینکنا۔ اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ جہاد کیا ہے اور اس کے ارکان کیا ہیں؟ کنیز نے کہا ارکان یہ ہیں: کفار کا ہم پر حملہ کرنا، امام کا موجود ہونا، تیاری اور لڑائی کے وقت ثابت قدمی جہاد میں سنت ہے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کرنا کیونکہ خدا فرماتا ہے: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مومنوں کو جنگ پر آمادہ کر۔ اس نے کہا شبلاش! اب بیچ کے فرض اور سنتیں بیان کر۔ کنیز نے کہا کہ فرض یہ ہیں: ایجاب اور قبول، اور یہ کہ بیچنے والا جو چیز بیچے وہ اس کی ملکیت ہو، وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہو اور وہ تسلیم کی جاسکے۔ بیاج نہ لینا۔ اور سنتیں یہ ہیں: اقالہ اور اختیار قبل اس کے کہ دونوں جدا ہوں۔ وہ بولا شبلاش! اب وہ چیزیں بتا جو ایک دوسرے کے عوض میں نہیں دی جاسکتیں۔ کنیز نے کہا کہ اس کے متعلق مجھے ایک حدیث یاد ہے جو نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نے منع کیا کہ چھوڑے کھجوروں کے بدلے نہ بیچے جائیں نہ تر انجیر خشک انجیر کے بدلے۔ نہ سوکھا گوشت تازے گوشت کے بدلے، نہ مکھن چربی کے بدلے، غرض کہ تمام ایسی کھانے کی اشیاء جو ایک ہی قسم کی ہوں۔

فقہ نے اس کی باتیں سنیں تو سمجھ گیا کہ وہ بڑی ذکی فطیس ہے اور فقہ حدیث اور تفسیر وغیرہ کی عالم ہے۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب مجھے کوئی چال چلنی چاہیے تاکہ میں اسے امیر المومنین کی مجلس میں نیچا دکھاؤں۔

یہ سوچ کر اس نے کہا کہ اے کنیز، لغت میں وضو کے کیا معنی ہیں؟ کنیز نے کہا: لغت میں وضو کے معنی ہیں صفائی اور گندگی کے دور ہونے کے۔ فقہ نے کہا کہ لغت

میں صلّوہ کے کیا معنی ہیں؟ کنیز نے کہا کہ نیکی کی دعا کرنا۔ اس نے پوچھا اور غسل کے معنی؟ کنیز نے کہا پاک کرنا۔ اس نے پوچھا صوم کے معنی؟ کنیز نے کہا: روکنا۔ اس نے پوچھا اور زکوٰۃ کے معنی؟ کنیز نے کہا: زیادتی۔ اس نے پوچھا: حج؟ کنیز نے کہا: جانا۔ اس نے پوچھا: جماد؟ کنیز نے کہا: دفع کرنا۔ اب فقیہ کی ساری لن ترانیاں ختم ہو گئیں۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو تینتالیس ویں رات

چار سو تینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب فقیہ کی ساری دلیلیں ختم ہو گئیں تو وہ اٹھ کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین، میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ کنیز فقہ میں مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ کنیز بولی میں تجھ سے ایک بات پوچھتی ہوں اور اگر تو اس کا جواب دے سکتا ہے تو جلد دے۔ اس نے کہا پوچھ۔ کنیز نے کہا کہ دین کے ستون کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ دس: پہلا شہادت اور وہ ملت ہے، دوسرا نماز اور وہ فطرت ہے، تیسرا زکوٰۃ اور وہ طہارت ہے، چوتھا رونہ اور وہ حفاظت ہے، پانچواں حج اور وہ شریعت ہے، چھٹا جہاد اور وہ کفایت ہے، ساتواں اور آٹھواں نیکی کی ترغیب دینا اور بدی سے منع کرنا اور غیرت ہے، نواں جماعت اور وہ الفت ہے، دسواں علم حاصل کرنا اور وہ عمدہ طریقہ ہے۔ کنیز نے کہا: شاباش اب ایک مسئلہ باقی ہے۔ اسلام کے اصول کیا ہیں؟ اس نے کہا چار: عقد کی صحت، ارادے کی سچائی، حدود کی حفاظت اور وعدہ وفا۔

کنیز نے کہا ایک مسئلہ اور باقی ہے اور اگر تو نے جواب دیا تو خیر ورنہ میں تیرے کپڑے اتار لوں گی۔ اس نے کہا کہ اے کنیز۔ کنیز نے پوچھا کہ اسلام کے فروع کیا ہیں؟ فقیہ تھوڑی دیر چپ رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ کنیز نے کہا کہ اپنی عبا اتار ڈال، میں انہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہوں۔ امیر المومنین نے کہا تو تفصیل کے ساتھ بیان کر، میں اس کے کپڑے اتار کر تجھے دوں گا۔ کنیز نے کہا، وہ باتیں ہیں ----- قرآن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا، رسول اللہ کی اقتدا، تکلیف نہ پہنچانا، حلال کھانا، حرام سے پرہیز کرنا، ظلم کو ظالموں کی طرف رد کرنا، توبہ، دین کا علم، دوست کی محبت، وحی کی پیروی، پیغمبروں کی تصدیق، بدعت کا ڈر، سفر کی تیاری، یقین کی قوت، باوجود قدرت کے عفو کرنا، باوجود ضعف کے قدرت رکھنا، مصیبت کے وقت صبر، خدا کی معرفت، اس

چیز کی معرفت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، ملعون ابلیس کی مخالفت،
نفس کا مجاہدہ اور اس کی مخالفت، خدا کے لئے خلوص۔

جب امیر المومنین نے اسے یہ کہتے سنا تو حکم دیا کہ فقیہ اپنے کپڑے اور چادر اتار
ڈالے۔ فقیہ نے انہیں اتار ڈالا اور امیر المومنین کے سامنے سے شرمندہ ہو کر چلا گیا۔
اب ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر کہا اے کنیز، مجھ سے بھی چند مسئلے سن لے۔
کنیز نے کہا کہہ۔ اس نے پوچھا کہ بہترین تسلیم کسے کہتے ہیں؟ کنیز نے کہا قضا و
قدر، جنس اور اجل جو معلوم ہیں۔ اس نے کہا شباباش! کھانے کے فرض اور سنتیں کیا
ہیں؟ کنیز نے کہا فرض یہ ہیں: اس بات کا اعتراف کرے کہ خدا اسے رزق دیتا
اور کھلاتا پلاتا ہے اور ان چیزوں پر اس کا شکر گزار ہونا۔ اس نے کہا شکر کیا ہے؟ کنیز
نے کہا بندہ ان تمام چیزوں کو جو خدا نے اسے دی ہیں ان پر خرچ کرے جنہیں خدا
نے ان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا کھانے کی سنتیں کیا ہیں؟ کنیز نے کہا
بسم اللہ کہنا، دونوں ہاتھ دھونا، بائیں چوڑ پر بیٹھنا، تین انگلیوں سے کھانا اور اس چیز میں
سے کھانا جو قریب ہو۔ اس نے کہا شباباش! اب بتا کہ کھانے کے آداب کیا ہیں؟
کنیز نے کہا کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لینا اور اپنے پاس بیٹھنے والی کی طرف کم دیکھنا،
اس نے کہا، شباباش!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

• چار سو چوالیس ویں رات

جب چار سو چوالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- فقیہ نے کہا شاباش! اب بتا کہ قلب کے عقائد اور ان کے اضداد کیا ہیں؟ کنیز نے جواب دیا عقائد تین ہیں اور اضداد بھی تین: پہلے ایمان کا اعتقاد اور اس کی ضد کفر سے بچنا، دوسرے سنت کا اعتقاد اور اس کی ضد بدعت سے بچنا، تیسرے طاعت کا اعتقاد اور اس کی ضد معصیت سے بچنا۔ اس نے کہا شاباش! اب بتا کہ وضو کے شرائط کیا ہیں؟ کنیز نے کہا کہ اسلام اور تمیز، پانی کا پاک ہونا اور حسی و شرعی مانع کا نہ ہونا۔ اس نے کہا شاباش! اب بتا کہ ایمان کیا ہے؟ کنیز نے کہا کہ ایمان کی نو قسمیں ہیں: معبود پر ایمان رکھنا، عبودیت پر ایمان رکھنا، خصوصیت پر ایمان رکھنا، قبضتین پر ایمان رکھنا، قضا و قدر پر ایمان رکھنا، ناسخ پر ایمان رکھنا، منسوخ پر ایمان رکھنا، خدا اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں پر ایمان رکھنا، قضا و قدر کی بھلائی اور برائی اور مٹھاس اور کڑواہٹ پر ایمان رکھنا۔ اس نے کہا شاباش! اب وہ تین چیزیں بتا جن سے تین چیزیں زائل ہو جاتی ہیں۔ کنیز نے کہا۔ سفیان ثوری سے روایت ہے کہ تین چیزیں تین چیزوں کو زائل کر دیتی ہیں: پارساؤں کی تحقیر آخرت کو زائل کر دیتی ہے، بادشاہوں کی تحقیر جان کو اور خیرات کی تحقیر مال کو۔ اس نے کہا شاباش! اب آسمانوں کی کنجیوں کے متعلق بتا اور یہ کہ اس کے کتنے دروازے ہیں۔ کنیز نے کہا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ ”آسمانوں کو کھولا گیا یہاں تک کہ اس کے کئی دروازے ہو گئے۔“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آسمان کے دروازوں کی تعداد سوا اس کے خالق کے کسی کو معلوم نہیں۔ ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ ایک وہ جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور دوسرا وہ جس سے اس کے اعمال اوپر چڑھتے ہیں۔ رزق کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوتا جب تک کہ زندگی ختم نہ ہو جائے اور اعمال کا

دروانہ اس وقت تک بند نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی روح اوپر نہ چڑھ جائے۔ اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ ایک چیز کیا ہے اور آدھی کیا اور بچ کیا؟ کنیز نے کہا ایک چیز مومن ہے، آدھی چیز منافق اور بچ کافر۔

اس نے کہا شبلاش! اب قلوب کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا سلیم قلب اور سقیم قلب، تائب قلب، خبردار کرنے والا قلب اور خدا سے ڈرنے والوں کا، خبردار کرنے والا ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور روشن قلب ان کی پیروی کرنے والوں کا۔

علماء کے دل تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو دنیا سے وابستہ ہو، دوسرا آخرت سے اور تیسرا خدا سے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دل تین طرح کے ہوتے ہیں: معلق دل جو کافر ہے۔ معدوم جو منافق کا ہے اور ثابت جو مومن کا ہے۔ یہ بھی ایک مقولہ ہے کہ دل کی یہ تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو نور اور ایمان سے بھرا ہوا ہو، دوسرا وہ جو ہجر کے خوف سے زخمی ہو، تیسرا وہ جو ناکامی سے ڈرتا ہو۔ اس نے کہا شبلاش!

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو پینتالیس ویں رات

جب چار سو پینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- فقیہ نے کہا شاباش! کنیز نے کہا امیر المومنین، اس نے اتنے سوال کئے کہ تھک گیا۔ اب میں اس سے دو باتیں پوچھتی ہوں اگر اس نے جواب دے دیا تو خیر، ورنہ میں اس کے کپڑے اتار لوں گی۔ فقیہ نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے پوچھ۔ کنیز نے کہا کہ ایمان کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ ایمان اس کا نام ہے کہ زبان سے اقرار ہو، دل سے تصدیق اور اعضا سے عمل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ مومن کا ایمان اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں یہ پانچ باتیں پورے طور سے نہ ہوں: خدا پر بھروسہ، اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا، اس کے حکموں کو ماننا، اس کی تقدیر پر راضی رہنا اور یہ کہ اس کے سارے کام خدا کے لئے ہوں، جو شخص خدا کے لئے محبت کرتا ہے، اسی کے لئے بخشش کرتا ہے اور اسی کے لئے اپنے آپ کو روکتا ہے تو اس کا ایمان بھرپور ہے۔ کنیز نے کہا کہ فرض کا فرض کیا ہے۔ وہ فرض جو ہر فرض کے شروع میں ہو۔ وہ فرض جس کی ضرورت ہر فرض کو ہو اور وہ فرض جس میں تمام فرض ڈوب جائیں؟ اور وہ سنت کیا ہے جو فرض کے اندر داخل ہو اور وہ سنت جس سے فرض پورا ہو۔ فقیہ چپ ہو گیا، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ امیر المومنین نے کنیز سے کہا کہ تو خود بیان کر اور فقیہ سے کہا کہ کپڑے اتار کر اسے دے دے۔ کنیز نے کہا اے فقیہ، فرض کا فرض خدا کی معرفت ہے وہ فرض جو ہر فرض کے شروع میں ہو اس بات کی گواہی ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ فرض جس کی ضرورت ہر فرض کو ہو، وضو ہے وہ سنت جو فرض کے اندر داخل ہو، انگلیوں اور گھنی داڑھی میں خلال کرنا ہے، وہ سنت جس سے فرض پورا ہو ختم ہے۔ اب فقیہ کی ناقابلیت ثابت ہو گئی اور وہ کھڑا

ہو کر کہنے لگا کہ امیر المومنین 'خدا گواہ ہے کہ یہ کنیز فقہ وغیرہ میں مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور کھسیانا ہو کر چل دیا۔

اب قرآن داں کے ساتھ جو پیش آیا 'وہ سنے۔ کنیز ان عالموں کی طرف متوجہ ہوئی جو باقی رہ گئے تھے اور کہنے لگی تم میں سے بڑا قرآن داں کون ہے جو ساتوں قراتوں سے واقفیت رکھتا ہو اور نحو اور لغت کا عالم ہو؟ یہ سن کر ایک قرآن داں اٹھا اور اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور بولا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے 'اس کی آیتوں 'ناسخ و منسوخ' محکم و متشابہ' مکی اور مدنی کا علم تجھے ہے اور اس کی تفسیر 'روایات اور قرات کے اصول تو جانتی ہے؟ کنیز نے جواب دیا ہاں۔ اس نے پوچھا قرآن میں کتنی سورتیں ہیں 'کتنے عشور' کتنی آیتیں 'کتنے حروف' کتنے سجدے 'کتنے بیوں کا ذکر ہے اور کتنی مدنی اور کتنی مکی سورتیں ہیں اور کتنی چڑیوں کا ذکر ہے؟ کنیز نے کہا اے میرے آقا 'قرآن میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں 'منجملہ ان کے ستر مکی اور چوالیس مدنی۔ عشور کی تعداد چھ سو اکیس ہے 'آیتیں چھ ہزار دو چھتیس ہیں۔ الفاظ اناسی ہزار چار سو انتالیس 'حرف تین لاکھ تینتیس ہزار چھ سو ستر' ہر حرف کے بدلے پڑھنے والے کو دس بھلائیاں ملتی ہیں۔ سجدوں کی تعداد چودہ ہے۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو چھیالیس ویں رات

جب چار سو چھیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے قرآن داں کا جواب دیتے ہوئے کہا جن نبیوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ پچیس ہیں۔ آدم، نوح، ابراہیم، اسمعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، السیع، یونس، لوط، صالح، ہود، شعیب، داؤد، سلیمان، ذوالکفل، ادریس، الیاس، یحییٰ، زکریا، ایوب، موسیٰ، ہارون، عیسیٰ، محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

چٹیاں نو ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے: اس نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ کنیز نے کہا: مچھر، شہد کی مکھی، مکھی، چیونٹی، ہدہد، کوا، ٹڈی، ابابیل اور حضرت عیسیٰ کی چٹیا یعنی چگاڑ۔ اس نے کہا شاباش! اب بتا قرآن میں کون سی سورت سے سب سے افضل ہے؟ کنیز نے کہا کہ سورہ البقرہ۔ اس نے پوچھا کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ کنیز نے کہا: 'آیت الکرسی' اس میں پچیس لفظ ہیں اور ہر لفظ میں پچاس برکتیں۔ اس نے کہا: کس آیت میں نو آیات ہیں؟ کنیز نے کہا کہ اس آیت میں:

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار والفلک التی تجری.... الخ
اس نے کہا شاباش! پھر اس نے پوچھا کون سی آیت عدل کے متعلق ہے؟ کنیز نے کہا کہ

ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان.....
اس نے پوچھا: طمع کے متعلق؟
کنیز نے کہا:

ایطمع کل امرء منهم ان یدخل جنتہ نعیم.....
اس نے پوچھا: رجا کے متعلق؟
کنیز نے کہا:

قل یا عبادى الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمہ اللہ..... الخ

اس نے کہا: شاباش! اب بتا تو قرآن کس قرات سے پڑھتی ہے؟ کنیز نے کہا کہ جنت

URDU4U.COM

والوں کی قرات سے جو نافع کی قرات ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے

جس میں نبی کے سامنے جھوٹ بولنے کا ذکر ہے؟

کنیز نے کہا:

وجاوا علی قمیصہ بدم کذب.....

یہ لوگ یوسف کے بھائی تھے۔

اس نے کہا کس آیت میں کافروں نے سچ بولا ہے؟

کنیز نے کہا:

وقالت لیہود لیست النصراری علی شنی..... الخ

اس میں دونوں نے سچ کہا ہے۔

اس نے کہا: کون سی آیت خدا نے اپنی ذات کے لئے اتاری ہے؟

کنیز نے کہا:

و ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون.....

اس نے کہا: کس آیت میں فرشتوں کا قول ہے؟

کنیز نے کہا:

و نحن نسبح بحمدک نقدرک.....

اس نے کہا: ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ کے متعلق جو کچھ اس کے بارے میں

آیا بیان کر۔

کنیز نے کہا: خدا کا واجب حکم ہے کہ تعوذ قرآن پڑھنے کے ساتھ پڑھی جائے۔ اس

پر خدا کا قول دلالت کرتا ہے کہ

فاذا قرات القرآن فاستعبد باللہ من لشیطان الرجیم.....

اس نے کہا: استغافہ کس کس طرح کیا جاتا ہے اور ان میں ایک اختلاف ہے؟ کنیز

نے کہا: بعض لوگ اس طرح استغافہ کرتے ہیں کہ

اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم....

اور بعض اس طرح سے کے ”اعوذ باللہ القوی.....“ لیکن بہترین وہ ہے جو خود قرآن میں آیا ہے اور جس کے متعلق حدیثیں ہیں ----- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن

URDU4U.COM

پڑھتے تو کہتے کہ ”اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم.....“ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز پڑھتے تو کہتے کہ

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرہ و اصیلا.....

اس کے بعد کہتے

اعوذ باللہ من الشيطان الرجيم و من همزات الشیاطین و زناہم....

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پہل جب جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہیں استعاذہ سکھایا اور کہا کہ اے محمد! کہہ -----

اعوذ باللہ السميع العليم.....

پھر کہہ

بسم اللہ الرحمن الرحيم

اس کے بعد کہہ

اقرا باسم ربک الذی خلق..... خلق الانسان من علق.....

جب قرآن داں نے اس کا جواب سنا تو دنگ رہ گیا کہ اس میں اتنی فصاحت اور علم و فضل ہے۔

پھر اس نے کہا کہ اے کنیز! بتا آیا بسم اللہ الرحمن الرحيم قرآن کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے؟

کنیز نے کہا: ہاں! سورہ النمل میں ایک آیت ہے اور اسی طرح دو سورتوں کے بیچ میں ایک آیت ہے۔ اس کے متعلق علماء میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

اس نے کہا: شاباش!
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• چار سو سینتالیس ویں رات

جب چار سو سینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- فقیہ نے کہا: شاباش! اب بتا کہ سورہ البراہ کے پہلے بسم اللہ کیوں نہیں لکھی جاتی؟ کنیز نے کہا کہ جب یہ سورت اتری ہے اس کا منشا یہ تھا کہ جو عہد و پیمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہے توڑ ڈالا جائے تو آپ نے علی کرم اللہ وجہہ کو اسے لے کر حج کے زمانے میں بھیجا، انہوں نے پڑھ کر سنایا مگر اس کے ساتھ بسم اللہ نہ پڑھی۔ اس نے کہا بسم اللہ کی فضیلت اور برکت بیان کر۔ کنیز نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس چیز پر بھی بسما اللہ

پڑھی جائے گی اس میں برکت ہو گی اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہے کہ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ جس بیمار پر بھی بسم اللہ پڑھی جائے گی اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ جب خدا نے عرش پیدا کیا تو وہ بہت ہل ڈل رہا تھا: پھر اس پر اس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا اور وہ ساکن ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بسم اللہ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے میں محفوظ ہو گیا: زمین میں دھنسنے، مسخ ہونے اور غرق ہونے سے۔ اس کی فضیلتیں بڑی ہیں اور برکتیں بہت، تشریح بہت لمبی چوڑی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کے کہ ایک شخص قیامت کے دن پیش کیا جائے گا اور محاسبہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ اس کی ایک بھی نیکی نہیں اور اسے دونخ میں جانے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ خداوند تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ خدا کہے گا کہ کس طرح؟ وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار تو نے اپنا نام رحمٰن اور رحیم رکھا اور چاہتا ہے کہ مجھے

دو رخ کا عذاب دے۔ خدا کہے گا کہ میں نے اپنا نام رحمٰن اور رحیم رکھا ہے، میری رحمت کی بنا پر میرے بندے کو جنت میں لے جاؤ کیونکہ میں تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔ فقیہ نے کہا: شبّاش! اب بتا کہ بسم اللہ کی ابتدا کیسے ہوئی؟ کنیز نے کہا: جس وقت خدا نے قرآن اتارنا شروع کیا تو لوگ بسمک اللہم لکھا کرتے تھے۔ جب خدا نے یہ آیت نازل کی کہ ”قل ادعو اللہ اودعو الرحمن..... الخ...“ تو لوگوں نے بسم اللہ الرحمن لکھنا شروع کیا، پھر جب یہ آیت اتری کہ الہکم الہ واحد لا الہ الا هو الرحمن الرحیم.... تو اس وقت سے لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے۔

فقیہ نے یہ باتیں سن کر سر نیچا کر لیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ عجیب و غریب بات ہے، بسم اللہ کی ابتدا اس نے کس خوبی سے بیان کی: اگر میں نے کوئی تدبیر نہ نکالی تو میں اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ اب اس نے کہا کہ اے کنیز خدا نے سارا قرآن ایک بار آتا ہے یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے؟

کنیز نے کہا، جبرئیل نے خدا کی طرف سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن امر و نہی، وعدہ و وعید اور اخبار و امثال کی شکل میں تیس سال کے اندر ضرورت کے موافق ٹکڑے ٹکڑے کر کے اتارا۔

اس نے کہا کہ شبّاش! اب بتا کہ پہلی سورت کون سی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری؟ کنیز نے کہا کہ ابن عباس کے قول کے موافق سورہ العلق اور جابر بن عبد اللہ کے موافق سورہ المدثر، اس کے بعد باقی سورتیں اور آیتیں اترتی رہیں۔ اس نے کہا کہ آخری آیت کون سی اتری ہے؟ کنیز نے کہا بیا کی آیت ہے اور دوسری روایت کے مطابق اذا جاء نصر اللہ والفتح.....

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اڑتالیس ویں رات

جب چار سو اڑتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے کہا کہ اذا جاء نصر الله والفتح.... اس نے کہا، شاباش! اب بتا کہ کتنے صحابیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کیا تھا۔ کنیز نے کہا چار نے: ابی بن کعب، زید بن حارث، ابو عبیدہ عامر بن الجراح اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اس نے کہا شاباش! اب بتا کہ وہ قاری کون کون سے ہیں جن سے قرات لی گئی ہے؟ کنیز نے کہا وہ چار ہیں: عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم بن عبد اللہ۔ اس نے کہا کہ اس آیت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے کہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک؟.... کنیز نے کہا تو میری حقیقت اور تمام رازوں سے واقف ہے اور میری تیری کوئی چیز نہیں جانتا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے کہ انک انت علام الغیوب.... اس نے کہا کہ اس آیت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے یا ایہا الذین امنوا لا تحر مواطیبات ما احل اللہ لکم... کنیز نے کہا شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ایک گروہ تھا جو کہتے تھے کہ ہم اپنے تناسل کے آلوں کو کاٹ ڈالیں گے اور بال کے کپڑے پہنیں گے، اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ آیت چند صحابیوں کے متعلق اتری ہے اور وہ یہ ہیں: علی ابن ابی طالب، عثمان بن معصب وغیرہ جو کہتے تھے کہ ہم اپنے آپ کو خفی کر ڈالیں گے اور بالوں کے کپڑے پہن کر راہب بن جائیں گے۔ اس نے کہا اس آیت کے متعلق تو کیا کہتی ہے کہ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً... کنیز نے کہا: خلیل کے معنی ہیں محتاج اور فقیر کے اور ایک اور قول کے موافق دوست کے جو سب کچھ چھوڑ کر خدا کا ہو لیا ہو اور اس کے ساتھ یکسوئی حاصل ہو گئی ہو۔

جب اس قرآن داں نے دیکھا کہ وہ بادل کی طرح بولتی چلتی ہے اور جواب دینے میں ذرا بھی نہیں رکتی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین، خدا گواہ ہے کہ یہ کنیز قرأت وغیرہ میں مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ اب کنیز نے کہا کہ میں تجھ سے فقط ایک مسئلہ پوچھتی ہوں، اگر تو نے جواب دے دیا تو خیر ورنہ میں تیرے کپڑے اتار لوں گی۔ امیر المومنین نے کہا: پوچھ۔ کنیز نے کہا: وہ کون سی آیت ہے جس میں تئیس کاف ہیں اور کس آیت میں سولہ میم ہیں اور کس آیت میں ایک سو چالیس عین ہیں اور کس حزب میں میں جلالت نہیں؟ قرآن داں اس کا جواب دینے سے عاجز ہو گیا۔ کنیز نے کہا: اپنے کپڑے اتار، اس نے کپڑے اتار دیئے اور کنیز نے کہا اے امیر المومنین! جس آیت میں سولہ میم ہیں وہ سوہ ہود میں ہے کہ قیل یانوح اهبط بسلام منا و برکت علیک..... الخ..... جس آیت میں تئیس کاف ہیں وہ سوہ البقرہ میں ہے وہ آیت الدین ہے اور جس آیت میں ایک سو چالیس عین ہیں وہ سوہ الاعراف میں ہے کہ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلاً..... الخ..... جس حزب میں جلالت نہیں وہ یہ ہے: اقتربت الساعۃ والشق القمر.... اور الرحمن... اور الواقعہ... یہ سن کر قرآن داں شرمندہ ہوا اور چل دیا۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو انچاسویں رات

چار سو انچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز قرآن
 داں پر غالب آگئی اور وہ اپنے کپڑے اتار کر چلتا ہوا تو استاد طبیب اس کی طرف
 بڑھا اور کہنے لگا کہ دین کا علم ختم ہو چکا، اب بدن کے علم کے متعلق تیار ہو جا اور
 بتا کہ انسان کیا ہے، کس طرح پیدا ہوا ہے، اس کے بدن میں کتنی رگیں ہیں، کتنی
 ہڈیاں، کتنی ریڑھیں اور پہلی رگ کہاں ہے اور آدم کو آدم کیوں کہتے ہیں؟ کنیز
 نے کہا کہ آدم کو گندمی رنگ ہونے کی وجہ سے آدم کہتے ہیں اور یہ بھی ایک قول
 ہے کہ چونکہ زمین کی ادیم یعنی پیڑی سے پیدا کیا گیا، سینہ کعبہ کی مٹی سے، سر
 مشرق کی، دونوں پاؤں مغرب کی مٹی سے اور اس کے سر میں سات دروازے بنائے
 گئے: دو آنکھیں، دو کان، دو نتھنے، ایک منہ، اور دو مخرج بنائے گئے: قبل اور دبر۔ آنکھیں
 نظر کی جس کے لئے، کان سننے کی جس کے لئے، نتھنے سونگنے کی جس کے لئے، منہ
 چکھنے کی جس کے لئے، زبان انسان کے ضمیر کا حال بتاتی ہے۔ انسان چار عناصر سے
 مرکب کیا گیا ہے۔ پانی، مٹی، آگ اور ہوا۔ صفرا آگ کی طبیعت ہے اور وہ گرم
 خشک ہے، سودا مٹی کی طبیعت ہے اور وہ سرد خشک ہے۔ بلغم پانی کی طبیعت ہے اور
 وہ سرد تر ہے۔ خون ہوا کی طبیعت ہے اور وہ گرم تر ہے۔ انسان کے اندر تین سو
 ساٹھ رگیں بنائی گئی ہیں، دو سو چالیس ہڈیاں اور تین روہیں، حیوانی، نفسانی، اور طبعی۔
 ان کے احکام الگ الگ ہیں اور خدا نے انسان کا ایک قلب بنایا ہے، ایک تلی، ایک
 پھپھڑا، چھ آنتیں، ایک جگر، دو گردے، ایک دماغ، ہڈیاں، کھال اور پانچ حواس: سامعہ،
 باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ، سینے کی بائیں جانب قلب رکھا ہے اور قلب کے سامنے
 معدہ اور پھپھڑے کو قلب کا پنکھا بنایا ہے۔ جگر کو دہنی طرف بنایا ہے جو قلب کے
 مقابل ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت سے پردے اور آنتیں بنائی ہیں اور سینے کے اوپر پسلیاں

بنائی ہیں۔ اس نے کہا کہ شبلاش! بتا کہ انسان کے سر میں کتنے خاںے ہیں؟ کنیر نے کہا تین اور پانچ قوتوں پر مشتمل ہیں جن کا نام باطنی حواس ہے اور وہ یہ ہیں: مشترک حس، خیال، متصرفہ، واہمہ اور حافظہ۔ اس نے کہا شبلاش! اب ہڈیوں کے ہیکل کے متعلق بتا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو پچاسویں رات

جب چار سو پچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- طیب نے کہا اچھا ہڈیوں کے ڈھانچے کے متعلق بتا۔ کنیز بولی اس میں دو سو چالیس ہڈیاں ہیں جو تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں: سر، تن اور اطراف۔ سر میں دو چیزیں ہیں، کھوپڑی اور چہرہ۔ کھوپڑی آٹھ ہڈیوں سے مرکب ہے، کان کی چار چھوٹی ہڈیاں بھی انہیں میں گنی جاتی ہیں۔ چہرے میں ایک اوپر کا جڑا ہے اور ایک نیچے کا۔ اوپر جڑے میں گیارہ ہڈیاں ہیں اور نیچے کے جڑے میں محض ایک۔ اس میں دانت شامل ہیں جن کی تعداد بتیس ہے اور اس طرح لای ہڈی۔ تنے میں ریڑھ کی ہڈیوں کا سلسلہ ہے اور سینہ اور حوض۔ ریڑھ کے زنجیرے میں چھبیس ہڈیاں ہیں جن کو فقار کہتے ہیں، سینے میں صدر اور پسلیاں شامل ہیں۔ پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے، ہر طرف باہ باہ۔ حوض مرکب ہے کولے کی دو ہڈیوں، چوڑوں اور ڈھٹی یعنی دم کی ہڈیوں سے۔ اطراف کے دو حصے ہیں: دو اوپر کے اور دو نیچے کے۔ اوپر کے دونوں اطراف منقسم ہیں اولاً جس میں شانے اور ہنسی کی ہڈی شامل ہے۔ دوم بانہ میں اور وہ ایک ہی ہڈی ہے، سوم کلائی میں جس میں دو ہڈیاں ہیں۔ کعبہ اور زند چارم ہتھیلی میں جو مشتمل ہے رخ اور کنگھی اور انگلیوں پر۔ رخ میں آٹھ ہڈیاں ہیں جن کی دو صفیں ہیں اور ہر صف میں چار ہڈیاں۔ کنگھی میں پانچ ہڈیاں ہیں۔ انگلیوں کی تعداد بھی پانچ ہے۔ جن میں تین تین ہڈیاں ہیں سوائے انگوٹھے کے جس میں دو ہیں۔ نیچے کے دونوں طرفوں کی تقسیم یہ ہے: پہلے ران اور وہ فقط ایک ہڈی ہے، دوسرے پنڈلی جس میں تین ہڈیاں ہیں: قصبہ اور شنطیہ اور رصفہ۔ تیسرے تلوؤں جس میں ہتھیلی کی طرح رخ، کنگھی اور انگلیاں ہیں۔ رقع میں سات ہڈیاں جن کی دو صفیں ہیں، پہلی صف میں دو اور دوسری میں پانچ ہڈیاں۔ کنگھی میں پانچ ہڈیاں

ہیں، انگلیوں کی تعداد پانچ ہے جن میں تین تین سلامی ہڈیاں ہیں سوا انگوٹھے کے جس میں محض دو ہیں۔ اس نے کہا شبلاش! اب بتا کہ رگوں کی جڑ کیا ہے۔ کنیر نے کہا رگوں کی جڑ وہ نس ہے جو دل سے بدن میں خون پہنچاتی ہے۔ یہیں سے رگیں نکلتی ہیں اور وہ بے شمار ہیں، ان کی تعداد سوا خالق کے کسی اور کو معلوم نہیں۔ بعضوں کا قول ہے کہ ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ خدا نے زبان کو ترجمان بنایا ہے، آنکھوں کو چراغ، نکتوں کو نالیاں اور ہاتھوں کو بازو، جگر رحم کا مقام ہے۔ تلی ہنسنے کا، گردے مکر کی جگہ، پیچھڑا پنکھا ہے، معدہ خزانہ اور قلب پر سارے بدن کا دارومدار ہے، جب قلب ٹھیک ہو تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے، جب وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ طیب دانا ہے تو بدن کے حال پر غور کرے گا اور دونوں ہاتھوں کو چھوڑ کر سختی اور گرمی، خشکی اور سردی کا پتہ لگائے گا۔ اندرونی بیماریوں کا بھی پتہ دلیلوں سے چلتا ہے۔ مثلاً آنکھوں کی زردی یرقان اور پیٹھ کے ترچھے ہونے کی علامت ہے اور یہ دلالت کرتی ہے ذات الجنب پر۔ اس نے کہا شبلاش!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اکیاون ویں رات

جب چار سو اکیاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے طبیب سے ظاہری علامتیں بیان کیں تو اس نے کہا شاباش! پھر بولا اچھا اب بتا کہ باطنی علامتیں کیا ہیں؟ کنیز نے کہا چھ قانون ہیں جن کی بنا پر باطنی علامتوں سے بیماریاں دریافت ہو سکتی ہیں: پہلے افعال، دوسرے وہ چیز جو بدن سے خارج ہو، تیسرے درد، چوتھے کمزوری، پانچویں ورم، چھٹے اعراض۔ اس نے پوچھا کہ کن اسباب سے سر میں تکلیف پہنچتی ہے؟ کنیز نے کہا کہ کھانے پر کھانا کھانے سے، قبل اس کے کہ پہلا کھانا ہضم ہو چکا ہو اور سیری پر سیری سے۔ اسی سے قومیں کی قومیں تباہ ہو گئی ہیں۔ جو شخص بقا کا طالب ہے اسے چاہیے کہ ناشتہ صبح کو جلد کرے اور شام کا کھانا دیر سے نہ کھائے، عورتوں سے کم مجامعت کرے، فصد اور سینگی کا بہت استعمال نہ کرے اور اپنے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرے، تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے۔ جب وہ چلے تو آہستہ، یہ زیادہ مفید ہے اور بدن کے لئے صحت مند اور خدا کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ ”زمین پر جوش و خروش کے ساتھ نہ چل“ اس نے کہا شاباش! اب بتا صفرا کی علامت کیا ہے اور اس میں کس چیز سے ڈرنا چاہیے؟ کنیز نے کہا صفرا کی پہچان رنگ کا پیلا پڑنا اور منہ کی کڑواہٹ، خشکی، شہوت کی کمزوری اور نبض کی تیزی ہے۔ صفرا والے کو بخار، سر سام، پھوڑے، یرقان، ورم، آنت کے زخم اور پیاس کی زیادتی سے ڈرنا چاہیے کیونکہ یہ صفرا کی علامتیں ہیں۔ اس نے کہا: شاباش!

پھر اس نے پوچھا کہ سودا کی علامتیں کیا ہیں اور سودا والے کو کس چیز سے اندیشہ ہے؟ کنیز نے کہا کہ اس سے جھوٹی شہوت پیدا ہوتی ہے۔ وسوسہ اور رنج و غم۔ ایسی حالت

میں اسے چاہیے کہ قے کرے ورنہ اسے مالیخولیا، جذام، سرطان، تلی کا درد اور آنتوں کا زخم ہو جائے گا۔ اس نے کہا شلباش! اب بتا کہ کس غذا سے بیماریاں پیدا نہیں ہوتیں۔ کنیز نے کہا اگر بھوک کے وقت کھایا جائے اور پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے، کم خور کی دواؤں کی سردار اور بد ہضمی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو باون ویں رات

چار سو باون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا 'اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے کہا کہ بد ہضمی تمام بیماریوں کی جڑ ہے تو طبیب نے پوچھا: حمام کے متعلق تو کیا کہتی ہے؟ کنیز نے جواب دیا کہ سیری کی حالت میں حمام نہ جانا چاہیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ بہترین جگہ حمام ہے 'بدن کو صاف کرتا ہے اور دونخ کی یاد دلاتا ہے۔ اس نے پوچھا کون سا کھانا بہتر ہے؟ کنیز نے کہا جسے عورت نے پکایا ہو اور جس میں مرچ مسالا اور چربی کم ہو اور جسے خوشی سے کھایا جائے۔ اس نے کہا کون سا سالن بہترین ہے؟ کنیز نے کہا گوشت کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین سالن گوشت ہے کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کی لذت ہے۔ اس نے پوچھا کون سا گوشت بہترین ہے؟ کنیز نے کہا بھیڑ مگر سوکھے ہوئے گوشت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے کہا پھلوں کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے کہا شروع فصل میں کھانا چاہیے اور جب اس کا زمانہ ختم ہو جائے تو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس نے کہا پانی پینے کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ کنیز نے کہا سارا پانی ایک گھونٹ میں نہ پینا چاہیے اور تیزی سے نہ پینا چاہیے اس سے سر کا درد اور طرح طرح کی تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ حمام سے نکل کر پانی پینا چاہیے نہ جماع کے بعد اور نہ کھانے کے فوراً بعد مگر جوان کے لئے پندرہ منٹ کے بعد اور بوڑھے کے لئے چالیس منٹ کے بعد اور نہ نیند سے جاگ کر۔ اس نے کہا شبلاش! اب شراب پینے کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے کہا یہ کافی نہیں ہے کہ خدا نے قرآن میں اس سے منع کیا ہے کہ.....

انما الخمر والميسر والانصاب والالزام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون.....

اور دوسرے یہ کہ
یالونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہا اکبر من نفعہما۔
فائدے شراب میں یہ ہیں کہ وہ گردے کی پتھریوں کو توڑتی ہے، آنتوں کو مضبوط کرتی
ہے، غم کو دور کرتی ہے، کرم و عطا کو جنبش دیتی ہے، تندرستی قائم رکھتی، ہضم میں
مدد دیتی، جوڑوں میں سے بیماریاں دور کرتی، فاسد خلطوں سے جسم کو پاک کرتی، خوشی
پیدا کرتی، اندرونی حرارت کو قوت دیتی، مٹانے کو مضبوط کرتی، جگر کو طاقت دیتی، سدوں
کو کھولتی، چہرے کو سرخ کرتی، سر اور دماغ سے فضلے دور کرتی اور بڑھاپا دیر میں لاتی
ہے۔ اگر خدا نے اسے حرام نہ کیا ہوتا تو دنیا میں اس جیسی کوئی اور چیز نہ تھی۔
اس نے کہا کہ سینگی لگانے کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ کنیز نے جواب دیا:
یہ اس کے لئے ہے جس میں خون کی زیادتی ہو اور خون میں کوئی خرابی نہ ہو۔ سینگی
اس روز لگائی جائے جب کہ چاند گھٹ رہا ہو۔ بادل ہوں نہ ہوا نہ بارش، چاند کی
سترہویں ہو اور منگل کا دن ہو تو کیا کہنا۔ دماغ، آنکھوں اور ذہن کی صفائی کے لئے
سینگی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

• چار سو ترپنویں رات

جب چار سو ترپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- حکیم نے پوچھا کہ سیگی لگانے کا بہترین وقت کون سا ہے؟ کنیز نے کہا نہار منہ کیونکہ اس سے عقل اور حافظے میں زیادتی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جو کوئی آپ سے سر یا پاؤں کے درد کی شکایت کرتا، آپ کہتے کہ سیگی لگا اور جب وہ سیگی لگاتا تو نہار منہ۔ نمکین چیز نہ کھاتا۔ اس سے کھلی پیدا ہوتی ہے اور سیگی کے بعد کھٹی چیز نہ کھاتا۔ اس نے کہا جماع کے بارے میں بیان کر۔ کنیز نے یہ سوال سنا تو اس نے سر نیچا کر لیا اور امیر المومنین کے سامنے اسے شرم آنے لگی۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں جواب دینے سے بالکل قاصر نہیں ہوں بلکہ مجھے شرم آتی ہے، جواب میری زبان کے اوپر ہے۔ خلیفہ نے کہا: اے لڑکی! کہہ۔ کنیز نے کہا: نکاح میں بہت فائدے ہیں منجملہ ان کے وہ سوداوی بدن کو ہلکا کر دیتا ہے، عشق کی گرمی کو بجھاتا ہے، محبت کی کشش اور دل کو خوش کرتا ہے، وحشت دور ہوتی ہے، اس کی زیادتی گرمیوں اور خزاں میں زیادہ مضر ہے بہ نسبت جاڑوں اور بہار کے۔ اس نے کہا: اس میں فائدے کیا ہیں؟ کنیز نے کہا: اس سے غم اور دسواں دور ہوتا ہے، عشق اور غصہ ٹھنڈا پڑتا ہے اور زخموں کو فائدہ دیتا ہے۔ یہ باتیں اس وقت ہوتی ہیں جب طبیعت پر سردی اور خشکی غالب ہو ورنہ اس کی زیادتی سے نظر کمزور ہوتی ہے، پنڈلیوں سر اور کمر میں درد پیدا ہوتا ہے۔ بڑھیا سے ہر گز جماع نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ قاتل ہے۔ امام علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ چار چیزیں قاتل ہیں جو بدن کو دبلا کر دیتی ہیں۔ بھرے پیٹ پر حمام جانا، زیادہ نمکین غذا، سیری کے وقت جماع، مریض عورت سے ہم بستر ہونا۔ ان سے قوت زائل ہوتی ہے، بدن بیمار پڑتا ہے اور بڑھیا

تو قاتل زہر ہے۔ اس نے پوچھا کہ بہترین جماع کون سا ہے؟ کنیز نے کہا: جب عورت کم سن، خوش قد، خوب رو، حسب نسب والی اور اس کا سینہ ابھرا ہوا ہو۔ ایسی عورت سے بدن کی تندرستی بڑھتی ہے۔ اس نے کہا: جماع کے لئے بہترین وقت کون سا ہے؟ اگر رات ہو تو ہضم کے بعد اور اگر دن ہو تو دوپہر کے کھانے کے بعد۔ اس نے پوچھا: بہترین پھل کون سا ہے؟ کنیز نے کہا: انار اور نارنگی۔ اس نے کہا: بہترین ترکاری؟ کنیز نے جواب دیا: ککروندا۔ اس نے پوچھا: بہترین پھول کون سے ہیں؟ کنیز نے کہا: گلاب اور بنقشہ۔ اس نے کہا: مرد کی منی کس طرح بنتی ہے؟ کنیز نے جواب دیا: مرد کے بدن میں ایک رگ ہے جو تمام رگوں سے پانی کھینچ کر جمع کرتی ہے۔ یہ پانی سرخ لہو کی شکل میں بائیں فوطے میں جمع ہوتا ہے اور مزاج کی گرمی سے پک کر سفید گاڑھا پانی ہو جاتا ہے۔ اس میں کھجور کے فضلے جیسی بو آتی ہے۔ اس نے کہا: شاباش! اب بتا وہ کیا چیز ہے جب تک وہ بند رہتی ہے تو جیتی ہے اور جب وہ ہو میں آتی ہے تو مر جاتی ہے؟ کنیز نے کہا: مچھلی۔ اس نے کہا: وہ کون سا سانپ ہے جو انڈے دیتا ہے؟ کنیز نے کہا: اژدھا۔ آخر طبیب سوال کرتے کرتے تھک کر چپ ہو گیا۔ کنیز نے کہا: اے امیر المومنین! وہ تو سوال کرتے کرتے تھک گیا، اب میں اس سے محض ایک سوال کرتی ہوں، اگر وہ اس کا جواب نہ دے سکا تو میں اس کے کپڑے اتار لوں گی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو چون ویں رات

جب چار سو چون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے کہا، ورنہ میں اس کے کپڑے اتار لوں گی۔ خلیفہ نے کہا پوچھ۔ کنیز نے کہا وہ کون سی چیز ہے جس کی گولائی زمین کی طرح ہے، کم قیمت ہے، سینہ اور گلا تنگ ہے۔ مقید ہے، بھاگتی نہیں، جکڑی ہوئی ہے مگر چور نہیں۔ اس پر نیزے لگتے ہیں مگر لڑائی میں نہیں، زخمی ہے مگر تیر اندازی سے نہیں، زمانے کی کڑوی سے کڑوی چیزیں کھاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ پیتی ہے۔ کبھی بغیر گناہ کے اسے مارتے ہیں اور اس سے بد خدمت لیتے ہیں، وہ حاملہ ہے مگر اس کے پیٹ میں بچہ نہیں، گندی ہوتی ہے پھر پاک ہو جاتی ہے اور نماز پڑھتی ہے؟ طبیب کی سٹی گم ہو گئی کچھ جواب نہ دے سکا، اس کا رنگ فق ہو گیا، تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا اور کوئی بات نہ کی۔

کنیز نے کہا اے طبیب بول ورنہ اپنے کپڑے اتار دے۔ طبیب کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین خدا گواہ ہے کہ یہ کنیز طب وغیرہ میں مجھ سے زیادہ ماہر ہے اور وہ میرے بس کی نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے اور وہاں سے نکل بھاگا۔ اب امیر المومنین نے کنیز سے کہا بتا وہ کیا چیز ہے؟ کنیز نے کہا بٹن اور کالج۔

اس کے بعد منجموں کی باری آئی۔ کنیز نے کہا تم میں سے جو منجم ہو اٹھے۔ یہ سن کر ایک منجم اٹھا اور آ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کنیز نے اسے دیکھا تو ہنسی اور کہنے لگی تو منجم حاسب و کاتب ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ کنیز نے کہا پوچھ جو تیرا جی چاہے، خدا تیری مدد کرے! اس نے کہا سورج اور اس کے طلوع و غروب ہونے کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے کہا سن، سورج کئی چشموں سے نکلتا ہے اور کئی میں میں ڈوبتا ہے۔ نکلنے کے چشمے مشرق کے حصے ہیں، اور ڈوبنے کے مغرب کے، دونوں کی تعداد

ایک سو اسی ہے۔ اس نے کہا چاند کی منزلیں بتا۔ کنیز نے کہا چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں: سرغان، بطین، ثریا، ویران، بقعہ، ہنوعہ، ذراع، نژہ، طرف، جبہ، زیرہ، صرفہ، عواء، سماک، غفر، زبانیا، اکیل، قلب، شولہ، نعام، بلدہ، سعد الزاج، سعد بلع، سعد السعود، سعد الاخیبہ، فرغ مقدم، فرغ موخر، رشاء۔ ان کی تعداد ابجد ہوز کے حروف کی تعداد ہے اور اس میں بڑا بھید ہے جو سو خدا اور ماہرین کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو پچپن ویں رات

جب چار سو پچپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے منزلیں بیان کیں تو منجم نے کہا شاباش! اب سیاروں اور ان کے طبائع اور برجوں کے متعلق بتا۔ کنیز نے کہا سیارے سات ہیں: سورج، چاند، عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل۔ سورج گرم خشک ہے اور ہر برج میں تیس دن ٹھہرتا ہے۔ چاند سرد اور تر اور ہر برج میں دو یا تین دن ٹھہرتا ہے۔ عطارد معتدل اور ہر برج میں ساڑھے سترہ دن ٹھہرتا ہے۔ زہرہ معتدل اور ہر برج میں پچیس دن ٹھہرتا ہے۔ مریخ ہر برج میں دس مہینے ٹھہرتا ہے اور مشتری ایک سال، زحل سرد خشک ہے اور ہر برج میں تیس مہینے ٹھہرتا ہے۔ جب منجم نے دیکھا کہ وہ اتنی ماہر اور عالم اور فصیح ہے تو اس نے سوچا کہ کسی دھوکے سے اسے زیر کرے۔ وہ کہنے لگا: اے کنیز بتا کہ اس مہینے میں پانی برسے گا۔ کنیز نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کو گمان ہوا کہ اس سے جواب نہیں بن پڑتا۔ منجم نے کہا تو بولتی کیوں نہیں؟ کنیز نے کہا جب تک خلیفہ اجازت نہ دے میں نہیں بول سکتی۔ خلیفہ ہنسنے لگا اور کہا یہ کیوں؟ کنیز نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے ایک تلوار دے تا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ یہ ملحد ہے۔ اس پر امیر المومنین اور درباری سب ہنس پڑے اور کنیز نے کہا اے منجم، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی.....

ان اللہ عنده علم الساعة و ينزل الغيث و يعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب
غدا و ما تدری نفسی بای ارض تموت ان اللہ علم خبیر.....

اس نے کہا، شاباش! خدا کی قسم، میں تو تیرا امتحان لیتا تھا۔ کنیز نے کہا جس دن سے

نیا سال شروع ہوتا ہے اس کے بھی معنے ہیں: اس نے پوچھا وہ کیا؟ کنیز نے کہا اگر سال کا پہلا دن اتوار ہو تو وہ سورج سے تعلق رکھتا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بادشاہوں اور والیوں کی طرف سے زبردستی ہو گی، پانی کم برے گا اور بادشاہوں میں جنگ ہو گی، واللہ اعلم۔ پیر کا روز قمر کا ہے حکمراں اور اعمال اس میں نیکی کریں گے۔ پانی زیادہ برے گا، غلہ اچھا ہو گا، روٹی خراب ہو گی، طاعون بڑھے گا، واللہ اعلم!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• چار سو چھپن ویں رات

چار سو چھپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز پیر کے متعلق بیان کر چکی تو اس نے کہا کہ منگل مرغ کا دن ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بڑے آدمی مریں گے اور بہت خونریزی ہو گی، غلہ منگا ہو گا اور بارش کم، واللہ اعلم۔ بدھ کا تعلق عطارد سے ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بارش نہ کم ہو گی نہ زیادہ، چوپائے اور بچے بہت مریں گے اور بحری جنگیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔ جمعرات کا تعلق مشتری سے ہے، اس میں وزراء عدل و انصاف سے کام لیں گے اور دین دار لوگوں میں نیکیاں پھیلیں گی، بارش بہت ہو گی واللہ اعلم۔ جمعہ کا تعلق زہرہ سے ہے، اس میں الزام اور بہتان کی بہت زیادتی ہو گی۔ برو بحر میں فساد برپا ہو گا، واللہ اعلم، سینچر کا تعلق زحل سے ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غلاموں میں ایثار زیادہ ہو گا، قحط زیادہ پڑے گا، بارش خوب ہو گی، انسان زیادہ مریں گے اور مصر اور شام میں حکمرانوں کی طرف سے ظلم و جور ہو گا، واللہ اعلم۔ منجم نے سر نیچا کر لیا اور کنیز نے کہا اب میں تجھ سے ایک سوال کرتی ہوں، اگر تو نے اس کا جواب نہ دیا تو میں تیرے کپڑے اتار لوں گی۔ منجم نے کہا پوچھ۔ کنیز نے کہا ستارے کتنے حصوں میں تقسیم کئے گئے ہیں؟ منجم اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کنیز نے کہا کپڑے اتار، اس نے اتار دیئے۔ کنیز نے انہیں لے کر کہا امیر المومنین! تین حصوں میں، ایک حصہ وہ ہے جو دنیا کے آسمان میں قدیلوں کی طرح لٹکے ہوتے ہیں اور زمین کو روشن کرتے ہیں، دوسرا حصہ وہ ہے جو شیطانوں پر مارا جاتا ہے اور تیسرا ہوا میں معلق ہے۔ منجم نے کہا ایک سوال باقی ہے اور اگر کنیز نے اس کا جواب دے دیا تو میں اس کا لوہا مان جاؤں گا۔ کنیز نے کہا بول!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی او اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• چار سو ستاون ویں رات

جب چار سو ستاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- منجم نے کہا وہ چار متضاد چیزیں کیا ہیں جن کا دارومدار دوسری چار متضاد چیزوں پر ہے؟ کنیز نے کہا گرمی، سردی، تری اور خشکی۔ خدا نے گرمی سے آگ پیدا کی جس کی طبیعت گرم اور خشک ہے۔ خشکی سے مٹی پیدا کی جس کی طبیعت سرد اور خشک ہے۔ سردی سے پانی پیدا کیا جس کی طبیعت سرد اور تر ہے اور تری سے ہوا پیدا کی جس کی طبیعت گرم اور تر ہے۔ اس کے بعد خدا نے باہ برج بنائے۔ حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، اور حوت۔ منجم اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ خدا گواہ ہے کہ یہ مجھ سے زیادہ جانتی ہے اور چپکے سے چلتا بنا۔

اب امیر المومنین نے پوچھا: فلسفی کون ہے؟ ایک شخص اٹھ کر کنیز کے پاس آیا اور پوچھا: دہر کیا ہے؟ کنیز نے کہا: دن اور رات کے اوقات کا نام دہر ہے۔ اس نے کہا: انسان کے پاس کفر کس طرح پہنچتا ہے؟ کنیز نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ کفر انسان کے بدن میں اس طرح سرایت کرتا ہے جس طرح رگوں میں خون۔ اس نے پوچھا: پانچ چیزیں کیا تھیں جو کھاتی پیتی تھیں لیکن ماں باپ سے ان کی پیدائش نہ تھی؟ کنیز نے کہا: آدم، شمعون، حضرت صالح کی اونٹنی، حضرت اسماعیل کا مینڈھا اور وہ چڑیا جسے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار میں دیکھا تھا۔

فلسفی نے کہا: وہ پانچ چیزیں کیا ہیں جو جنت میں ہیں مگر نہ انسان ہیں نہ جنات ہیں نہ فرشتے؟ کنیز نے کہا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھیڑ، اصحاب کف کا کتا، عزیز کا گدھا، صالح کی اونٹنی اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا دلدل۔ فلسفی نے کہا وہ کون

شخص ہے جس نے نماز پڑھی مگر نہ نین پر نہ آسمان پر؟ کنیز نے کہا سلیمان علیہ السلام جب انہوں نے اپنی جائزہ نماز پڑھی جو ہوا پر تھی۔ فلسفی نے کہا وہ کون شخص ہے جس نے فجر کی نماز پڑھ کر ایک کنیز پر نظر ڈالی تو وہ اس کے لئے حرام تھی؟ پھر ظہر کا وقت حلال، پھر عشاء کے وقت حرام اور فجر کے وقت حلال ہو گئی؟ کنیز نے جواب دیا: یہ کنیز کسی دوسرے کی ملکیت تھی جس پر اس کی نظر پڑی اس کے لئے وہ حرام تھی۔ ظہر کے وقت اس نے اسے خرید لیا اور وہ حلال ہو گئی۔ عصر کا وقت ہوا تو اس نے اسے آزاد کر دیا اور وہ حرام ہو گئی۔ مغرب کے وقت اس نے اس سے نکاح کر لیا اور وہ حلال ہو گئی۔ عشاء کے وقت اس نے اسے طلاق دے دی اور وہ حرام ہو گئی اور جب فجر ہوئی تو اس نے اس کی طرف رجوع کیا اور وہ حلال ہو گئی۔ اس نے کہا وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مدفون کو لے کر چلی تھی؟ کنیز نے کہا: یونس بن متی علیہ السلام کی مچھلی، جب وہ انہیں نکل گئی تھی۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اٹھاون ویں رات

جب چار سو اٹھاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ فلسفی نے پوچھا وہ کیا چیز ہے جس میں روح نہیں مگر سانس لیتی ہے؟ کنیز نے کہا خدا کہتا ہے کہ والصبح اذا تنفس..... اس نے کہا چند کبوتر اڑتے ہوئے آئے اور ایک اونچے درخت کے پاس پہنچ کر کچھ درخت پر بیٹھ گئے اور کچھ اس کے نیچے۔ اوپر والے کبوتروں نے نیچے والوں سے کہا اگر تم میں سے ایک کبوتر نیچے اتر جائے تو ہم تم برابر ہو جائیں گے۔ بتا وہ کتنے تھے اور ان کی تقسیم کس طرح ہوئی تھی؟ کنیز نے کہا ہاں، ان میں سے سات اوپر بیٹھے تھے اور پانچ نیچے۔ اگر نیچے سے ایک کبوتر اوپر جائے گا تو اوپر والوں کی تعداد نیچے والوں سے دگنی ہو جائے گی اور اگر ایک اوپر سے نیچے اترے گا تو دونوں کی تعداد برابر رہے گی۔ واللہ اعلم۔ فلسفی اپنے کپڑے اتار کر بھاگتا نظر آیا۔

اب کنیز کا قصہ نظام کے ساتھ سنئے۔ کنیز نے موجود علماء کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم میں سے تمام علوم و فنون میں متکلم کون ہے؟ یہ سن کر نظام اٹھا اور کہنے لگا کہ مجھے دوسروں کی طرح مت سمجھیو۔ کنیز نے کہا مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی ہار جائے گا کیونکہ تو بڑے دعوے کے ساتھ آیا ہے اور خدا مجھے تجھ پر فتح دے گا حتیٰ کہ میں تیرے کپڑے بھی اترا لوں گی۔ بہتر ہوتا کہ تو ابھی سے کپڑے منگانے کے لئے کسی کو بھیج دیتا۔ نظام نے کہا واللہ میں تجھے نیچا دکھاؤں گا اور لوگ تیرا قصہ نسل بعد نسل بیان کریں گے۔ کنیز نے کہا اپنی قسم کا کفایت دے۔ اس نے کہا خیر دیکھا جائے گا تو یہ بتا کہ وہ پانچ چیزیں کون سی ہیں جنہیں خدا نے مخلوق سے پہلے پیدا کیا؟ کنیز نے کہا پانی، مٹی، اندھیرا، اجالا، اور پھل۔ اس نے پوچھا کہ کن چیزوں کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے؟ کنیز نے کہا عرش، طوبی، آدم اور عدن

کی جنت۔ ان چیزوں کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ باقی چیزوں کے متعلق اس نے کہا کہ ہو جاؤ اور وہ ہو گئیں۔ اس نے پوچھا تیرا اسلامی باپ کون ہے؟ کنیز نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی باپ؟ کنیز نے کہا ابراہیم خلیل اللہ۔

اس نے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ کنیز نے کہا اس بات کا اقرار کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس نے پوچھا تیری ابتدا اور انتہا کیا ہے؟ کنیز نے کہا ابتدا گندہ نطفہ اور انتہا ناپاک لاشہ، یا یوں کہو کہ ابتدا مٹی اور انتہا مٹی اس نے کہا وہ کون سی چیز ہے جس کی ابتدا لکڑی ہے اور انتہا روح۔ کنیز نے کہا موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ اس نے کہا وہ کون عورت ہے جو مرد سے پیدا ہوئی ہے اور وہ کون مرد ہے جو محض عورت سے پیدا ہوا ہے؟ کنیز نے کہا حوا آدم سے پیدا ہوئی ہیں اور عیسیٰ مریم سے۔ اس نے پوچھا وہ چار آگیں کون سی ہیں جن میں ایک کھاتی پیتی ہے، دوسری کھاتی ہے پیتی نہیں، تیسری پیتی ہے کھاتی نہیں، اور چوتھی نہ کھاتی نہ پیتی ہے؟ کنیز نے کہا جو آگ کھاتی ہے اور پیتی نہیں وہ دنیا کی آگ ہے، جو آگ کھاتی بھی ہے اور پیتی بھی ہے جہنم کی آگ ہے، جو آگ پیتی ہے اور کھاتی نہیں سورج کی آگ ہے اور جو آگ کھاتی ہے نہ پیتی ہے چاند کی آگ ہے۔ اس نے پوچھا مفتوح اور مغلق سے کیا مراد ہے؟ کنیز نے کہا اے نظام، مفتوح سنت ہے اور مغلق فرض۔ اس نے کہا وہ چودہ چیزیں کون سی ہیں جنہوں نے خدا سے باتیں کیں؟ کنیز نے کہا سات آسمان اور سات زمینیں جب انہوں نے کہا کہ ”اتینا طائعین۔“ اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو انسٹھویں رات

جب چار سو انسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا 'اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز جواب دے چکی تو نظام نے پوچھا کہ آدم اور ان کی پیدائش کی ابتدا کے متعلق بیان کر۔ کنیز نے جواب دیا خدا نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، مٹی کو پھین سے پھین کو سمندر سے، سمندر کو اندھیرے سے، اندھیرے کو روشنی سے، روشنی کو مچھلی سے، مچھلی کو پتھر سے، پتھر کو یا قوت سے، یا قوت کو پانی سے، پانی کو اپنی قدرت سے۔ اس نے کہا جنم کے کتنے دروازے ہیں؟ کنیز نے کہا سات۔ اس نے کہا صراط کیا ہے اور اس کی لمبائی چوڑائی کتنی ہے؟ کنیز نے تین ہزار سال، ہزار چڑھائی کی، ہزار اتار کی اور ہزار ہموار، وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو ساٹھویں رات

چار سو ساٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- جب کنیز نے صراط کی حالت بیان کی تو نظام نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی شفاعتیں ہیں؟ کنیز نے کہا تین۔ اس نے پوچھا کیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے؟ کنیز نے کہا ہاں۔ اس نے کہا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے علی رضی اللہ تعالیٰ اسلام لائے۔ کنیز نے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی عمر سات سال کی تھی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور خدا نے انہیں ہدایت دی۔ انہوں نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا بتا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں یا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ نظام کا بیان ہے کہ وہ سمجھ گئی کہ یہ ایک چال چلتا ہے۔ اگر وہ کہے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں عباس رضی اللہ تعالیٰ سے تو وہ امیر المومنین کو کیا جواب دے گی۔ کنیز نے سر نیچا کر لیا۔ کبھی اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد۔ اس کے بعد اس نے کہا تو مجھ سے فاضل شخصوں کے متعلق پوچھتا ہے جن میں سے دونوں فضیلت والے ہیں۔ اس بحث کی طرف رجوع کر جس میں ہم تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کنیز کی یہ بات سنی تو وہ کھڑا ہو گیا اور کنیز سے کہا شاباش! اے تودو! نظام نے کہا اب میں تجھ سے کئی باتیں ایک ساتھ پوچھتا ہوں۔ کنیز نے کہا، وہ کیا؟ اس نے کہا کیا چیز شہد سے میٹھی ہے، کون سی تلوار زیادہ تیز، کس میں ایک لمحے کی خوشی ہے، کس سچائی سے جھوٹا شخص بھی انکار نہیں کر سکتا، قبر کا قید خانہ کیا ہے اور دل کی فرحت کیا ہے، زندگی موت کیا ہے اور وہ بیماری کون سی ہے جس کا علاج نہیں، وہ عیب کون سا ہے جو دھلتا نہیں، وہ جانور کیا ہے جو بستی میں نہیں رہتا بلکہ کھنڈروں میں ہے اور جسے انسان سے عداوت ہے اور

اس کی خلقت سات جباروں کی سی ہے؟ کنیز نے کہا اپنی باتوں کا جواب سن اور اپنے کپڑے اتار دے تا کہ میں ان کی تشریح کروں۔ امیر المومنین نے کہا تو تشریح بیان کر، وہ اپنے کپڑے اتار دے گا۔ کنیز نے کہا شہد سے بیٹھی اولاد سے ان کی محبت ہے جو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، تلوار سے تیز زبان ہے، ایک لمحے کی لذت جماع ہے، سچائی جس سے کوئی جھوٹا شخص انکار نہیں کر سکتا موت ہے، قبر کا قید خانہ بری اولاد ہے، دل کی فرحت وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو، زندگی کی موت غریبی ہے، بیماری جس کا علاج نہیں بری خصلت ہے، عیب جو دھلتا نہیں بری بیٹی ہے، جانور جو بستیوں میں نہیں رہتا، اٹخ، ٹڈی ہے۔ اس کا سر گھوڑے کا سا، گردن سانڈ کی سی، بازو شاہین کے سے، پاؤں اونٹ کے سے، دم سانپ کی سی، پیٹ بچھو کا سا اور سینگ غزال کے سے ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کو اس کی عقل و فہم پر بڑا تعجب ہوا اور اس نے نظام سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار دے۔ نظام اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم سب گواہ رہو کہ کنیز مجھ سے اور تمام عالموں سے زیادہ عالم ہے۔ اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے اور کہا، انہیں لے، خدا تجھے مبارک نہ کرے! امیر المومنین نے دوسرے کپڑے منگوا کر اسے پہنائے اور پھر کنیز سے کہنے لگا کہ اے تودو، ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور وہ شطرنج ہے۔ اس نے شطرنج گنجفہ او نزو کے استادوں کو بلوایا۔ وہ آئے تو شطرنج والا کنیز کے سامنے بیٹھا۔ ان کے بیچ میں بساط بچھائی گئی اور دونوں اپنی اپنی چالیں چلنے لگے۔ استاد جو چال چلتا کنیز اسے فوراً بیکار کر دیتی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو اکٹھویں رات

جب چار سو اکٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا، اے نیک نہاد بادشاہ ----- استاد جو چال چلتا کنیز اسے بیکار کر دیتی۔ یہاں تک کہ کنیز نے اسے مات دے دی۔ استاد نے کہا میں تو محض تجھے کھلا رہا تھا تا کہ تو ذرا خوش ہو جائے۔ دوبارہ بساط بچھا، میں تجھے دکھاؤں کہ اس طرح کھیتے ہیں۔ کنیز نے دوبارہ بساط بچھائی تو استاد نے اپنے دل میں کہا کہ اب کے آنکھیں کھول کر چلنا چاہیے ورنہ شیخی کر کری ہو جائے گی۔ غرض کہ وہ جو چال چلتا حساب سے چلتا ہر مرے پر اس کی نظر تھی کہ یکا یک کنیز نے کہا مات۔ استاد دنگ ہو گیا۔ کنیز نے کہا اے استاد، میں تیسری باری تجھ سے شرط لگا کر کھیلتی ہوں بلکہ فرزین، داہنا رخ اور بایاں گھوڑا اٹھائے لیتی ہوں، اگر تو جیت جائے تو میرے کپڑے اتروا لیجیو اور اگر میں جیت جاؤں تو تیرے کپڑے لے لوں گی۔ اس نے کہا منظور۔ اب دونوں نے مرے رکھے۔ کنیز نے فرزین، رخ اور گھوڑا اٹھا لیا اور کہا استاد چل۔ وہ چلا اور دل میں کہنے لگا کہ ان مہروں کے اٹھ جانے کے بعد میرے جیتنے میں کیا کسر باقی ہے، اس نے قلعہ بندی کی۔ کنیز نے چند ہی چالوں کے بعد فرزین بنا لیا اور پیادہ اس کے سامنے کر دیا۔ اس نے اسے مار لیا۔ کنیز نے کہا طمع انسان کے لئے قاتل ہے، تجھے معلوم نہیں کہ میں نے تجھے لالچ دیا تھا، دیکھ یہ مات ہے، اب اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا شلواریں پہنے دے، خدا تجھے اس کا اجر دے گا! اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو دو بغداد میں ہے کسی کے آگے استادی کا دعویٰ نہیں کروں گا۔ پھر اس نے کپڑے اتار کر کنیز کے حوالے کئے اور چلتا ہوا۔

اس کے بعد امیر المومنین نے ساز بجانے والے بلوائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے کنیز سے پوچھا کہ باجے بجانے میں بھی تجھے مشق ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں۔

خلیفہ نے عود منگوایا۔ عود لایا گیا تو وہ سرخ اطلس کے غلاف میں تھا۔ کنیز نے غلاف سے نکال کر اپنی گود میں رکھا اور اپنا سینہ اس کے اوپر جھکایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور بارہ مختلف رنگ بجائے، یہاں تک کہ مجلس وجد میں آگئی۔ امیر المومنین خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے برکت دے اور تیرے معلم پر رحمت بھیجے۔ کنیز نے اٹھ کر خلیفہ کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ خلیفہ نے آقا کے سامنے ایک لاکھ دینار رکھ دیئے اور کنیز سے کہا: اے تو دو! مانگ کیا مانگتی ہے۔ اس نے کہا: یہ مانگتی ہوں کہ تو مجھے میرے آقا کو واپس کر دے جس نے مجھے بیچا ہے۔ خلیفہ نے کہا: اچھا، اور اسے واپس کر دیا۔ اس کے خرچ کے لئے پانچ ہزار دینار دیئے اور اس کے آقا کو ہمیشہ کے لئے اپنا ندیم بنا لیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو باسٹھویں رات

جب چار سو باسٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- خلیفہ نے اس کے آقا کو ہمیشہ کے لیے اپنا ندیم بنا لیا اور ایک ہزار دینار اس کا ماہانہ مقرر کر دیا اور وہ کنیز تو دو کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

اے بادشاہ مجھے اس کنیز کی فصاحت اور علم و فہم و فضل پر تعجب ہوتا ہے اور امیر المومنین ہارون الرشید کی عالی ہمتی تو دیکھ کہ اس نے کنیز کے آقا کو اس قدر مال دیا اور کنیز سے کہا کہ مانگ کیا مانگتی ہے۔ اس نے یہ مانگا کہ اسے اپنے آقا کے حوالے کر دیا جائے۔ خلیفہ نے اسے اپنے آقا کے حوالے کر دیا اور اسے اس کی ذات کے لیے پانچ ہزار دینار دیئے اور اس کے آقا کو اپنا ندیم بنا لیا۔ عباسی خلفاء کے بعد یہ کرم کس میں پایا جاتا ہے! خدا ان سب پر رحم کرے!

○ بادشاہ، ملکہ الموت اور نیکے مرد کی کہانی

اے نیک نہاد بادشاہ ----- پرانے زمانے میں ایک بادشاہ نے ارادہ کیا کہ تمام امراء کے ساتھ سوار ہو کر نکلے، اس نے اپنے مصاحبوں اور امراء کو حکم دیا کہ روانگی کا ساماں کریں اور پوشاک دار کو حکم دیا کہ بہترین کپڑے نکالے جو شاہانہ زیب و زینت والے ہوں اور اپنے مشہور و معروف گھوڑے نکلوائے۔ لوگ حکم بجا لائے۔ اس نے وہ لباس لیا جو اسے پسند تھا، وہ گھوڑے چنا جسے وہ اچھا سمجھتا تھا اور کپڑے پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ جواہرات، موتیوں اور یاقوت کا ہار گلے میں ڈال جلوس کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اپنی یہ آن بان دیکھ کر وہ گھوڑے کو رانوں میں مسلنے، اکڑنے اور گھمنڈ کرنے لگا۔ اتنے میں ابلیس اس کے پاس آیا اور اس کے نتھنے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس

کاناک میں غرور اور نخوت کی ہوا پھونک دی اور وہ اپنے دل میں ڈینگ مار کر کہنے لگا کہ دنیا میں مجھ جیسا کون ہو سکتا ہے! اور اسی طرح تنہا اور ہم چومن دیگرے نیست کے زبان حال سے نعرے لگاتا چلا جا رہا تھا کہ اس کے سامنے ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آیا اور سلام کیا، بادشاہ نے جواب دینا تو کہا اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس شخص نے بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی، بادشاہ نے تیوری بدل کر کہا اپنا ہاتھ ہٹا، معلوم بھی ہے کہ تو نے کس کی باگ پکڑی ہے؟ اس شخص نے کہا، مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا صبر کر، جب میں گھوڑے سے اتروں تو اپنی ضرورت بیان کیجیو۔ اس نے کہا وہ ایک بھید ہے جو میں تیرے کان میں کہہ سکتا ہوں۔ بادشاہ نے اپنا کان اس کی طرف جھکایا۔ اس شخص نے کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری روح نکالنے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اتنا ٹھہر جا کہ میں گھر جا کر اپنے بال بچوں اور امراء اور وزراء سے رخصت ہو لوں۔ اس نے جواب دیا کہ تو ہرگز واپس نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ تیری زندگی کے لمحے ختم ہو چکے ہیں۔ یہ کہہ کہہ کہہ ملک الموت نے گھوڑے کے اوپر ہی اس کی جان لے لی اور وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

ملک الموت وہاں سے چل کر ایک نیک مرد کے پاس پہنچا۔ جس سے خدا خوش تھا اور اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ ملک الموت نے کہا اے نیک مرد میں تیرے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں اور وہ ایک راز کی بات ہے۔ نیک مرد نے کہا اپنی ضرورت میرے کان میں کہہ۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ نیک مرد نے کہا۔ خوش آمدید، خدا کا شکر ہے کہ تو آیا۔ میں تیرے آنے کا بڑا مشتاق تھا لیکن تو نے بڑی دیر لگائی۔ ملک الموت نے کہا اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو اسے پوری کر لے۔ اس نے جواب دیا کہ خدا کے دیدار سے زیادہ ضروری مجھے اور کوئی کام نہیں۔ ملک الموت نے پوچھا میں کس حالت میں تیری روح نکالوں، کیونکہ مجھے حکم ہے کہ میں تیری روح اسی طرح نکالوں جس طرح کہ تو چاہے اور پسند کرے۔ اس شخص نے کہا

مجھے وضو کر لینے دے۔ جب میں نماز پڑھوں اور سجدے میں ہوں تو میری روح قبض کر لیجیو۔ ملک الموت نے کہا پروردگار کا حکم ہے کہ تیری روح تیری مرضی اور تیری خواہش کے موافق قبض کروں اور میں یونہی کروں گا جیسا کہ تو نے کہا ہے۔ نیک مرد اٹھا۔ وضو کر کے نماز پڑھنے لگا اور جونہی سجدے میں گیا ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔

○ بادشاہ اور ملک الموت کی کہانی

ایک بادشاہ کے پاس اتنا مال تھا جس کی گنتی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے وہ تمام چیزیں جمع کر رکھی تھیں جو خدا نے دنیا میں پیدا کی ہیں تاکہ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرے۔ جمع کرتے کرتے جب دل بھر گیا تو اس نے چیزوں کے خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک بلند اور عالی شان محل بنوانا شروع کیا جو بادشاہوں کی شان کے قابل ہو۔ جہاں وہ اپنے مرتبہ بادشاہوں سے ملے۔ اس میں دو مضبوط دروازے لگوائے، ان کی محافظت کے لیے غلام، لشکری، دربان مقرر کئے۔ پھر ایک دن باورچی کو حکم دیا کہ بہترین کھانا پکائے۔ اپنے خاندان والوں، مصاحبوں، درباریوں اور نوکروں کو مدعو کیا کہ وہ اس کے ساتھ کھانا کھائیں اور اس کی میزبانی کا لطف اٹھائیں۔ بادشاہ اپنی حکومت کے تحت پر جلوہ افروز ہوا اور اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے دل میں نے تیرے لیے دینا کی تمام نعمتیں جمع کی ہیں، اب اطمینان سے بیٹھ، ان کے مزے چکھ اور بہت دنوں تک زندہ رہ۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو تریسٹھ ویں رات

جب چار سو تریسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- بادشاہ ابھی یہ باتیں اپنے دل میں ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ محل کے باہر ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے آیا، اس کے گلے میں فقیروں کے بھیک مانگنے کا کشکول لٹکا ہوا تھا۔ اس نے محل کے دروازے کا حلقہ اس زور سے کھڑکھڑایا جیسے زلزلہ آ گیا۔ عمارت لرز اٹھی قریب تھا کہ تخت الٹ جائے۔ غلام ڈرے اور دوڑ کر دروازے پر پہنچے کہ کیا آفت آئی۔ دیکھا تو ایک شخص کھڑا ہے۔ اس سے کہنے لگے یہ کیا تیری حرکت اور بد تمیزی ہے؟ بادشاہ کو کھانا ختم کر لینے دے۔ بچا کھچا ہم تجھے دے دیں گے۔ اس نے غلاموں سے کہا اپنے آقا سے کہو میرے پاس آ کر بات سن جائے، میں ایک سخت ضرورت سے آیا ہوں۔ غلام نے کہا اے بوڑھے، تو ہے کون کہ ہم بادشاہ سے کہیں اور وہ نکل کر تیرے پاس آئے؟ وہ بولا کہ بس جا کر اتنا ہی اس سے کہہ دو۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس جا کر یہ پیغام پہنچا دیا۔ بادشاہ نے کہا تم نے اسے ڈانٹا ڈپٹا کیوں نہیں اور سخت ست کیوں نہیں کہا؟ اتنے میں اس شخص نے دوبارہ دروازہ کھڑکھڑایا اور پہلی بار سے بھی زور سے۔ غلام ڈنڈے اور ہتھیار لے کر اسے مارنے پہنچ گئے۔ وہ الٹا ان پر غرانے لگا اور للکار کر کہا خبردار، اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔ میں ملک الموت ہوں۔ یہ سن کا ان کی عقلیں جاتی رہیں۔ حواس اڑ گئے، کانپنے لگے اور اپنی جگہ سے ہل نہ سکے۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے کہلویا میرے بدلے کسی دوسرے کی جان لے لے۔ ملک الموت نے کہا میں عوضی نہیں لے سکتا۔ میں تو محض تیرے لیے آیا ہوں تا کہ تجھے ان نعمتوں سے جدا کر دوں، جو تو نے جمع کر رکھی ہیں۔ اب تو بادشاہ کے حواس جاتے رہے، رونے اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگا اور کہا لعنت ہو خدا کی دولت

پر جس نے مجھے دھوکے میں ڈال رکھا، تکلیف دی اور پروردگار کی عبادت سے روکا حالانکہ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے فائدہ دے گی لیکن وہ میرے لیے وبال جان ہو گئی، میں خالی ہاتھ یہاں سے جاتا ہوں۔ سارا مال و متاع میرے دشمنوں کے کام آئے گا۔ اللہ نے مال کو گویائی عطا کر دی۔ وہ بولا، تو مجھے پر لعنت کیوں کرتا ہے؟ تجھے چاہئے کہ خود اپنے اوپر لعنت کرے، خدا نے ہم دونوں کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھے تیرے ہاتھ میں اس لیے دیا کہ تو میرے ذریعے سے آخرت کا توشہ مہیا کرے، فقیروں، مسکینوں اور بوڑھوں کو خیرات دے، محتاج خانے کھولے، مسجدیں اور پل بنوائے کہ وہ آخرت میں تیرے کام آئیں۔ برخلاف اس کے تو نے مجھے جمع کر کے خزانے میں رکھا، اپنی نفساتی خواہشات کے لیے خرچ کیا۔ بجائے شکر کے نعمت کی کفران کی اور اب تو مجھے برا بھلا کہتا ہے! پھر ملک الموت نے اس کی جان نکال لی اور وہ کھانا کھانے بھی نہ پایا تھا کہ مردہ ہو کر تخت پر سے گر پڑا۔

○ بنی اسرائیل کے بادشاہ اور ملکہ الموت کی کہانی

بنی اسرائیل کا ایک زبردست بادشاہ ایک روز اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دروازے سے ایک ڈراؤنی شکل کا آدمی چلا آ رہا ہے۔ بادشاہ اس کی صورت دیکھ کر گھبرا گیا اور کہنے لگا اے شخص، تو کون ہے اور تجھے کس نے اجازت دی کہ اس طرح بے دھڑک میرے گھر میں گھس کر میرے پاس آئے؟ وہ بولا گھر کے مالک نے مجھے اجازت دی ہے، مجھے کوئی بھی حاجب نہیں روکتا ہے۔ بادشاہوں کے پاس بھی جانے کے لیے مجھے اجازت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ نہ میں بادشاہ کے دبدبے سے ڈرتا ہوں، نہ نوکروں چاکروں کی زیادتی سے۔ میں وہ شخص ہوں جسے زبردست بادشاہ شکست نہیں دے سکتا۔ کوئی میرے پنچے سے پنچ کر نہیں جاتا۔ میں لذتوں کو کرکرا اور صحبتوں کو تتر بتر کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ منہ کے بل گر پڑا، اس کے بدن میں رعشہ

آگیا اور ہوش اڑ گئے۔ جب ذرا حواس درست ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تو ملک الموت ہے؟ اس نے جواب دیا 'ہاں۔ بادشاہ نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ ایک دن مجھے اور زندہ رہنے دے تاکہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگوں' پروردگار کے آگے توبہ کروں جو مال میرے خزانوں میں ہے اسے حق داروں کو دے دوں اور اس کے حساب کی محنت اور عذاب سے نجات پاؤں۔ ملک الموت نے کہا ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! یہ ناممکن ہے۔

اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چار سو چونٹھ ویں رات

جب چار سو چونٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- ملک الموت نے بادشاہ سے کہا کہ یہ ناممکن ہے، تیری زندگی کے دن گئے ہوئے ہیں، میرے سانسوں کا حساب و شمار اور تیرے اوقات قلم بند ہیں۔ بادشاہ بولا اچھا محض ایک گھڑی مجھے جینے دے۔ اس نے کہا گھڑی بھی حساب میں شامل ہے اور وہ تیری غفلت میں گزر چکی ہے۔ تیرے سانس پور ہو چکے ہیں۔ اب کچھ باقی نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا جب میں قبر میں جاؤں گا تو میرے ساتھ کون ہو گا۔ اس نے جواب دیا بجز تیرے اعمال کے اور کوئی نہ ہو گا۔ بادشاہ نے کہا میں نے کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس نے کہا پھر تو دونوں میں جائے گا اور خدا کے غضب میں مبتلا ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے بادشاہ کی روح قبض کر لی اور وہ تخت سے زمین پر گر پڑا اور لوگ رونے پینے لگے۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے آقا سے پروردگار ناراض ہے تو وہ بھی زیادہ زار زار روتے۔

○ سکندر ذوالقرنین اور مفلسوں کی کہانی

ایک مرتبہ سکندر ذوالقرنین کا گزر کسی مفلس قوم پر ہوا جن کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہ تھی۔ جنہوں نے اپنے مردوں کی قبریں دروازوں کے سامنے بنا رکھی تھیں اور ہر وقت انہی قبروں کے پاس بیٹھے رہتے، وہاں جھاڑو دیتے، صفائی رکھتے، زیارت کرتے اور وہی ان کی عبادت کی جگہ تھی۔ گھاس پات کے سوا ان کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہ تھا۔ سکندر ذوالقرنین نے ایک شخص کو بھیج کر ان کے سردار کو بلوایا لیکن وہ نہ آیا اور کہلا بھیجا کہ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں۔ ذوالقرنین خود اس کے پاس گیا

اور پوچھا کہ تم لوگوں کا کیا حال ہے اور تم لوگ کیا کام کرتے ہو؟ نہ تو تمہارے پاس سونا چاندی دکھائی دیتا ہے، نہ تم کو دنیا کی کوئی نعمت میسر ہے۔ سردار نے جواب دیا، 'دنیا کی نعمتوں سے کوئی شخص سیر نہیں ہوتا۔ سکندر نے پوچھا کہ تم نے دروازوں پر قبریں کیوں بنا رکھی ہیں؟ اس نے جواب دیا تا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہیں اور ہم انہیں دیکھ کر موت کو نہ بھولیں۔ آخرت کا دھیان رکھیں، ہمارے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور ہم اس کی وجہ سے اپنے پروردگار کی عبادت سے غافل نہ ہوں۔'

سکندر نے کہا تم گھاس پات کیوں کھاتے ہو؟ سردار نے جواب دیا ہم اپنے پیٹوں کو جانوروں کی قبریں نہیں بنانا چاہتے اس لیے کھانے کی لذت حلق سے آگے نہیں گزرتی۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ بڑھایا اور ایک شخص کی کھوپڑی نکال کر سکندر کے سامنے رکھ دی اور کہنے لگا اے ذوالقرنین تجھے معلوم ہے کہ یہ کس کی کھوپڑی ہے؟ سکندر نے کہا نہیں۔ سردار بولا، 'یہ دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جو اپنی رعیت پر ظلم و جور کیا کرتا، خاص کر کمزوروں پر، اور اس نے اپنی ساری زندگی دنیا کی چیزیں جمع کرنے میں گزار دی تھی۔ بالا آخر خدا نے اس کی روح قبض کر لی اور اسے جہنم رسید کیا، اور اب اس کا یہ حال ہے۔'

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک دوسری کھوپڑی سکندر کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ اسے تو پہچانتا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ بادشاہ نے کہا یہ بھی ایک بادشاہ کی کھوپڑی ہے جو اپنی رعیت کے ساتھ انصاف کرتا اور اپنے ملک والوں پر مہربان تھا اس کی بھی روح خدا نے قبض کر لی، اسے اپنی جنت میں جگہ دی اور اس کا درجہ بڑھایا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ ذوالقرنین کے سر پر رکھا اور کہا تجھے معلوم ہے کہ تو ان دونوں میں سے کس کی طرح ہو گا؟ یہ سن کر ذوالقرنین زار زار رونے لگا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر کہنے لگا، اگر تو میرے ساتھ چلنا پسند کرے تو میں اپنی وزارت تیرے سپرد کر دوں اور اپنے ملک میں تجھے شریک کر لوں۔ اس شخص نے جواب دیا، 'ایسا ہر گز

نہیں ہو سکتا، مجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت نہیں۔ سکندر نے پوچھا کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا اس لیے کہ ساری دنیا تیری دشمن ہے اور میری دوست ہے۔ اس لیے کہ میں غریب ہوں اور قانع، نہ میرے پاس ملک ہے، نہ مجھے دنیا کا لالچ، نہ اس کی تلاش اور نہ ضرورت ہے۔ قناعت میرے واسطے کافی ہے۔ سکندر نے دوبارہ اسے اپن چھاتی سے لگایا، اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چلا گیا۔

○ نوشیرواں اور پرانی اینٹ کی کہانی

عادل بادشاہ نوشیرواں ایک دن بیمار بن بیٹھا اور اپنے معتمد لوگوں کو بلا کر حکم دیا کہ ملک کے کونے کونے میں جا کر کسی غیر آباد گاؤں سے ایک پرانی اینٹ لاؤ تا کہ میں اس سے اپنا علاج کر سکوں کیونکہ طبیعوں نے میرے لیے یہی علاج بتایا ہے۔ وہ لوگ ملک کے چاروں طرف گئے۔ ایک ایک ولایت چھان ڈالی اور واپس آ کر بادشاہ سے کہ ملک بھر میں ہمیں نہ کوئی غیر آباد گاؤں ملا نہ پرانی اینٹ۔ نوشیرواں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا اور کہنے لگا کہ صرف اپنے ملک کی آبادی کا اندازہ کرنا اور رعایا کی خوشحالی کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ میری حکومت میں اگر کوئی غیر آباد جگہ باقی ہے تو میں اسے آباد کروں۔ اب چونکہ کوئی غیر آباد جگہ باقی نہیں لہذا مملکت کے امور مکمل ہو گئے۔ حالت منتظم اور آبادی کمال کے درجے تک پہنچ گئی۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو پینسٹھ ویں رات

جب چار سو پینسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- نوشیرواں نے کہ آبادی کمال کے درجے تک پہنچ گئی۔ دیکھ، اے بادشاہ کہ ان پرانے بادشاہوں کی کیسی ہمت تھی اور اپنے ملک کی آبادی کا انہیں کتنا خیال تھا۔

○ قاضی کی بیوی کی کہانی

بنی اسرائیل میں ایک قاضی تھا جس کی بیوی نہایت حسین تھی اور بڑی پارسا۔ ایک بار یہ قاضی بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا۔ چلتے وقت اپنے بھائی کو اپنی جگہ قاضی بنا کر اس سے کہا کہ میری بیوی کی خبر گیری رکھیو۔ بھائی اپنی بھانج کے حسن و جما کی تعریف سنے ہوئے تھا۔ قاضی کے جانے کے بعد اس نے بھانج کے پاس جا کر اسے بد کاری پر لگانا چاہا۔ اس نے انکار کیا۔ جتنا وہ انکار کرتی، اس کی تمنا اور زیادہ بڑھتی۔ اور جتنا وہ اصرار کرتی اتنا ہی عورت کا انکار بڑھتا۔ جب وہ نا امید ہو گیا تو ڈرا کہ کہیں وہ بھائی کو میری حرکت کی خبر نہ کر دے۔ اس لیے اس نے جھوٹے گواہ بنا کر اس پر زنا کر الزام لگایا۔ مقدمہ بادشاہ تک پہنچا۔ بادشاہ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ اب ایک گڑھا کھودا گیا اور عورت کو اس میں بٹھا کر سنگسار کیا۔ یہاں تک کہ وہ پتھروں سے ڈھک گئی۔ بادشاہ نے کہا یہی گڑھا اس کی قبر ہو گا۔ چنانچہ وہ اسی گڑھے میں پڑی کراہتی رہی۔ دن چھپا رات ہوئی تو ایک شخص ادھر سے گزرا جو کسی گاؤں کو جا رہا تھا اس کے کراہنے کی آواز سن کر گڑھے کے پاس پہنچا۔ پتھر ہٹا کر عورت کو نکالا اور اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کا علاج کر۔ اس نے علاج کیا وہ اچھی ہو گئی۔ گاؤں والی عورت کا ایک بچہ تھا جسے

قاضی کی بیوی کھلاتی پلاتی اور اس کے ساتھ دوسرے مکان میں سوتی۔ آتے جاتے ایک چور کی اس پر نظر پڑی۔ شیطان نے اس کو بہکایا اور اس نے عورت کے پاس پھسلانے کے لیے پیغام بھیجا۔ عورت نے انکار کیا۔ چور نے اسے مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور رات کے وقت اس کے پاس پہنچا۔ جب وہ مکان میں داخل ہوا تو وہ سو رہی تھی اس نے چاقو پھینک کر مارا، چاقو بچے کے لگا اور وہ مر گیا۔

چور کو معلوم ہوا کہ لڑکا مر گیا تو وہ ڈر کے مارے وہاں سے نکل کر بھاگا اور خدا نے اس عورت کی عصمت بچا لی۔ صبح کو اٹھی تو بچے کو مردہ پایا۔ بچے کی ماں نے یہ دیکھا تو کہنے لگی کہ تو نے ہی مارا ہے اور اسے مارنے لگی اور چاہتی تھی کہ جان سے مار ڈالے مگر اس کے شوہر نے آکر بچا لیا اور کہنے لگا خدا کے لیے ایسا نہ کر۔ قاضی کی عورت وہاں سے نکل بھاگی، یہ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائے۔ اس کے پاس کچھ درہم تھے۔ بھاگتے بھاگتے وہ ایک گاؤں کے پاس سے گزری تو اس نے دیکھا بہت سے لوگ جمع ہیں، ایک شخص صلیب پر چڑھا ہوا ہے اور ابھی اس میں جان باقی ہے۔ اس نے پوچھا اس نے کیا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ایک ایسا جرم کیا ہے جس کی سزا قتل ہے یا اس قدر درہم فدیہ۔ عورت نے کہا یہ درہم لو اور اسے چھوڑ دو۔ مجرم نے اس کے ہاتھ پر توبہ کی اور نذر مانی کی وہ مرتے دم تک اس کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ اس نے ایک خانقاہ بنوائی اور قاضی کو بیوی کو اس میں رکھا اور خود جنگل سے لکڑیاں اور بازار سے کھانے پینے کا سامان لایا۔ عورت رات دن عبادت کرتی۔ تھوڑے ہی دن میں بزرگ، خدا رسیدہ مشہور ہو گئی۔ بیمار اور ضرورت مند اس کے پاس آنے لگے۔ جو آتا اس کی دعا سے فوراً اچھا ہو جاتا۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چار سو چھیاسٹھویں رات

چار سو چھیاسٹھویں رات ہوئی اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ اس کے دیور کے منہ پر جس نے اسے سنگسار کرایا تھا کوئی روگ پیدا ہوا اور وہ عورت جس نے اسے مارا تھا کوڑھ میں مبتلا ہو گئی اور چور کے ایسا درد ہونے لگا کہ وہ لولا، اپاہج ہو گیا۔ اسی زمانے میں قاضی بھی حج سے لوٹا اور اپنے بھائی سے اپنی بیوی کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا وہ مر گئی ہے۔ اسے بے حد افسوس ہوا اور یقین ہو گیا کہ وہ مر چکی ہے۔ اب اڑتے اڑتے لوگوں تک یہ خبر پہنچی کہ کسی صومعے میں ایک عورت رہتی ہے اور دنیا کے ہر حصے سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ قاضی نے اپنے بھائی سے کہا، بھائی تو اس پارسا عورت کے پاس کیوں نہیں جاتا ممکن ہے کہ خدا اس کے ہاتھ سے تجھے شفا دے۔ اس کے بھائی نے کہا تو مجھے اس کے پاس لے چل۔ جس عورت کو کوڑھ ہوا تھا اس کے شوہر کو بھی یہ خبر لگی ہے اور وہ اسے خانقاہ میں لے گیا۔ چور کے گھر والوں نے بھی اس عورت کا شہرہ سنا اور اسے اس کے پاس لے گئے۔ یہ سب کے سب خانقاہ کے دروازے پر اکٹھا ہوئے۔ عورت ان کو دیکھ سکتی تھی جو اس خانقاہ میں آتے تھے مگر دوسرے اسے نہ دیکھ سکتے۔ ان سب کو اس کے خادم کا انتظار تھا۔ جب وہ آتا تو انہوں نے اسے درخواست کی کہ اندر جانے کی اجازت لے آئے۔ عورت نے اجازت دی، اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی۔ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا اور دروازے پر کھڑی ہو کر اپنے شوہر، اس کے بھائی، چور اور عورت کو دیکھنے لگی۔ اس نے ان کو پہچان لیا لیکن وہ اسے نہ پہچان سکے۔ پھر اس نے کہا، اے لوگو! جب تک تم اپنے گناہوں کا اعتراف نہ کرو گے، اچھے نہ ہو گے کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے تو خدا اسے معاف کر دیتا ہے اور اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ قاضی نے اپنے بھائی سے کہا خدا کے سامنے توبہ کر

اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کر۔ یہ تیری نجات کے لیے بہتر ہے۔
 قاضی کے بھائی نے کہا۔ میں نے تیری بیوی کے ساتھ یہ شرارت کی ہے اور یہی میرا
 گناہ ہے۔ کوڑھ والی عورت نے کہا، میرے ہاں ایک عورت تھی، میں نے اس پر ایک
 الزام لگایا جس کا صحیح علم مجھے نہ تھا اور جان بوجھ کر اسے مارا۔ یہ ہے میرا گناہ۔
 لو لے اپاہج چور نے کہا میں ایک عورت کو قتل کرنے گیا تھا کیونکہ وہ میرے قابو میں
 نہیں آتی تھی اور میرے ساتھ بدکاری کرنے پر رضامند ہوتی تھی میں نے اس لڑکے
 کو قتل کر دیا جو اس کے آگے پڑا تھا۔ یہ ہے میرا گناہ۔ پارسا عورت نے کہا خداوند
 جس طرح تو نے انہیں گناہ کی ذلت دکھائی ہے اسی طرح اطاعت کی عزت دکھا کہ
 تو ہر چیز پر قادر ہے۔ خدا نے ان سب کو اچھا کر دیا۔ قاضی اس کی طرف غور سے
 دیکھنے لگا۔ عورت نے پوچھا، کیا دیکھتا ہے۔ اس نے کہا میری ایک بیوی تھی اگر وہ
 مرنے چکی ہوتی تو میں کہتا وہ تو ہی ہے۔ اب عورت نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا
 اور دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے احسان سے بچھڑے ہوؤں کو ملایا۔
 اس کے بعد قاضی کا بھائی، چور اور عورت سب کے سب اس سے معافی مانگنے لگے اور
 اس نے سب کو معاف کر دیا اور سب اس کی خدمت اور خدا کی عبادت میں مشغول
 ہو گئے۔ یہاں تک کہ موت نے انہیں الگ الگ کر دیا۔

○ پارسا عورت کی کہانی

ایک سید سے روایت ہے کہ ایک روز میں اندھیری رات میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا،
 مجھے ایک درد ناک آواز سنائی دی جو کسی غم زدہ دل سے نکل رہی تھی اور یہ کہتی
 تھی: اے کریم مجھ پر اپنی قدیم مہربانی فرما کیونکہ میں نے جو عہد کیا ہے اس پر قائم
 ہوں۔ یہ آواز سن کر میرا دل اس قدر پریشان ہوا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا۔
 اب میں اس آواز کی طرف بڑھا، دیکھا کہ وہ ایک عورت ہے۔ میں نے کہا اے خدا

کی بندی! السلام علیک! اس نے جواب دیا کہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں نے پوچھا خدا کے لیے بتا کہ وہ کیا عہد ہے جس پر تو قائم ہے؟ اس نے کہا اگر تو خدا کا واسطہ نہ دیتا تو میں اپنا بھید نہ بتاتی۔ دیکھ میرے سامنے کیا ہے؟ میں نے دیکھا اس کے آگے ایک بچہ سو رہا تھا۔ اس نے کہا جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا تو میں اس گھر کا جج کرنے چلی تھی۔ جب کشتی پر سوار ہوئی تو سمندر میں تلاطم ہوا، مخالف ہوائیں چلنے لگیں اور ہماری کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختے پر پڑی تیرتی رہی۔ اسی تختے پر یہ بچہ پیدا ہوا۔ بچہ میری گود میں تھا اور لہریں مجھے تھپیڑے مار رہی تھیں۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

